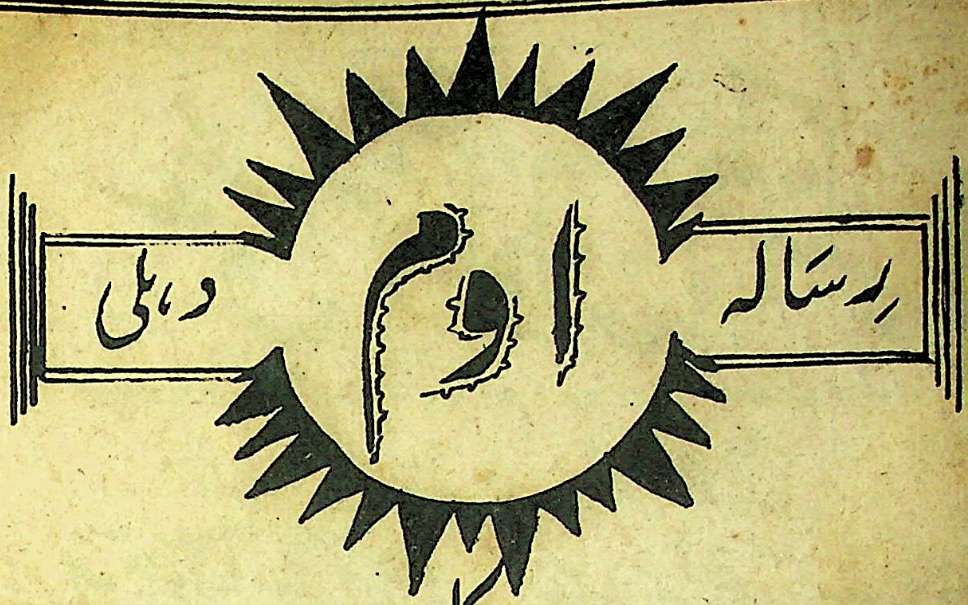


کا

سالنامہ سنہ ۱۹۷۶ء

یوگ انک

چندہ سالانہ -/26 روپے ۔ وی پی منگوانے پر -/2 روپے زائد
ممالک غیر سے بذریعہ بحری ڈاک -/60 روپے
بذریعہ ہوائی ڈاک -/110 روپے
رقم بذریعہ فارن پوسٹل منی آرڈر بھیجنے کی کرپا کریں
چیک یا پوسٹل آرڈر ارسال نہ کریں

قیمت فی پرچہ دس روپے /10

چیف ایڈیٹر گورکھ ناتھ نندہ
سمپادک برہمانند نندہ

شری برہمانند نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر مالک نے ہلی پرنٹنگ پریس گلی سوداگراں بلیماران دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم مکان نمبر 4062 اندرون بازار

ستُتی بھگوان شنکر

جے جے جے مہادیو مہیش

جے بھوتیشور، جے گوپیشور جے نندیشور، جے چکلیشور
جے کامیشور، جے رامیشور جے کالیشور، جے ترمبکیشور

جے ستی پتی، پشوپتی، پلیش
جے جے جے مہادیو مہیش

جے ڈمرو ترشول کر دھاری جے ترتاپ ہاری ترپراری
جے شمبھو بھولے بھنڈاری جے شنکر شمشان وہاری
جے کیلاشی کاشی نریش!
جے جے جے مہادیو مہیش

سُرسری[1] سیس پہ سجی کمال دوج کا چندر سشوبھت بھال
نیل کنٹھ ارمنڈن مال! لپٹی کٹی[2] مرگ راج[3] کی کھال
انگ پرتی انگ پہ لپٹے شیش[4]
جے جے جے مہادیو مہیش

[1] گنگا [2] کمر [3] شیر [4] ناگ

(لوکنا تھ دل دہلی)

فہرست مضامین

ایشور بھکتی اور یوگ

نئے سال کی مبارکباد اور اپنی شبھ کامناؤں سہت ہم یہ سالنامہ "آدم" پریمیوں کی سیوا میں اِس وشواس کے ساتھ بھینٹ کرتے ہیں کہ اِس کے سوادھیائے سے اُنھیں یوگ میں سدھی پراپت کرنے کی پریرنا ملے گی اور وہ سچدانند سوروپ پربرہم پرمیشور کا پریم اور شردھا پُوروک نرنتر دھیان کرتے ہوئے منش جنم کو سپھل بنائیں گے۔

سولہ کلا سمپورن بھگوان شری کرشن چندر جی نے شریمد بھگوت گیتا میں یوگ کا مہتو ورنن کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"جس اوستھا میں یوگ کے ابھیاس سے نرُدھ ہُوا چِت پرمیشور کے دھیان سے شُدھ ہو کر سوکھشم بدھی کے دوارا اننت آنند کا انوبھو کرتا ہے، نیز پرمیشور کی پراپتی رُوپ جس لابھ کو پراپت ہو کر اُس سے زیادہ کچھ بھی لابھ نہیں مانتا ہے، اور بھگوت پراپتی رُوپ جس اوستھا میں ستھت ہُوا یوگی بڑے بھاری دُکھ سے بھی چلایمان نہیں ہوتا ہے اور جو دُکھ رُوپ سنسار کے سنیوگ سے رہت ہے۔ تتھا جس کا نام "**یوگ**" ہے۔ اُس کو جاننا چاہیئے۔ وہ یوگ نہ اُکتائے ہوئے چِت سے نشچے پُوروک کرنا کرتویہ ہے ــــــ"

نہ صرف یہ کہ یوگیشور بھگوان شری کرشن چندر نے منش کے کلیان کے لیئے یوگ ابھیاس کو لازمی قرار دیا ہے بلکہ یوگ کی مہانتا اور اسکی ضرورت اِس بات سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ ایشور پراپتی کا کوئی بھی ایسا سادھن نہیں جو یوگ کی سیما سے باہر ہو۔ کیونکہ دراصل یوگ کی کوئی حد نہیں۔ یوگ کا وِشے اِتنا وِستر ت ہے کہ پرماتما سے ملنے کے لئے جو بھی سادھن اختیار کیا جاتا ہے، وہ یوگ کے ہی انتر گت آ جاتا ہے۔ اِسی لئے تمام سادھنوں کے ساتھ یوگ شبد جوڑ دیا جاتا ہے۔ مثلاً کرم یوگ، بھگتی یوگ، گیان یوگ، ہٹھ یوگ، اشٹانگ یوگ وغیرہ وغیرہ۔

ایشور پراپتی کے لیئے ہم کسی بھی راہ سے چلیں، آخرکار ہمیں اُس منزل پر پہنچنا ہوتا ہے جہاں ایشور کے سوا کسی اور چیز کا خیال تک باقی نہیں رہ جاتا۔ بلکہ ہم اپنی الگ ہستی کو بھی بھُلا کر اُسی کا رُوپ بن جاتے ہیں۔ نروِکلپ سمادھی کی اوستھا تک پہنچے بغیر ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور یہی یوگ کی معراج ہے۔ چنانچہ ہم کچھ بھی کریں، ہمارے ابھیاس کا آخری نتیجہ یوگ سدھی ہی ہو گا۔ اُس کے بغیر ہمارے کلیان کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

آپ اُس بھگت کا دھیان کریں جو اپنے اِشٹ دیو کی پُوجا آرادھنا میں لگا ہُوا ہے۔ وہ پراتہ کال سنان اتیادی سے نِورت ہو کر اپنے ٹھاکر جی کی سیوا میں لگ جاتا ہے۔ وہ اپنے اِشٹ دیو کو پتھر کی مُورتی نہیں سمجھتا بلکہ اُس مُورتی کے رُوپ میں ساکھشات اِشٹ دیو کے ہی درشن کرتا ہے۔ اور اِسی بھاؤنا سے نہایت شردھا اور پریم کے ساتھ پرارتھنا کرتا ہے، ستُتی کرتا ہے اور ہر طرح کی منتیں مانگتا ہے ـــــ اِس میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ وہ پتھر کی مُورتی کو حقیقی اِشٹ دیو ہی تصور کرتا ہے ورنہ وہ پتھر کی پرستش ہرگز نہ کرے۔ ظاہر ہے کہ بُت پرست بھی دراصل خُدا یعنی کسی ایک تصور کو خیال میں رکھ کر اُس سے دُعائیں مانگتا ہے اور جذباتی طور پر اپنے ڈھنگ سے خُدا ہی کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔

ایشور کا کوئی دوسرا بھگت نہ تو مورتی کی پوجا کرتا ہے۔ نہ مندر میں جاتا ہے۔ نہ کسی دیوی دیوتا سے منتیں مانگتا ہے۔ نہ کسی اوتار میں شردھا رکھ کر بھگوان کی لیلاؤں میں دلچسپی لیتا ہے اور نہ ہی تیرتھ یاترا کرتا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو ایشور بھگت مانتا ہے اور پہلے بھگت ہی کی طرح بڑی شردھا اور پریم سے اپنے گورو کی بتائی ہوئی ودھی کے انوسار ساکار کی بجائے نراکار ایشور کا بھجن دھیان کرتا رہتا ہے۔

خدا کا گھر سمجھ کر کوئی مندر، مسجد، گرجے اور گورودوارے میں جا کر ودھی پوروک خدا کی پرستش کرے تو وہ ایشور بھگت ہے اور سارے سنسار کو ایشور سے ویاپت انوبھو کرتے ہوئے کوئی ہر جگہ، ہر وقت یادِ الٰہی میں زندگی گزارے تو وہ بھی ایشور بھگت ہے۔ خدا کی ہستی میں یقین رکھ کر جذباتی طور پر لگن کے ساتھ اگر آپ خدا کی یاد میں مشغول رہتے ہیں تو آپ یقیناً ایشور بھگت ہیں۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں اگر آپ خدا کے گھروں میں جا کر اپنے فرقہ اور مذہب کے طور طریقوں کے مطابق خدا کی پرستش کرتے ہیں تو بہتر ہے۔ ایسا کرنے سے آپ کو خدا کی جان پہچان اور دیدار حاصل کرنے میں بڑی سہولیت ہوگی۔ لیکن اگر آپ کو مذہبی رسومات میں کوئی دلچسپی نہیں بلکہ فطرتاً آپ آزادی پسند ہیں اور کسی فرقے یا گورو ڈم کی قید میں پھنسنا نہیں چاہتے تو بھی آپ ایشور کے سچے بھگت بن سکتے ہیں۔

کوئی پاکیزہ کردار پانچ وقت کی نماز پڑھ کر اپنی نیک کمائی سے خیرات بانٹتا ہے اور خدمتِ خلق سے اپنے خدا کو خوش رکھتے ہوئے اس کی رحمت کا طلبگار رہتا ہے۔ کوئی اپنے ایشور کے بھجن کیرتن میں دن رات محو رہتا ہے۔ کوئی اس کے نام کا جپ کرنے میں مشغول ہے۔ کوئی ہون یگیہ کر کے ایشور کا منظورِ نظر بننے کی کوشش میں مصروف ہے۔ کوئی سب کچھ تیاگ کر پوتر ندیوں کے کنارے یا پہاڑوں کی وادیوں اور جنگلوں میں ریاضت کر رہا ہے۔ کوئی اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو کر ہر روز اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور اس یقین کے ساتھ دعا مانگتا ہے کہ خدا کا بندہ ہونے کی بدولت وہ آخر کار بہشت میں داخلہ پائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایشور کے بھگت بے شمار طور طریقے اختیار کر کے اس کی حمد و ثنا میں لگے ہوئے ہیں۔ ان سب کو آپ یوگی ہی سمجھیے۔ کیونکہ وہ سب اپنے اپنے ڈھنگ سے ایشور پراپتی کے لئے ایک ہی منزل کی طرف گامزن ہیں۔ اکثر ایسا کہا جاتا ہے کہ مختلف سادھن پرماتما تک پہنچنے کے الگ الگ راستے ہیں۔ یہ بات درست بھی ہے اور سراسر غلط بھی۔ درست اس لئے کہ واقعی سچا خدا پرست کسی بھی راستے سے چل کر اپنے محبوب تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ پرماتما کو پانے کے لئے صرف شردھا، وشواس، بھگتی بھاؤ، لگن اور دڑھ نشچے کی ضرورت ہے۔ جو کوئی مستقل مزاجی سے پرشارتھ کرتا ہے وہ یقیناً خدا کو پا لیتا ہے۔

خدا تک پہنچنے کے مختلف راستوں کی بات سراسر غلط اس لئے ہے کیونکہ ایسا سوچنے کا ہی منطقی نتیجہ بدترین قسم کی فرقہ پرستی اور انسان کے لئے مذہبی غلامی کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔ خدا تک پہنچنے کا

مقصد بھلا کر عموماً مذہبی لوگ فرقہ پرستی کی آڑ میں اپنے سیاسی اور معاشی مقاصد حاصل کرنے کے لئے اپنے پیروکاروں کو تعصب کی آگ میں جھونک دیتے ہیں اور بہشت تک پہنچنے کی بجائے انسانی زندگی اسی دنیا میں دوزخ کا نظارہ بن جاتی ہے۔ جس مذہب کو انسانی تہذیب کے لئے خدا کی رحمت بننا چاہیئے، نام نہاد مذہبی رہنماؤں کے تعصب کا شکار ہو کر وہی فتنہ اور فساد کا موجب بن جاتا ہے۔

ایسے فرقہ پرست نام نہاد مذہبی لوگ اپنے پیروکاروں میں یہ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں کہ انہیں کا خدا اصلی خدا ہے اور اس خدا کی پرستش کا وہی طریقہ درست ہے جو ان کے دھرم یا مذہب میں رائج ہے۔ جو لوگ ان کے دھرم سے تعلق نہیں رکھتے، وہ سب گمراہ ہیں۔ اسلئے انھیں راہ راست پر لانے کے لئے اگر تشدد سے کام لینا پڑے تو بھی کوئی برائی نہیں۔ بلکہ ہر طرح کی قربانی دے کر ایسا کرنا چاہیئے۔

لیکن مذہب کے نام پر انسانی برادری میں تفرقہ پیدا کر کے ہم نہ تو خدمتِ خلق کر سکتے ہیں اور نہ اپنے خدا کی خوشنودی ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ایسا کوئی خدا نہیں ہو سکتا جو اپنی مخلوق کو آپس میں گردن زدنی کر کے فنا ہوتے دیکھنا چاہتا ہو۔ ہم نے خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے مختلف راستوں کی بات کہہ کر در اصل اپنے آپ کو بھول بھلیوں میں پھنسا رکھا ہے۔ کبھی ہم اِس راستے پر بھٹکتے ہیں اور کبھی اُس راستے میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ کچھ عرصہ ایک گورو کی چاکری کرتے ہیں اور پھر دوسرے کے چنگل میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

وہ کون سا خدا ہے اور اسے کس نے دیکھا ہے جو کاشی میں ہے لیکن متھرا میں نہیں ہے؟ یقیناً اگر خدا یہاں نہیں ہے تو وہ کہیں بھی نہیں ہے۔ جو پرماتما ہندو پر مہربان ہے اور مسلمان پر نظرِ عتاب رکھتا ہے، وہ قابلِ پرستش کیسے ہو سکتا ہے؟ کوئی خدا اپنے بندوں کے درمیان فرق اور امتیاز نہیں رکھ سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا کہیں دور نہیں بیٹھا کہ اس تک پہنچنے کے لئے نئے نئے راستوں کی تلاش کی جائے اور بھول بھلیوں میں بھٹک بھٹک کر اسے کھوجنے کی زحمت اٹھائی جائے۔ ہم کچھ بھی کریں، پرماتما ہمیں نہ تو آسمان پر ملے گا اور نہ زمین کے کسی مقام پر۔ وہ جب بھی ملے گا ہمیں اپنے دل کی گہرائیوں میں ملے گا۔ جب تک ہم اپنے آتما سے الگ کسی غیر ہستی کی طرح پرماتما کو دور جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں کھوجنے کا تردد کرتے رہیں گے، وہ ہم سے دور رہے گا۔ لیکن جس دن ہم نے غیریت کا خیال بھلا کر اپنی الگ ہستی کو اس کے عشق میں غرق کر دیا، پھر اس کا یوگ ہونے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہیں لگے گی۔

سچی بات تو یہ ہے کہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کے دو چار یا دس راستے نہیں ہیں بلکہ اسے پراپت کرنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اس پر دل و جان سے فدا ہو جائیں۔ ہم اس کی خاطر ہر قربانی کرنے کے لئے

تیار ہوں اور اُس کے لئے زندہ ہی مرنا قبول کریں یعنی اپنی خودی کو ختم کر کے خُدا کی خدائی میں شامل ہو جائیں
جب تک ہم ایسا نہیں کرتے، ہمارا کوئی بھی دھرم کرم ہمیں سنسار کے بندھنوں سے نجات نہیں دلا سکتا۔
خدا سے وصل حاصل کرنے کا مقصد بھُلا کر چُونکہ مذہب والوں نے اِنسان کا سُدھار کرنا ہی اپنا نصب العین
بنا لیا ہے۔ اِس لئے خُدا تو ملتا نہیں اور ایک اِنسان دُوسرے اِنسان کو ٹھیک کرتے کرتے خود ہی راہِ راست
سے بھٹک جاتا ہے۔

ہم نے کہا کہ پرماتما کو پانے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے آتما کو پرماتما کے ساتھ ایک رُوپ کر دینا۔
یہی نرو کلپ سمادھی ہے۔ اور یہی یوگ ہے۔ نہ تو پرماتما کو پانے کے دو راستے ہیں اور نہ ہی کوئی دو طرح کے
یوگ ہیں۔ یقیناً ایک ہی راستہ ہے اور ایک ہی یوگ ہے۔ پرماتما کے سادھک، بھگت اور یوگی کسی مغالطہ
میں نہ رہیں۔ جب تک وہ سچائی کو نہیں سمجھ لیتے اُن کے کلیان کی کوئی صورت نہیں۔

مذہب والے بھی کسی غلط فہمی میں مُبتلا نہ رہیں۔ اب خُدا کو زیادہ عرصہ تک مندروں اور
عبادت گاہوں میں قید نہیں کیا جاسکے گا اور نہ ہی اِنسان کی رُوح کو لاعلمی کی تاریکیوں میں رکھا
جاسکے گا۔ یہ سائنس، علم اور آزادی کا زمانہ ہے۔ اِنسان کی رُوح جہالت کے پردے پھاڑ کر آسمان کی
بلندیوں اور ستاروں سے آگے وہاں تک پرواز کرنے کو بیقرار ہے جہاں خدا کا نُور برستا ہے۔ خُدارا اِنسان
کی رُوح پر قابض ہونے کی کوشش مت کیجئے ورنہ آپ کے دھرم اور فرضی خُدا کا وجُود ہی خطرہ میں
پڑ جائے گا۔

مذہبی رہنماؤں اور اُن کے معتقدوں کا مفاد اب اِسی بات میں ہے کہ وہ خُدا کے بندوں کو جہالت
میں رکھ کر اُنھیں توہمات کا شکار نہ بنائیں۔ کیونکہ علم کی روشنی ہو جانے پر کوئی اِنسان کسی دُوسرے
اِنسان کو فرضی خُدا کے نام پر زیادہ عرصہ تک بیوقوف نہیں بنا سکتا۔ خُدا کا واسطہ دیکر جو غریبوں کی لُوٹ کھسوٹ
کی جاتی ہے اُسے اب برداشت نہیں کیا جائے گا اور نہ اِس بات کی اجازت ہوگی کہ تیاگ اور ویراگ کی تعلیم
دینے والے دان اکٹھا کر کے اپنے نام پر جائیدادیں بنائیں اور خود تو عیش و آرام کی زندگی بسر کریں۔
جبکہ عوام بھُوکے ننگے کھُلے آسمان کے نیچے پڑے رہنے کو مجبُور ہوں۔ جو دھن دان کے طور پر حاصل کیا جاتا ہے
وہ دھرم پرچار اور فلاح و بہبُود کے کاموں پر صرف ہونا چاہیئے۔

آخر میں ہم سرو ویاپک، سرو شکتیمان، سب جیووں کے ہردے میں سھت سچدانند سوروپ
پربرہم پرمیشور کا دھیان کر کے پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں سدبُدھی پردان کریں تاکہ ہم سنمارگ پر چلتے
ہوئے اُن کی کرپا کے پاتر بن سکیں۔

برہمانند نندہ

اوم　　ॐ　　اوم

یوگ کیا، کیوں، کہاں اور کیسے؟

از - شری کانشی رام جی چاولہ - لدھیانہ

"یوگ انک" کیوں؟

شری نندہ جی کو ۱۹۷۵ء کے سالنامہ "پرمیشور انک" کے بعد ۱۹۷۶ء کا سالنامہ "یوگ انک" نکالنے کا وچار کیوں پیدا ہوا۔ اس کی بھی کوئی وجہ ہونی چاہیئے؟ اِس سوال کا جواب دینے سے پیشتر ہم نے دیکھنا ہے کہ "یوگ" شبد کا ارتھ کیا ہے؟ یوگ شبد ایک بڑا وِیاپک شبد ہے۔ کوشوں میں اِس کے ارتھ یہ لکھے ہیں۔ جوڑ، میل، مِلاپ، مِلاؤ، سنیوگ، سمبندھ، تپ، تپسیا، اُپائے، نسخہ، دھیان، سمادھی، پرمیشور میں من لگانا، جیو آتما اور پرماتما کا ایک ہونا وغیرہ۔

یوگ شبد کے ان ارتھوں سے ہی اس سوال کا جواب مِل جاتا ہے کہ "پرمیشور انک" کے بعد "یوگ انک" کیوں نکالا گیا۔ پرمیشور کی طرف سے ہی شری نندہ جی کے من میں پریرنا مِلی معلوم ہوتی ہے۔ سنکیت دیا گیا ہوگا کہ پرمیشور کی مہانتا، اس کی نزدیکی یا سمیپتا، اُدراش میں وشواس اور پریم ہونے سے جو لابھ اور الوکِک سُکھ پراپت ہوتا ہے۔ وہ تو سب کچھ "پرمیشور انک" میں بتا دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے بعد اب یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ اس مہان ستّا والے پرمیشور سے مِلاپ یا سمبندھ قائم کس طرح سے کیا جائے۔ چونکہ "یوگ شبد" کا ارتھ ہی پرمیشور سے مِلاپ اور سمبندھ ہے۔ اِسی لئے اِس انک میں وہ تمام اُپائے اور نسخے (یہ بھی یوگ شبد کے ہی ارتھ ہیں) بتائے جاتے ہیں، جن سے جیو آتما، پرماتما کے ساتھ من لگائے اور اس کے ساتھ ایک ہو جائے۔ (یہ سب کریائیں اور ان کے پرینام بھی یوگ شبد ہی ویکت کرتا ہے۔)

ایک درشٹانت

جس طرح اگر ہم کسی شخص کو بتائیں کہ ایک ایسا چشمہ ہے جس کا جل پان کر کے منشیہ کی

پیاس سدا کے لئے شانت ہو جاتی ہے۔ تو اتنا ماتر بتلا دینا تو اس شخص کے لئے نہ تو کافی ہی ہو گا اور نہ ہی لابھ پرد۔ اس آدمی کو حقیقی لابھ بھی ہو سکتا ہے، کہ جب اسے یہ بھی بتایا جائے، کہ وہ چشمہ کہاں ہے اور وہ وہاں تک کیسے پہنچ سکتا ہے، اور وہاں پہنچ کر اس کے جل کا سیون کیسے کر سکتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے جب "پرمیشور انک" میں پرمیشور کی مہتتا اور اس کے ساتھ ایکتا ہونے پر پرم سکھ کی پراپتی کی باتیں بتائی گئیں، تو اب یہ بھی واضح کرنا لازمی ہے، کہ وہ پرمیشور ہے کہاں؟ اس تک پہنچنے کا مارگ کونسا ہے، اور اس سے ملنے کے سادھن یا اپائے کیا ہیں۔ ان سارے سوالوں کا جواب یوگ شبد میں ہی مضمر ہے، اور اسی لئے یہ یوگ انک نکالا گیا ہے۔ لہذا میں شری نندہ جی کو اس انک کے نکالنے کی سادر بدھائی نویدن کرتا ہوں۔

یوگ کی اوشیکتا

یوگ کیوں ضروری ہے؟ یہ امر یوگ شبد کے بیان کردہ ارتھوں سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی کچھ تشریح کی جاتی ہے۔ جیووں کی چوراسی لاکھ یونیاں بتائی جاتی ہیں۔ جیو اپنے اپنے کرموں کے انوسار دیگر مختلف یونیوں میں جنم لے کر اپنے شبھ کرموں کے پھل سوروپ منشیہ کا جنم پاتا ہے۔ یہ انسانی جامہ اسے اس لئے عطا ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ وہ اپنے پریتم پرماتما سے یوگ یا میل کر کے جنم مرن کے چکر سے رہائی پائے، اور موکش پد کا ادھیکاری بنے۔ اگر وہ اس مانو جنم کا لابھ یوگ دوارا نہیں اٹھاتا، تو وہ پھر جنم مرن کے چکر میں پڑا رہتا ہے۔ اسی لئے شرتی کہتی ہے:-

इह चेद वेदीदथ सत्यमस्ति न चेदिहा वेदीन्महती विनिष्ठः। (केन उप० २-५)

ارتھ:- اے جیو! اگر تو نے اس جنم میں اس مہان ستا کو جان لیا تو تو تیرا بھلا ہو گیا لیکن اگر تو چوک گیا تو تو نے اپنی بڑی تباہی کر لی۔ وید بھگوان کا فرمان ہے۔

युक्ते न मनसा वयं देवस्य सवितुः सर्वे स्वर्गयाय शक्त्या। (यजु 11-2)

ارتھ:- پرمیشور کے دیئے ہوئے اس جنم میں ہم لوگ یکت من سے اور سادھنوں سے سچے سکھ کے بھاگی بن سکتے ہیں۔

स निश्चयेन योक्तव्यो योगोऽनिर्विण्ण चेतसा। (गीता ६-२३)

ارتھ:- وہ یوگ نشچے پوروک چت کی تت پرتا سے کرنا کرتویہ ہے۔

● پرم سنت گوسائیں تلسی داس جی نے رام چرت مانس میں فرمایا ہے:-

بڑے بھاگ مانش تن پاوا ۔ سُر دُرلبھ سب گرنتھن گاوا
سادھن دھام موکش کر دوارا ۔ پائے نہ جیہ پرلوک سنوارا

سو پر تر دُکھ پاوئی سر دُھنی دُھنی پچھتا ئے　　٭ کالہی کرمہی ایشور ہی متھیا دوس لگا ئے　　(اُتر کانڈ-۴۳)

اَرتھ :- اِنسانی جامہ بڑی خوش نصیبی سے مِلا ہے۔ سادے گرنتھ کہتے ہیں کہ یہ دیوتاؤں کو بھی نہیں مِلتا۔ جِس جیو نے اِس سادھن کو کر کے موکش پراپت کرنے والے مانو جنم کو پاکر سپھل نہیں کیا، وہ اَنت میں دُکھ پائے گا، اور پھر بے حد طور سے پچھتا کر فضول طور سے زمانہ کو یا کرموں کو یا پرمیشور کو ہی الزام دے گا۔

● سُندر کوی جی نے کہا ہے :- ؎

پایو ہے منشیہ دیہہ اوسر بنیو ہے آئے　　ایسی دیہہ بار بار کہو کہاں پائیے
بھُولت ہے با نورے تو اب کے سیانو ہوئے　　رتن امول یہ کا ہے کوں ٹھگا ئیے
سمجھ بچار کری ٹھگن کو سنگ تیاگ　　ٹھگ بازی دیکھ کہوں من نہ ڈلا ئیے
سُندر کہت تو ہے اب سادھان ہوئے
ہری کو بھجن کر ہری میں سمائیے

● گوربانی سُکھمنی صاحب میں اَرشاد ہُوا ہے :-

رام نام تت کرو بچار　　دُرلبھ دیہہ کا کرو اُدھار
ہلت پلت دوئی لیہو سنوار　　رام نام انتر اُر دھار
سچ وِپار کرو وپاری　　در گہہ نبھے کھیپ تمہاری
ایکا ٹیک رکھو من ماہہ　　نانک بوہر نہ آوے جاہہ

● مہابھارت کے شانتی پرب (۲۹۷/۴۴) میں لکھا ہے، کہ جو اِنسان پرم دُرلبھ منشیہ جنم کو پاکر اُسے سپھل نہیں بناتا، وہ مہان لابھ سے محروم رہ جاتا ہے۔

● شریمد بھاگوت (۵/۳۔۱۔۵) میں کہا ہے کہ اِس مرت لوک میں یہ مانو شریر وِشے بھوگ کے لئے نہیں ہے۔ اِس سے تو تپ اور اَنتہ کرن کی شُدھی کے دوارا برہمانند کی پراپتی کرنی ہے۔

یوگ کی مہانتا اور اِس کا لابھ

اِس سے پیشتر یوگ کی آوشیکتا شاستروں کے پرمان دے کر واضح کی گئی ہے۔ سوال ہوسکتا ہے کہ یوگ کو اتنی مہانتا کیوں دی گئی ہے۔ اِس سے جیو کو لابھ کیا ہوسکتا ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ منشیہ کی سب سے بڑی سمسیا اور اِس کا سب سے جٹل مسئلہ ہے دُکھ کی نورتی یعنی دُکھ سے چھٹکارا پاتا۔ منشیہ کا یہ مقصد اگر کسی بھی طریقہ سے حاصل ہوسکتا ہے، تو وہ یوگ سے ہی ہوسکتا ہے۔ اُس کو سچا سُکھ دینے کا ذریعہ یوگ ہی ہے۔ یعنی سُکھ سوروپ پرمیشور سے ایکتا اور مِلاپ پیدا کرنا۔

اِس بارے میں بھی اِس حقیقت کی تائید میں دو طرح کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو اِن مہاتماؤں کا جیون جنہوں نے یوگ کی سِدھی کر کے سچے آنند کی پراپتی کی۔ آپ کسی بھی یکت مہا پُرش کا جیون پڑھ جائیں، تو اِس سے آپ کو پتہ لگے گا، کہ دُکھ نام کی کوئی چیز ان کے نزدیک پھٹک نہیں سکتی تھی۔ یہ بات نہیں کہ اُنہیں روگ نہیں ستاتا تھا، یا اُن کے سامنے کوئی رُکاوٹیں نہیں آتی تھیں، یا ناموافق حالات سے دوچار نہیں ہونا پڑتا تھا۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں تو انسانی جیون کا ایک انگ یا جُز ہیں۔ لیکن اِن سب حالات کے وارد ہونے پر بھی اُن کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ ؎

جو مرد ہیں پورے وہ ہر حال میں خوش ہیں
ہر کام میں ہر دام میں ہر حال میں خوش ہیں
جو مال دیا رب نے تو وہ مال میں خوش ہیں
بے زر جو کیا اُس نے تو اُسی حال میں خوش ہیں
کھانے کو بلا کم تو کم میں رہے خوش
جس طرح بھی رکھا اُسی عالم میں رہے خوش
گر غم دیا اُس نے تو غم میں رہے خوش
ماتم جو دیا اُس نے تو ماتم میں رہے خوش
چہرے پہ ملامت نہ جگر میں بھی کچھ غم
ماتھے پہ کہیں چیں نہ ابرو میں کہیں غم
شکوہ نہ زباں پہ نہ کبھی چشم ہوئی نم
غم میں بھی وُہی عیش الم میں بھی وُہی دم
جینے کا نہ اندوہ نہ مرنے کا ذرا غم
یکساں ہے اُنہیں زندگی اور موت کا عالم

دُکھ درد میں آفات میں جنجال میں خوش ہیں
پُورے ہیں وُہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

یہ ہوتی ہے یکت پُرشوں کی حالت۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیونکہ اُنہوں نے آنند سوروپ پرمیشور کے ساتھ یوگ کیا ہُوا ہوتا ہے۔ اُس کے ساتھ ایکتا کی ہُوئی ہوتی ہے۔ اِسی لئے اُن کو وہ اوستھا بھی جس کو عام لوگ دُکھ کہتے ہیں، سُکھ ہی میں پرتیت ہوتی ہے۔ اُن کے من کی اوستھا ایسی بن جاتی ہے کہ جس طرح کمل کے پتے پر پانی نہیں ٹھہر سکتا یا مُرغابی کے پَروں کو پانی گیلا نہیں کر سکتا۔ اُسی طرح عام لوگوں کی نگاہ میں جو دُکھ کا عالم ہوتا ہے، وہ اُن کے من پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ وہ دُنیاوی رنج و غم کے اثر کو اپنے من پر جمنے نہیں دیتے۔ اُن کے من کی حالت کمانی دار کُرسی کی مانند ہوتی ہے۔ جس طرح کمانی دار کُرسی پر بوجھ گرے، تو وہ ذرا سی دب جاتی ہے۔ لیکن اُسی وقت اپنی اصلی حالت میں آ جاتی ہے۔ ٹھیک اُسی طرح یکت پُرشوں کا من ہوتا ہے۔ وہ پتھر دل نہیں ہوتے دُوسروں کی تکلیف کو دیکھ کر، یا اپنی ذات پر کوئی ناخوشگوار واقعہ درپیش آنے پر اُن کے من کو چوٹ ضرور لگتی ہے، لیکن اِس کا اثر بہت جلد زائل ہو جاتا ہے، اور وہ پھر اپنی آنندی حالت میں مست ہو جاتے ہیں —— اُن کے من پر ایسے مخالف حالات اور واقعات کا اثر اتنا

عرصہ ہی رہتا ہے۔ جتنا عرصہ ریت پر پڑی ہُوئی لکیر کا نشان رہتا ہے۔ اسی لئے پریکت یعنی یوگ سِدّھ پُرشوں کی علامت ہی یہی ہوتی ہے۔ کہ ؎

خُدا کے بندوں کی پہچان ہے یہی خوش دل
غموں میں رہ کے بھی وہ غمزدہ نہیں ہوتے

● ایک اَور دانا نے ایسے خوش نصیب انسانوں کی نسبت فرمایا ہے کہ ؎

جس کے دِل کو مُطلقاً جنبش نہ بیش و کم سے ہو
جو نہ شادی سے ہو شاداں جو نہ غمگیں غم سے ہو
رُوح اس کی راحتوں سے مالا مال ہو جائے گی
جو کبھی نہ ختم ہو ایسا سکوں وہ پائے گی

ایسے پریکت پُرشوں کی مثالیں بہت سی ہیں۔ طوالت مضمون کے خوف سے کچھ ہی عرض کر دی جاتی ہیں:

۱- پرم ہنس رام کرشن جی کے گلے میں ناسور ہو گیا۔ ایک دِن شری ششی دھر ترک چُوڑامنی جی اُن کے پاس گئے، اور کہا آپ من کو ایکاگر کرکے دو بار اپنے مُنہ سے کہیں "روگ چلا جا" تو آپکی اپنی آتمک شکتی سے ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ سُن کر پرم ہنس بولے۔ مَیں اپنے من کو بھگوان سے ہٹا کر اس ہاڑ مانس کے پنجرے کی طرف کیوں لگاؤں۔ تب اِن کے شِشوں نے کہا کہ آپ بھگوتی ماں سے ہی سواستھ کی پرارتھنا کریں۔ تب پرم ہنس جی نے فرمایا۔ کیا ماں سے کوئی بات چُھپی ہُوئی ہے کہ مَیں اُس کو تکلیف دُوں، مَیں ایسی مُورکھتا نہیں کر سکتا۔ جو کچھ ہو رہا ہے وُہی ٹھیک ہے۔

۲- مہاراج ایک ناتھ کو بھگوان نے انوکُول یعنی اپنی طبیعت کے موافق دھرم پتنی دی تھی۔ اِس لئے وہ بھگوان کا شکریہ کرتے تھے، کہ اُس کی سہایتا سے وہ جلدی ایشور پراپتی کر سکیں گے۔ لیکن اِس کے برخلاف مہاراج تُکا رام جی کو انوکُول پتنی نہیں ملی تھی۔ اِس کا سُبھاؤ اَور مزاج وغیرہ اُنکے بالکل خلاف تھا۔ لیکن وہ بھی بھگوان کا شُکر کرتے ہُوئے کہتے تھے کہ اُس دیالو کی کتنی انوگرہ ہے، کہ اگر پتنی موافق ہوتی، تو وہ اُس کے موہ میں پھنس کر اپنے آتم کلیان کی طرف کم توجہ دیتے۔

۳- لوکمانیہ تلک کی ساٹھویں ورش گانٹھ کا دن بڑی دُھوم دھام سے منانے کا انتظام پُونہ میں کیا گیا تھا۔ ایک لاکھ روپیہ کی تھیلی بھینٹ کرنی تھی۔ بڑے بڑے نیتا آئے ہُوئے تھے۔ خوب چہل پہل ہو رہی تھی۔ جب لوکمانیہ جی بھی وہاں آ گئے، تو اُن کے پیچھے ہی کپتان پولیس نے وہاں آ کر بیس ہزار روپیہ کی ضمانت کے نوٹس پر تعمیل کروائی۔ لوکمانیہ جی نے نوٹس جیب میں ڈالا،

اور اُسی طرح آگرا تسو میں شامل ہو گئے۔

۴۔ پرسدھ پربھو بھگت رام نارائن جی آخری عمر میں ادھرنگ کے روگ میں مُبتلا ہو گئے۔ اُن کے شِشیہ دیش بھگت بابو اشونی کمار بڑے اُداس ہو کر اُن سے ملنے گئے۔ پربھو جی ادھرنگ کی وجہ سے صرف ایک ہی ہاتھ سے اِن کو بڑی خوشی سے ملے، اور خوشی خوشی شاستروں اور مہا پُرشوں کے واکیہ بول بول کر تین گھنٹے تک ہنستے ہنستے ہی باتیں کرتے رہے۔ آخر اشونی جی نے کہا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ آپ بہت دُکھی ہوں گے۔ تب بھگت جی نے کہا۔ پیارے اشونی! جس پرمیشور نے اتنی عمر تک سُکھ دیئے، اِتنے سُندر درشیہ اور استھان دکھائے، بڑے منگل بھرے اوسر دیئے۔ کیا اب وہ مجھے چھوڑ گئے ہیں، یا میں نے اُن کو چھوڑ دیا ہے۔ اب یہ ایک نئی قسم کی موج دکھا رہے ہیں، اور میں اُسی طرح آنند بھرے من سے اُس کی موج کو بھی دیکھ رہا ہوں۔

یوگ کی مستی اور آنند

اِن وچاروں اور درِشٹانتوں سے آپ پر واضح ہو گیا ہو گا، کہ یُکت پُرش کیسی مستی بھرا آنند کا بھاگی بنتا ہے۔ اِس میں شاستر کا پرمان بھی پیش کیا جاتا ہے:۔

युञ्जन्नेवं सदात्मानं योगी विगत कल्मषः ।
सुखेन ब्रह्म संस्पर्श मत्यन्तं सुखमश्नुते ॥
यं लब्ध्वा चापरं लाभं मन्यते नाधिकं ततः ।
यस्मिन्स्थितो न दुःखेन गुरुणापि विचाल्यते ॥ (गीता ६- २८ २२)

ارتھ:۔ اِس طرح سے یوگ سِدھ پُرش سدا اپنی آتما کو پرمیشور کے ساتھ جوڑ کر بڑی آسانی سے پرماتند پراپتی کے آنند کو انوبھو کرتا ہے۔

اِس لابھ کو پراپت کر کے اِس سے بہتر کوئی اور لابھ وہ نہیں مانتا۔ اور اِس حالت میں قائم رہتا ہُوا وہ بھاری سے بھاری دُکھ سے بھی متزلزل نہیں ہوتا۔

اب ہم نے وچار کرنا ہے کہ بعض لوگ سوچتے ہیں، کہ ہم بھی بھگوان کا چنتن کرتے ہیں۔ اِس سے رشتہ بھی جوڑتے ہیں، لیکن ہمیں تو نہ ہی ایسا آنند پراپت ہوتا ہے، اور نہ ہی دُکھوں سے چھٹکارا ملتا ہے۔ ہم نے دُکھوں کو دھتہ تو کیا بتانا ہے، بلکہ ہم کو تو وہ دبائے رکھتے ہیں۔ اِس کا جواب ایک شاعر کے اِلفاظ میں سُنیئے۔ اُس نے کہا ہے کہ

دِل میں جلائی آپ نے ہے حِرص و ہَوا کی آگ
اِک دن نہ دِل سے شکر کا سجدہ ادا کیا

باتیں تو کیں خدا کے بھروسے رات دِن
لیکن نہ خود کو آپ نے سُپردِ خدا کیا

اس لئے یہ حقیقت سمجھ لینی چاہیئے، کہ پرمیشور کے ساتھ بھگتی بھرا یوگ پراپت کرنے کے لئے خاص تردد کی ضرورت ہے۔ ایک خاص قسم کا جیون وتیت کرنے کی آوشیکتا ہے۔ وہ جیون کیسا ہونا چاہیئے۔ اس بارے میں بھی شاستروں کا پرمان سماعت کیجئے۔

अद्वेष्टा सर्व भूतानां मैत्रः करुण एव च ।
निर्ममो निरहंकारः सम दुःख सुखः क्षमी ।।
समः शत्रौ च मित्रे च तथा मानापमानयोः ।
शीतोष्ण सुख दुःखेषु समः सङ्ग विवर्जितः ।।
तुल्य निन्दा स्तुतिर्मौनी सन्तुष्टो येनकेनचित् ।
अनिकेतः स्थिरमतिर्भक्तिमान्मे प्रियो नरः ।। (गीता १२-१३/१८,१९)

ارتھ :- پرمیشور کے ساتھ اُس شخص کا پریم یوگ ہو سکتا ہے کہ جو کسی بھی پرانی سے دویش نہ کرے۔ اِتنا ہی نہیں، بلکہ سب سے مِترتا رکھے۔ چھوٹوں، دُکھیوں اور کمزوروں پر دَیا کرے۔ ممتا رہت ہو، مغرور نہ ہو، دُکھ سُکھ میں ایک سا رہے، ایرا دھیا قصور کرنے والوں کو معاف کر دے۔ دوست دُشمن میں اور عزت بے عزتی میں سمان بھاو بنائے رکھے۔ اسی طرح سے سردی گرمی اور رنج و راحت میں بھی یکسانیت کا بھاؤ قائم رکھے، دنیاوی چیزوں میں من نہ پھنساوے، کوئی بڑائی کرے یا بدگوئی، اس سے بے نیاز رہے، پربھو سمرن میں مست رہے، ہر حال میں شاکر رہے، گھر سے بھی موہ نہ ہو، عقل کو برقرار رکھے، من کو بھگتی بھاؤ سے بھرپور رکھے۔

● گوربانی کا ارشاد بھی ملاحظہ کیجئے:۔

نہہ نندیا نہہ استتی جا کے لوبھ موہ ابھیمانا۔
ہرکھ سوگ تے رہے نیارو ناتھہ مان اپمانا
آسا منسا سگل تیاگے جگ تے رہے نراسا
کام کرودھ جیہہ پرسے ناہن تیہہ گھٹ برہم نواسا۔ (سورٹھ محلہ ۹)

اگر آپ سُکھوں کے بھنڈار سُکھ سورُوپ پربھو سے یوگ کرنے کے طلبگار ہیں، اگر آپ پرم سُکھ کے سوامی پرمیشور کا میل چاہتے ہیں، اگر آپ کو آنند کے سروت آنند سورُوپ پریتم سے مِلاپ کی آرزو ہے، تو ایسی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ کچھ مہاتماؤں کے کتھن بھی سُن لیجئے۔

سرس رہے سنسار میں من راکھے مجھ پاس
لپت نہ ہو سنسار میں وہی جانو مم داس

جن پرانی نے جانیا گھر بن ایک سمان — گر بھیتر بن جیوں رہے سو ہے سادھو سُجان

پریم بھاؤ اِک چاہیئے بھیش انیک بناؤ — بھاویں گھر وِدتھے رہو بھاویں بن میں جاؤ

جو کوئی سادھو گرہ میں مُنہ رام بھرپور — کہے دریا وا سادھو کی میں چرنن کی دھور

● ایک یوگ ایکت سجن کہتا ہے۔

دُنیا میں ہُوں دُنیا کا طلب گار نہیں ہُوں
بازار سے گزرا ہُوں خریدار نہیں ہُوں

● ایک مہان آتما کا فرمان پنجابی بھاشا میں پیش خدمت ہے۔

بُھلیا جوگیا جوگ دا پاج کرکے کاہنوں دُھونیاں اچھل رمائی جاویں
چُوہاں اُجڑیاں کچھدا پھریں اینویں کاہنوں جٹاں تے جٹاں وددھائی جاویں
لابھ دس بھبھوتیاں مَلن داکی، کھیہ سواہ تُوں کیساں چ پائی جاویں
بھگوے ویس کرکے چتر بگلیا اوئے، وِچوں قینچیاں خُوب چلائی جاویں

پلّے بنھ لے پیچ کے گل میری ایہناں ویساں اندر سچا جوگ نہیں اوئے
اصل جوگ نُوں پالیا ٹھیک اُس نے جیہدے من ہنکار دا روگ نہیں اوئے
جنہوں خوشی نہ جمیاں پرتیاں دی، اتے مرن والیاں دا کچھ سوگ نہیں اوئے
جنہوں چِنتا نہ نندیا اُستتی دی۔ جو خوشامداں دی چُگدا چوگ نہیں اوئے

سچ بولنا نیکی دے راہ چلنا، ایہو جوگ ای جو گیا کھٹ لے تُوں
دتّی ہردے دے وِچ ہے کھان سچی، اپنے اندروں آپ ہی پٹ لے تُوں
جت ست تے دھرم نُوں دھار لینا، نام پربھو دا جیبھا توں رٹ لے تُوں
سیوا دھرم دے وِچ تُوں من لاویں، لاہا نال اُپکار دے کھٹ لے تُوں

سدا اندر لے دے نال جُڑ رہنا ایہو جوگ اِی ہور دی لوڑ کوئی نہیں
اندر والا جے ہیرا تُوں لبھ لویں، تینُوں کسے وی گل دی تھوڑ کوئی نہیں
موہ ممتا دے وِچ جو پھسدا نہیں، نہ ہی ہر کھ تے سوگ اوہ منیدا اے
ہتھیں کر کے آپ کمائی کھاندا، جنم مرن دا جھگڑا اوہ بھنّدا اے

یوگ سدھی سے پرم سُکھ کی پراپتی

ہر شخص سُکھ کی تلاش میں ہے اور اس کے لئے ہی انیک یتن کرتا ہے۔ کوئی دولت حاصل کرنے میں سُکھ ڈھونڈتا ہے، کوئی اقتدار حاصل کرنے میں، کوئی شہرت میں اور کوئی مقبوضات میں لیکن ان کے حاصل کرنے پر بھی وہ سُکھی نہیں بنتا۔ سُکھ کا سروت تو انسان کے اندر ہے۔ اس کے اُوپر انسان نے اپنی غلط کاریوں کا ڈھکنا دے رکھا ہے۔ جیسے خود غرضی، خود پسندی، نفرت، حرص، خواہشات وغیرہ کا جب تک ان چیزوں کا بنا ہُوا ڈھکنا من اور آتما سے پرے نہیں کیا جاتا، تب تک سچا سُکھ انسان کو نہیں مل سکتا۔ اس ڈھکنے کو دُور کرنے سے ہی اصلی سُکھ کی پراپتی ہو سکتی ہے۔ یہ ڈھکنا دُور ہو سکتا ہے یوگ کی سادھنا سے۔ یوگ کی سدھی ہو جانے پر انسان فراخدل بن جاتا ہے۔ سب سے پیار کرتا ہے۔ سب میں ایک ہی پربھو کی جیوتی دیکھتا ہے۔ سب کا بھلا سوچتا ہے۔ دُوسروں کو سُکھ اور خوشی دینا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اپنے فرائض کی ادائیگی ایمانداری تندہی، لگن، خوش دلی اور صدق دلی سے کرتا ہے۔ یوگ کی سدھی ہونے پر یوگ سدھ پُرش جو الوکک سُکھ محسوس کرتا ہے۔ اس کے متعلق شاستر کا ہی پرمان سُنیئے۔ طوالت مضمون کے خوف سے، اور اُردو مضامین میں سنسکرت بھاشا کے پرمانوں کی تحریر کی دقّت کے پیش نظر ان شاستر پرمانوں کا صرف ترجمہ ہی دیا جاتا ہے۔

۱۔ جو پُنیہ پھل ویدوں کے پڑھنے سے، یگیہ کرنے سے، تپ کرنے سے اور دان کرنے سے پراپت ہوتا ہے۔ بلاشبہ اس سب پرکار کے سُکھ کی حد کو پار کرتا ہُوا یوگ سدھ پُرش سناتن پرم پد کو پراپت ہوتا ہے۔ (گیتا ۸-۲۸)

۲۔ جو پُرش نشچے کر کے انتر آتما میں سُکھ لیتا ہے۔ انتر آتما میں ہی آرام لیتا ہے، اور انتر آتما میں ہی آرام لیتا ہے اور انتر آتما کی جیوتی کے درشن کرتا ہے۔ وہ یوگ سدھ پُرش پر برہم پرماتما کے ساتھ ایکی بھاؤ ہو کر شانت برہم کو پراپت ہوتا ہے۔ (گیتا ۵-۲۴)

۳۔ یوگ سدھ پُرش تپسویوں سے بھی بہتر ہوتا ہے، شاستر گیان والوں سے بھی اُتم ہوتا ہے، اور کرم کے پھل کی آشا رکھنے والوں سے بھی اعلےٰ ہوتا ہے۔ اس لئے اسے ارجن تو یوگ سدھی کو پراپت کرنے والا بن۔ (گیتا ۶-۴۶)

۴۔ اے ارجن! یہ ایک حقیقت ہے، کہ اپنی انتر آتما میں پرمیشور کے دھیان کے ابھیاس رُوپ یوگ سے یُکت پُرش، اور کسی طرف دھیان نہ دیتا ہُوا ہمیشہ چنتن کرنے والا پُرش اس لاثانی پرم برہم پرمیشور کو پراپت کرتا ہے۔ (گیتا ۸-۸)

۵- اپنے انتہ کرن میں بھگوت سورُوپ کو منن کرنے والا یوگ سِدّھ پُرش بہت جلد پر برہم پرماتما کو پراپت ہو جاتا ہے۔ (گیتا ۵-۶)

۶- اس حالت میں یوگ کے ابھیاس سے وش میں کیا ہوا چت بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور پرماتما کے درشن کرتا ہوا اُسی کے پرم سُکھ میں مست رہتا ہے۔ (گیتا ۶-۲۰)

۷- یوگ سِدھی سے من اچھی طرح سے شانت ہو جاتا ہے، پاپ سے دُور رہتا ہے۔ چنچلتا ختم ہو جاتی ہے، اور اس طرح یوگ سِدھ پُرش اَتی اُتم سُکھ کو پراپت کرتا ہے۔ (گیتا ۶-۲۷)

یوگ سِدّھ پُرش کے لکشن (علامتیں)

کئی سجن یوگ سِدھی کے لئے کئی پرکار کے سادھن کرتے ہیں، کیونکہ وہ شاستروں میں اِس سے پرم سُکھ کی پراپتی کی بات پڑھتے ہیں، لیکن وہ اِس حقیقی سُکھ کو حاصل نہ کر کے مایُوس ہو کر سوچتے ہیں کہ شاستروں میں جو یہ بات لکھی ہے، ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن اُن کا سوچنا غلط فہمی پر مبنی ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ پہلے تو وہ جو سادھن کرتے ہیں وہ پُورن ریتی سے ٹھیک نہیں ہوتے۔ آج کل بہت سے مت چل پڑے ہیں، جو یوگ کی کچھ کریاؤں کو اُدھوری اور نامکمل طرح کی بتا کر سبز باغ دکھاتے ہیں، کہ تمہیں معمولی سی سادھنا سے ہی اس مہان سُکھ کا انوبھو ہونے لگے گا۔ اِسی طرح سے کئی لوبھی لوگ مداری کی طرح تماشے دکھا کر لوگوں کے گُورو بن کر اُسی طرح کی اَپُورن کریاؤں کے ذریعے اُن کو اپنے چنگل میں پھنسا رہے ہیں۔ کئی بھگوان کے اَوتار اپنے آپ کو کہہ کر پرم سُکھ کے بناوٹی سادھن بتا کر لوگوں کو یوگ کی سچی راہ سے بھٹکا رہے ہیں اس لئے جو لوگ، یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کو یوگ دوارا پرم سُکھ کی پراپتی نہ ہونے کے باعث شاستروں کا کتھن غلط ہے۔ اُن کو دیکھنا چاہیئے کہ آیا اُن کی کی ہوئی سادھنا کا حقیقی پھل بھی ان کو ملا ہے یا نہیں۔

اگر یوگ کی سِدھی ہو جائے، تو یوگ سِدھ پُرش کے یہ لکشن ہونے چاہئیں۔ اگر تو وہ اپنے میں یہ علامتیں مکمل طور پر ٹھیک پاتے ہیں، تب تو اُن کو پرم سُکھ کا ملنا نشچت ہے۔ لیکن اگر اُن میں یہ لکشن نہیں آئے، تو اُنہیں سمجھ لینا چاہیئے، کہ آج کل کے لوبھی گورو، بناوٹی اوتار اور نوبن متوں والے ان کو غلط رستے پر چلا رہے ہیں۔ اس لئے اس راہ کو چھوڑ کر یوگ کے سچے مارگ پر گامزن ہوں، تب ہی ان میں یوگ سِدھی کے اصلی لکشن رُونما ہو سکیں گے، اور وہ یقینی طور پر پرم سُکھ کا آنند پراپت کریں گے۔ اب وہ لکشن بتائے جاتے ہیں۔ جو یوگ سِدّھ پُرش میں وِدیمان ہونے چاہئیں۔ لیکن اُردو زبان میں ہونے کی وجہ سے پرانوں کے سنسکرت شلوک نہ لکھ کر اُن کا انوواد ہی پیش کیا جاتا ہے۔

۱- یوگ سِدھ پُرش اس طرح کا سم درشی (نگاہ کی یکسانیت والا) ہو جاتا ہے کہ وہ کسی کو غیر

نہیں سمجھتا۔ سب میں اپنی ذات کو دیکھتا ہے۔ اور اپنے آپ میں سب کو دیکھتا ہے۔ (گیتا ۶-۳۰)
۲- جو پُرش سب میں بھگوان کی سّتا کو دیکھتا ہے، اور سب کو اُسی ایک بھگوان میں دیکھتا ہے اس سے بھگوان جُدا نہیں ہوتے اور وہ بھگوان سے جُدا نہیں ہوتا۔ (گیتا ۶-۳۰)
۳- جو پُرش یکسانیّت کی نگاہ والا ہو کر سب میں بھگوان کی سّتا کے درشن کرتا ہُوا سب سے پریم اور سب کی سیوا کرتا ہے۔ وہ ہر طرح سے اپنے فرائض نبھاتا ہُوا بھی بھگوان میں واس کرتا ہے۔ (گیتا ۶-۳۱)

۴- اے ارجن! جو پُرش اپنے جسم کی مثال سے سارے بھوتوں میں یکسانیت کی نگاہ رکھتا ہے۔ وُہی اعلیٰ درجہ کا یوگ سِدھ پُرش ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح تل تیاگنے والے شریر کے انگوں کو اپنے سر اور آنکھوں کے مقابلے میں بُرا نہیں سمجھتا، اور نہ ہی اُن میں درد ہونے پر اس کی طرف سے یہ خیال کر کے لاپرواہی اور اوہیلنا کرتا ہے۔ کہ چونکہ شریر کے یہ خراب عضو ہے۔ اس لئے اگر اس کو دُکھ درد ہوتا ہے، تو ہوتے دو، بلکہ اس کے درد کا علاج بھی اُسی احتیاط اور خبرداری سے کرتا ہے۔ جیسا کہ سر کا۔ جب کہ اس میں درد ہو۔ اُسی طرح سے جو پُرش اپنے جسم کے سب اعضاء میں یکسانیت کی نگاہ رکھنے کی مانند دُوسرے بھُوتوں میں اور اُن کے دُکھ سُکھ میں بھی یکسانیت کا بھاؤ رکھتا ہے۔ وُہی سچے معنوں میں یوگ سِدھ پُرش ہوتا ہے۔ (گیتا ۶-۳۲)
۵- سب میں یکساں طور پر پرمیشور کی سّتا کو دیکھتا ہُوا اپنے آپ کی تباہی نہیں کرتا۔ بلکہ پرم سُکھ کی پراپتی کرتا ہے۔ (گیتا ۱۳-۲۸)
۶- جس اوستھا میں پُرش پرانیوں کے جُدا جُدا بھاؤ کو ایک پرماتما کے سنکلپ میں ٹھہرا ہُوا اور پرماتما کے سنکلپ سے ہی سارے پرانیوں کے پھیلاؤ کو دیکھتا ہے۔ اُسی صُورت میں ہی وہ پرم سُکھ کا بھاگی بنتا ہے۔ (گیتا ۱۳-۳۰)

یہ ہیں وہ لکشن جو ایک یوگ سِدھ پُرش میں نمودار ہونے لازمی ہیں۔ اگر اس قسم کی وشالتا اور سمتا یعنی یکسانیت کی نگاہ اُن کے اندر پُورن رُوپ سے نہیں اُبھری، تو وہ پرم سُکھ کا انوبھو نہیں کر سکتے۔ اس لئے اُنہیں دیکھنا ہوگا کہ اُن کا سادھن تو غلط نہیں اور نوین متوں والے یا بناوٹی گُورو اُن کو چکمہ تو نہیں دے رہے۔ یہ دُرست ہے، پُورن سمتا بھاؤ یا ایکی بھاؤ جھٹ پٹ تو انسان میں سادھن کرتے ہُوئے بھی اُبھر نہیں سکتے۔ لیکن خیال اس بات کا رکھنا ہوتا ہے کہ یہ سمتا بھاؤ دھیرے دھیرے ترقی پکڑ رہا ہے یا نہیں۔ اگر من کے اندر دویش درودھ اور غیریت کے بھاؤ کم نہیں ہو رہے تو جو بھی سادھنا کی جا رہی ہے، وہ ریت میں تیل ڈھونڈنے کی مانند ہے محض اپنا قیمتی وقت خوش فہمی میں ہی ضائع کیا جا رہا ہے۔

ایسی صورت میں آپ پوچھ سکتے ہیں، کہ آخر یوگ سدھی کی ٹھیک راہ یا اس کے لئے ٹھیک سادھن کونسا ہے تاکہ اس پر عمل پیرا ہو کر اپنی مقصد براری کی جا سکے۔ بلاشبہ ایسے سادھن آپ کی سیوا میں نویدن کئے جائیں گے۔ فی الحال تو آپ کو یوگ سدھی کا اُتم پھل اور اس کی ٹھیک یا غلط راہ کی پہچان عرض کی جا رہی ہے، تاکہ ایک تو آپ کے من میں یوگ سدھی کے لئے اُتکٹ آکانکشا پیدا ہو، اور اگر آپ پہلے ہی کوئی سادھنا کر رہے ہیں، تو اس کی درستی اور نادرستی کا آپ کو پتہ یا اندازہ لگ سکے۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ پربھو سے یوگ حاصل کرنے کی راہ کوئی ایک نہیں ہے۔ اس کے لئے انیک مارگ ہیں۔ کیونکہ بھگوان نے خود فرمایا ہے۔ کہ ؎

ये यथा मां प्रपद्यन्ते तांस्तथैव भजाम्यहम् ।

मम वर्त्मानुवर्तन्ते मनुष्याः पार्थ सर्वशः ॥ (गीता ४ - ११)

ارتھ :- اے ارجن! بھگوان کو جو پرش جس سادھنا سے ملنا چاہتے ہیں۔ بھگوان بھی اُس کو اسی طرح سے ملتے ہیں۔ ہاں اس اُدیش کے لئے منشیہ بھگوان کے ٹھیک مارگ کو گرہن کرنے والے ہوتے ہیں۔

اب سوال ہوتا ہے کہ وہ ٹھیک مارگ کیا ہے؟ اس کی وضاحت تو بعد میں کی جائے گی۔ لیکن ایک ضروری نکتہ بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ کسی گاؤں یا شہر کو جانے کے لئے جس طرح صرف ایک ہی راستہ نہیں ہوتا کئی راستے ہوتے ہیں۔ کسی بھی راستے سے انسان وہاں پہنچ سکتا ہے۔ لیکن ایک بات لازمی ہے کہ انسان کا منہ چلتے ہوئے اُس گاؤں یا شہر کی طرف ہو، اُس طرف پیٹھ نہ ہو۔ ورنہ منہ دوسری طرف کر کے چلنے سے تو آدمی اپنی اُس منزل سے اور بھی دور جا پڑے گا۔ اسی طرح بھگوان سے یوگ یا میل کرنے کے لئے بھی منشیہ جس بھی مارگ سے جانا چاہے جا سکتا ہے۔ لیکن منہ بھگوان کی طرف ہونا چاہیئے۔ اور سنسار کی طرف پیٹھ ہونی چاہیئے۔ یعنی اُس کا پریم پاتر یا لکش بھگوان ہونا چاہیئے۔ اور سنسار میں رہتے ہوئے بھی اس میں موہ نہیں ہونا چاہیئے۔ یوگ کی سیدھی راہ پر چلنے والا تو کہتا ہے۔ ؎

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

دنیا میں رہنے یا دنیا کے دھندے کرنے سے پربھو سے میل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں پڑتی۔ رکاوٹ اُس وقت پڑتی ہے۔ جب ساری توجہ اور سارا پیار ان دھندوں میں ہی ہو، اور بھگوان کی طرف پیٹھ ہو جائے۔ اسی صورت میں کوئی بھی سادھنا پھلی بھوت نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں رہتے ہوئے اور اپنے سارے دنیاوی فرائض نبھاتے ہوئے حالت یہ ہونی چاہیئے۔ کہ ؎

آوت ہرش نہ اُپجے جاوت شوک نہ ہوئے!
ایسی رہنی جو رہے گھر میں یوگی سوئے
مان، دھام، دھن، ناری سُت ان میں نہیں جو آسکت
رام بھگت تیہہ جانئے گھر ہی مانہہ ورکت
سہجو جگ میں یُوں رہو جیُوں جیبھا مُکھ ماتہہ
گھی گھنا بھکشن کرے پھر بھی چکنی ناتیہہ
آدمی کو چاہیئے دُنیا میں رہنا اِس طرح
جس طرح تالاب کے پانی میں رہتا ہے کمل
اُس پرندے کی طرح دُنیا میں رہنا چاہیئے
چہچہاتا ہے خوشی سے جو کہ نازک شاخ پر
جھُومتی ہے شاخ لیکن خوف اُس کو کچھ نہیں
گر نہیں سکتا کہ ہیں موجود اُڑ جانے کو پَر

پربھُو سے یوگ کا استھان

اِنسان کی سب سے بڑی خواہش کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، کہ وہ دُکھ سے نورتی چاہتا ہے۔ یہ بھی اس سے پیشتر عرض ہو چکا ہے، کہ اُس کی اِس خواہش کی تکمیل کا ایک ماتر سادھن ہے پربھُو سے یوگ۔ کسی اِنسان کا خواہ دُنیا کے سارے زر و مال اور دُوسرے پدارتھوں پر قبضہ ہو جائے، لیکن اُس کا پربھُو سے میل نہ ہو، تب بھی اُس کا چھٹکارا دُکھ سے نہیں ہو سکتا۔ دُکھ سے بچنے کا واحد وسیلہ ہے "وصالِ الٰہی"۔ اپنے مالک سے ملاپ۔ اِس دعوے کی تائید میں شاستروں کے انیک پرمان بھی دیئے جا چکے ہیں۔

اب ہم یوگ سدھی کے عملی پہلو پر آتے ہیں۔ اِس بارے میں پہلے یہ جاننا ضروری ہے، کہ ہم اُس اپنے مالک کو کہاں مِل سکتے ہیں۔ ہمارا میل اپنے پربھُو سے کس جگہ ہو سکتا ہے؟ کیونکہ کوئی تو اُس مالک کے ٹھہرنے کا مقام عرشِ بریں بتلاتا ہے، کوئی ساتواں آسمان کہتا ہے، کوئی خاص مقام کا نام لیتا ہے۔ یعنی دُنیا کے کسی مقدّس شہر یا پربت کا نام بیان کرتا ہے، کوئی عبادت گاہوں کی طرف اِشارہ کرتا ہے، کوئی کسی خاص چشمے یا دریا کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن حقیقت کیا ہے۔ ؎

جلوۂ دوست تو ہر شے میں موجود ہے اِند
آپ اندھا ہے تُو تیری آنکھوں میں نُور نہیں ہے

● ایک اور حقیقی آنکھیں رکھنے والا لوگ سدّھ سجن کہتا ہے۔ ؎

جل میں جھلک ہے اُس کی پربت پہ ٹھاٹھ اُس کا
چاروں طرف پربھو وہ پرماتما ہے چھایا
آکاش پر وہ نیلا اور سورج میں ہے وہ پیلا
دھرتی پہ اور نیلا گیا رنگ ہے بنایا

آپ کہہ سکتے ہیں کہ چلو یہ تو مان لیا کہ وہ مالک ہرجائی ہے۔ سب جگہ موجود ہے۔ لیکن وہ سوال تو بدستور بنا رہا، کہ اُس کو ملیں کہاں؟ آپ کا فرمانا درست ہے۔ آؤ شاستر کی شرن میں وہ ہم کو بتلائے گا کہ اُس سروویاپک پرمیشور کا میل کس جگہ ہو سکتا ہے۔ شرتی کہتی ہے:۔

तिलेषु तैलं दधनीव सर्पिराप: स्रोत: स्वरणीषु चाग्नि: ।
एवमात्मात्मनि गृह्यतेऽसौ सत्येनैनं तपसा योऽनुपश्यति (श्वे० १-१५)

ارتھ:۔ جیسے تلوں میں تیل، دہی میں گھی، چشمے میں پانی اور لکڑی میں آگ موجود ہے۔ اسی طرح وہ پرمیشور انسان کے اپنے ہردے میں ہی موجود ہے۔ اور وہیں اُس سے میل ہو سکتا ہے۔

(شویتاشوتر اپنشد ۱-۱۵)

● اب شریمد بھگوت گیتا کا فرمان بھی سُنئے:۔ ؎

ईश्वर: सर्वभूतानां हृद्देशेऽर्जुन तिष्ठति । (गीता १८-६१)

ارتھ:۔ اے ارجن! وہ مالک کل سب پرانیوں کے ہردے میں ہی موجود ہے۔ اب کچھ لوگ سدّھ پُرشوں کے ارشاد بھی سماعت فرمائیے:۔ ؎

خدا کو دل ہی میں ڈھونڈھو اِدھر اُدھر نہ پھرو
نہیں کتاب کا مطلب اس کتاب سے باہر

غافل تو کدھر بھٹکے ہے ٹک دل کی خبر لے
شیشہ جو بغل میں ہے اُسی میں تو پری ہے

شیخ و برہمن دیر و حرم میں ڈھونڈھتے ہو کیا حاصل
مُوند کے آنکھیں دیکھو تو ہے ساری خدائی سینے میں

جسے تو ڈھونڈھتا ہے آہوئے ختن | وہ نافہ ناف میں تیری یہیں ہے
تمام عالم میں کیوں ڈھونڈھتے ہو اُس کو | تیرے قالب میں وہ پردہ نشیں ہے

جیہوں تینوں میں پوتری تیہوں خالق گھٹ ماہہ

مُورکھ لوگ نہ جانہی باہر ڈھونڈن جانہہ
جیھوں تِل ماہیں تیل ہے جیھوں چقمق میں آگ
تیرا سائیں تجھ میں جاگ سکے تو جاگ
برچھ جو ڈھونڈے بیج کو بیج برچھ کے مانہہ
جیو جو ڈھونڈے پیو کو پیو جیو کے مانہہ
تیرا سائیں تجھ میں جیھوں پہپن میں باس
کستوری کا مرگ جیھوں پھر پھر ڈھونڈے گھاس
بھیکھا بھُوکھا کو نہیں سب کی گٹھڑی لعل
گانٹھ کھول نہیں دیکھتے یا بدھ بھئے کنگال
دیہی مانہہ ودیہہ ہے جو ہے ست سروپ
انت لوک میں رم رہا جا کا رنگ نہ رُوپ

ان پرماتوں اور کتھنوں سے آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ ہم اپنے پرم پتا پرمیشور کے ساتھ کس جگہ یوگ یعنی ملاپ کر سکتے ہیں۔ وہ مقام ہمارا اپنا ہی ہردے ستھل ہے۔ اب ہم اگلے وشے پر چلتے ہیں۔

یوگ میں ساودھانیاں

یوگ ایک ایسا وسیع اور وئیاپک مضمون ہے، اور اس کے اتنے بے شمار پہلو ہیں کہ ان سب پر وستار سے پرکاش ڈالنا ایک رسالہ کے انک میں ممکن نہیں ہے۔ اس پر تو ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ لیکن اس لیکھ میں کچھ ضروری پہلوؤں پر اختصار سے عرض کیا جا رہا ہے۔

پر بھو سے یوگ کا مقام تو بیان ہو چکا ہے، لیکن پیشتر اس کے کہ آپ اپنی یوگ کی سادھنا شروع کریں۔ آپ کو اس کے متعلق کچھ احتیاطی امور بتلانے ضروری ہیں، کیونکہ اگر ان کے متعلق آپ لاپرواہی سے کام لیں گے، تو آپ اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکیں گے۔ شریمد بھگوت گیتا میں ہی بیان کردہ کچھ ساودھانیاں بتلائی جاتی ہیں۔ اس انوکھے پوتر شاستر میں بھگوان نے فرمایا۔ کہ

नात्यश्नतस्तु योगोऽस्ति न चैकान्तमनश्नतः ।
न चाति स्वप्नशीलस्य जाग्रतो नैव चार्जुन ॥
युक्ता[illegible]र विहारस्य युक्त चेष्टस्य कर्मसु ।
युक्त स्वप्नावबोधस्य योगो भवति दुःखहा ॥
असंयतात्मना योगो दुष्प्राप इति मे मतिः ।
वश्यात्मना तु यतता शक्योऽवाप्तुमुपायतः ॥

اَرتھ :- (یوگ سِدھی کے ابھلاشیوں کو یاد رکھنا چاہیئے) کہ اے ارجن! نہ تو یوگ کی سِدھی ضرورت سے زیادہ کھانے سے بہرے چڑھ سکتی ہے اور نہ ہی بالکل بھُوکا رہنے سے۔ نہ ہی زیادہ سونے اور نہ ہی بالکل نہ سو کر جاگتے رہنے سے، دُکھوں کے دُور کرنے والے یوگ کی سِدھی تو اعتدال کا ہی سوتا جاگنا کرنے سے ہو سکتی ہے۔ نیز (شری کرشن فرماتے ہیں) کہ من پر قابُو نہ رکھ سکنے والا سادھک یوگ کی سِدھی نہیں کر سکتا ہے۔ ہاں البتہ من کو وش میں رکھ کر یتن کرنے والا سادھک تو کامیاب ہو سکتا ہے۔ ایسا میرا مت ہے۔ اِسی لئے تو ایک وِدوان نے کہا ہے کہ ؎

اگر حکمراں دل کے اندر ہے تو
نصیبے کا اپنے سکندر ہے تو

کھانے پینے اور دیگر ہر طرح آتم سنیم یا خود ضبطی پُورے طور پر رکھنا یوگ سِدھی کے لئے لازمی ہے۔ کہا بھی ہے۔ ؎

قابُو ہے زباں پر تو یہ انسان بڑا ہے — دل ہاتھ میں آجائے تو یہ شاہوں کا بھی شاہ ہے
خود ضبطی مکمل ہو تو یہ ایک فرشتہ ہے — کیا بس ہے فرشتے پر اس سے سوا ہے

من پر قابُو کئے بغیر کوئی بھی سادھنا سپھل نہیں ہو سکتی۔ بے قابُو من سے سادھنا کرنے کے متعلق کیا خُوب کہا ہے :- ؎

مسجد تو بنا لی شب بھر میں، ایماں کی حرارت والوں نے
پر من پاپی تو وہ ہی رہا برسوں نمازی بن نہ سکا

اس لئے یوگ کی سپھلتا کے لئے اِن سب باتوں کا دھیان رکھنا لازمی ہوگا۔

یوگ کے پرکار (قسمیں)

اِس سے پیشتر یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ جس طرح ایک شہر کو جانے کے لئے کئی راستے ہوتے ہیں۔ اُسی طرح پربھو سے یوگ کرنے کے بھی کئی مارگ ہیں، اور اِس تشبیہ کی تائید میں شری گیتا جی کا پرمان بھی دیا جا چکا ہے۔ شاستروں نے اِس مقصد کے لئے جو مارگ بتائے ہیں۔ اُن میں بڑے بڑے تو تین ہیں۔ یعنی کرم مارگ، بھگتی مارگ اور گیان مارگ۔ یعنی کرم یوگ، بھگتی یوگ اور گیان یوگ۔ ان کے علاوہ شری گیتا جی اور دُوسرے شاستروں نے کچھ اور یوگ بھی بیان کئے ہیں۔ جیسے بُدھی یوگ، تپ یوگ، جپ یوگ سمتو یوگ، آتم سنیم یوگ، ابھیاس یوگ۔ علاوہ ازیں مہرشی پاتنجلی کا پرسدھ اشٹانگ یوگ ہے۔ جس کے آٹھ انگ ہیں۔ (۱) یم، (۲) نیم، (۳) آسن، (۴) پرانایام، پرتیاہار، (۶) دھارنا، (۷) دھیان، (۸) سمادھی۔

اس کے متعلق کسی اور سجن یوگ انک میں پرکاش ڈالیں گے۔ اس یوگ کے پہلے دو انگ ہیں یم اور نیم۔ یا پانچ یم ہیں یعنی اہنسا، ستیہ، استیہ (چوری نہ کرنا) برہمچریہ اور اپری گرہ (ذخیرہ خیزی نہ کرنا) نیم بھی پانچ ہیں یعنی شوچ، سنتوش، تپ، سوادھیائے اور ایشور پرندھان۔

گہرائی سے دیکھا جائے، تو باقی کے یوگ پہلے تین یوگوں یعنی کرم یوگ، بھگتی یوگ اور گیان یوگ کے ہی سوکشم انگ ہیں یا چوتھا ہٹھ یوگ ہے جس میں آسن اور پرانا یام کو آدھار بنایا جاتا ہے۔ یہ چاروں یوگ مختلف قسم کی پرکرتی والے لوگوں کے لئے نردھارت کئے گئے ہیں۔ یعنی جن کی ساتوک پرتی ہے۔ اُن کے لئے گیان یوگ ہے۔ جن کی راجسی پرکرتی ہے۔ اُن کے لئے کرم یوگ ہے، جن کی ساتوک اور راجسی ملی جلی پرکرتی ہے۔ ان کو بھگتی یوگ انوکول ہوتا ہے، اور جن کی تامسی پرکرتی ہے، اُن کے واسطے ہٹھ یوگ سِدھی پردان کرتا ہے۔ یعنی اُن کے لئے آسن اور پرانا یام کے سادھن ناگزیر ہیں۔

شری گیتا جی نے یہ حقیقت بڑی اچھی طرح سے واضح کی ہے کہ اپنے اپنے ستھان میں یہ سبھی مارگ۔ یوگ سِدھی کا مکمل سادھن ہیں۔ اگرچہ مختلف مارگوں کے پیرو اپنے اپنے مارگ کو ہی صرف پربھو یوگ کا ایک ماتر سادھن بتاتے ہیں۔ لیکن شری گیتا جی اُن کے اس دعوے کی تائید نہیں کرتی۔ شری گیتا جی کے فرمان کے مطابق تو یہ تینوں بڑے مارگ یکساں طور پر پربھو پراپتی کے پرپایت سادھن ہیں۔ سچا گیانی اور سچا بھگت یکساں طور پر پرم آنند کے بھاگی بنتے ہیں۔

اگر ان لوگوں کے دعوے کو تسلیم کیا جائے کہ صرف ان کا مارگ ہی یعنی یا تو صرف گیان مارگ ہی ایک ماتر سادھن ہے، یا بھگتی یا کرم مارگ ہی صرف مقصد براری کر سکتے ہیں، تو گیتا جی کا ایک یہ فرمان دُرست نہیں ٹھہرتا، کہ بھگوان کو جس بھی مارگ سے کوئی ملنا چاہے تو بھگوان اُسی مارگ سے ہی پراپت ہو سکتے ہیں اور دُوسرے شری گیتا جی نے جو سپشٹ رُوپ سے ان مارگوں کو یکساں طور پر سپھلتا پردان کرنے والا بتایا ہے، تو گیتا جی کے وہ کتھن بھی پرمانت نہیں رہتے۔ اس لئے یہ خیال دل سے نکال دینا چاہیئے کہ کوئی ایک خاص یوگ یا ایک خاص مارگ ہی پربھو پراپتی کا سادھن ہے۔ اپنی اپنی پرکرتی کے انوسار جو بھی سادھک جس بھی مارگ کو ودھی پُوروک اور شردھا پُوروک گرہن کرے گا۔ اُس کو سپھلتا پراپت ہوگی۔ ودھی اور شردھا کا ٹھیک ہونا لازمی شرط ہے۔ ودھی اور شردھا کے بغیر کوئی بھی یوگ سپھل نہیں بن سکتا۔ ودھی اور شردھا کے بغیر کیا سادھن نہ صرف ناکام رہتا ہے۔ بلکہ اس کو شری گیتا جی کے ستارھویں اُدھیائے کے شلوک ۱۳ میں تامس کرم کہا ہے۔ یعنی ہانی کرنے والی کریا بتایا ہے۔ شری گیتا جی کے اُسی اُدھیائے کے شلوک ۲۸ میں تو یہ فرمایا ہے کہ شردھا کے بغیر تو کیا ہوا دان یا تپ کوئی ایسا کرم نہ اس لوک میں سُکھ دیتا ہے نہ پرلوک میں۔ سادھن میں شردھا کا اُول ستھان ہے۔ شردھا کے سمبندھ میں گیتا جی کا فرمان ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ لکھا ہے۔

सत्वानुरूपा सर्वस्य श्रद्धा भवति भारत ।
श्रद्धामयोऽयं पुरुषो यो यच्छ्रद्धः स एव सः ॥
(गीता १७-३)

ارتھ:- اے ارجن! صحیح منشوں کی شردھا اُن کے انتہ کرن کے مطابق ہوتی ہے۔ (یاد رکھو کہ) یہ انسان شردھا کا ہی پُتلا ہے۔ جس انسان کی جس طرح کی شردھا ہے۔ وہ خود بھی اُسی قسم کا ہی ہوتا ہے ــــــ یوگ سِدھی کے ابھلاشی سجنوں کو یہ حقیقت بار بار یاد دِلائی جاتی ہے کہ اس مہان اُدیش کی پُورتی کے لیئے کوئی ایک خاص مارگ مخصوص نہیں ہے۔ اِس بارے میں گیتاجی کا ایک اور سپشٹ پرمان نویدن کیا جاتا ہے۔ مضمون کی طوالت کے پیش نظر صرف اس کا انوواد ہی عرض کیا جاتا ہے۔ ارجن کو سمبودھن کرتے ہُوئے بھگوان نے فرمایا ہے:-

"بہت سے انسان تو پرماتما کو شُدّھ کی ہُوئی سوکشم بُدھی سے دھیان کے ذریعہ اپنے ہردے میں دیکھتے ہیں۔ اِسی طرح دُوسرے بہت سے گیان یوگ کے ذریعے اُسے پراپت کرتے ہیں۔ کچھ دُوسرے نشکام کرم یوگ کے ذریعے اُس کے درشن کرتے ہیں (علاوہ ازیں کئی اور ایسے بھی ہیں جو) اُپروکت بیان کردہ نہ کر سکنے والے ہیں، وہ دُوسرے یکت پُرشوں سے سُنکر ہی پربھو کا ارادھن کرتے ہیں، اور اسی سادھن سے ہی اِس مرتیو رُوپ سنسار ساگر سے بالیقین پار ہو جاتے ہیں۔" (گیتا ۱۳-۲۴ و ۲۵)

اِس بھاوتا کی اہمیت:- میں اس بھاوتا پر اتنا زیادہ زور اِس لئے دے رہا ہوں، کہ ایک تو جیسا آپ نے دیکھا، شری گیتاجی نے اِس کو بہت اہمیت دی ہے، دُوسری بڑی بات یہ ہے کہ میں خود اسی بھاوتا کا قائل ہوں، اور اِسی بھاؤنا نے مجھے بے حد لابھ پہنچایا ہے۔ تو فارسی کے اِس کتھن کے انوسار اِس کی مہانتا ورنن کر رہا ہوں، جس میں کہا ہے۔ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" جس کے معنی یہ ہیں کہ سُنی سُنائی بات کا اپنی دیکھی یا آزمودہ بات سے کیا مقابلہ ہے؟ ایک ہندی کوی نے بھی اِس کی تائید میں ایک بڑے معرکہ کی بات کہی ہے۔ لکھا ہے۔

انتر انگری چار کو ساچ جھوٹ کو ہوئے
سب مانیں دیکھی کہی سُنی نہ مانے کوئے

یعنی آنکھ اور کان کا درمیانی فاصلہ تو صرف چار اُنگلی ہے۔ لیکن اِس چار اُنگل کے فاصلہ سے ہی سچ اور جھُوٹ کی تمیز ہو جاتی ہے۔ یعنی جو بات آنکھوں دیکھی ہو، اُس کا تو سبھی اعتبار کرتے ہیں، لیکن کانوں سے سُنی کا نہیں کرتے۔

ایک اعتراض:- شری گیتاجی کے اِس انوکھے سدھانت کے بارے میں، کچھ لوگ ایک یہ اعتراض بھی کرتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے، کہ انہوں نے تو گھوڑا گدھا برابر کر دیا ہے۔ کیونکہ (۱) ایک جگہ تو یہ لکھا

ہے، کہ اس سنسار میں گیان کے سمان پوِتر کرنے والا اور سادھن نہیں ہے۔ (گیتا ۴-۳۸)

۲- دُوسری جگہ لکھا ہے۔ کرم یوگی تو تپسویوں اور گیانیوں سے اعلےٰ ہے (کرم یوگی سے مُراد نشکام کرم یوگی ہے) گیتا ۶-۴۶)

۳- بھگوان میں من لگانے والا، اُس کی پُوجا کرنے والا، اُسی کو نمسکار کرنے والا بھگت' بھگوان کو پراپت کر لیتا ہے۔ (گیتا ۱۸-۶۵)

معترض سجن کہتے ہیں کہ بھلا سب سادھن یکساں طور پر کیسے اُتم پھل کے دینے والے ہو سکتے ہیں۔ یہ اُن کا اعتراض غلط فہمی پر مبنی ہے۔ جس بات کا وہ اعتراض کرتے ہیں، وہی تو اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ سبھی سادھن ودھی اور شردھا پُورو ک کئے ہُوئے مقصد پراری کر سکتے ہیں، اور پھر اس سے پیشتر یہ حقیقت بھی واضح کی گئی ہے، کہ چونکہ منُشوں کی انتر پرکرتی مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ اس لئے اُن کے لئے ایک ہی طرح کا سادھن انوکول نہیں ہو سکتا۔ کیا ہم دیکھتے نہیں کہ انسان کی جسمانی پرکرتی کے اختلاف کی وجہ سے ویدیہ لوگ بھی مختلف پرکرتی (کف، پت اور وایو) والے لوگوں کے ایک ہی روگ کیلئے ندان یعنی دوائی بھی مختلف تجویز کرتے ہیں۔ یوگ کا ایک ارتھ نسخہ بھی ہے۔ اس طرح ویدلوگ جس طرح جُدا جُدا جسمانی پرکرتی والے روگیوں کے لئے جُدا جُدا یوگ بتاتے ہیں۔ اسی طرح سے انتر پرکرتی کے اختلاف (ساتوک، راجس، تامس) کے مطابق پربھو پراپتی کے لئے بھی جُدا جُدا یوگ ہمارے دھرم گرنتھ بتلاتے ہیں۔ اس لئے ان سجنوں کا یہ اعتراض کوئی وقعت یا وزن نہیں رکھتا۔

اِس قسم کے اعتراضات کے متعلق اس سے پیشتر بھی عرض کیا گیا ہے، کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں شہر کو جانے کا ایک ہی راستہ ہے، تو جس طرح اس کا کہنا غلط فہمی پر مبنی ہے، اُسی طرح یہ کہنا بھی ایک سخت غلط فہمی ہے کہ پربھو ملن کا صرف ایک ہی سادھن یا مارگ ہو سکتا ہے۔ ایسا کہنے والے یا ماننے والے نہ صرف خود تنگ دلی کا شکار ہوتے ہیں، بلکہ بھگوان کو بھی ایک محدود ہستی بناتے ہیں، اور پھر شری گیتاجی میں واضح طور پر فرمان ہے کہ بھگوان کو جیو جس راستے سے بھی ملنا چاہے، بھگوان اُسی راستے یا سادھن سے اُس کی اِچھا پوری کرتے ہیں۔ اس بارے میں شری گیتاجی کے چھٹے ادھیائے کا گیارھواں شلوک کا اصل پرمان بھی پہلے دیا جا چکا ہے۔

محض اعتراض کرنے والے لوگ اصل مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی لئے ایک دانا نے کہا ہے۔ سہ

منزل پہ جنہیں جانا ہے وہ شکوہ نہیں کرتے
شکوہ جو کیا کرتے ہیں وہ پہنچا نہیں کرتے

شردھالو پرُش بحث مباحثہ میں نہ پڑھ کر خاموشی سے اپنی سادھنا میں لگے رہتے ہیں۔ اسی لئے کہا ہے۔

بے بصر ہیں وہ لوگ جو بحثوں میں خورسند ہیں
جن کی آنکھیں کھُل گئیں ان کی زبانیں بند ہیں

یوگ کیسے ؟ (یوگ کے سادھن)

جہاں کہیں بھی یوگ کے وِشے کا ذکر آتا ہے تو عام طور پر پاتنجلی رشی جی کے اشٹانگ یوگ کا ہی دھیان سامنے آتا ہے۔ اس کے آٹھوں انگوں کی بات پہلے عرض کی گئی ہے۔ بنگاہ غور سے دیکھا جائے، تو اگرچہ اشٹانگ یوگ کے نام سے تو یہ ایک ہی یوگ تصوّر کیا جاتا ہے۔ لیکن درحقیقت ان آٹھوں انگوں میں ہی بہت سے سادھن مشتمل ہیں۔ مثلاً اس کا پہلا انگ یم ہے۔ اسی ایک انگ میں ہی پانچ سادھن شامل ہیں۔ یعنی اہنسا، ستیہ، استیہ، برہمچریہ اور اپری گرہ۔ یہ پانچوں بجائے خود جُدا جُدا ایک یوگ ہیں۔ مثلاً جو سادھک اہنسا کا برت لے لے، اور کسی جیو کو دُکھ نہ دے، سب سے پریم کرے۔ سب میں ایک بھگوان کے درشن کر کے کسی کو کسی طرح کی تکلیف نہ دے، وہ تو اسی سادھن سے پربھو کا پیارا بن جائے گا۔ دُوسرا یم ہے ستیہ یعنی صداقت یا سچائی۔ جو سجن سچ بولنے کا عہد کر لے اور اُسے پُوری طرح نبھائے وہ تو بھگوان کا ہی رُوپ ہوتا ہے، کیونکہ پرمیشور جہاں پریم سوروپ ہیں، وہاں ست سوروپ بھی ہیں۔

اہنسا برت دھارن کرنے والا سادھک سب سے پریم کرتا ہے اور پریم پربھو پراپتی کا ایک نشچت سادھن ہے، گوربانی کا فرمان ہے۔ کہ

"ساچ کہوں سُن لیہو سبھی جن پریم کیو تن ہی پربھ پائیو"

- پھر گوسائیں تُلسی داس جی نے رام چرت مانس میں فرمایا ہے:۔ کہ

"ہری ویاپک سرؤتر سمانا، پریم تے پرگٹ ہو ہیں میں جانا"

- ایک پربھو پریمی نے کیا اچھا کہا ہے۔ کہ

"محبت خُدا ہے خدا ہے محبت، محبت نہ ہوتی خدا ہی نہ ہوتا"

- ایک اور پریمی بھگت نے فرمایا ہے۔ کہ

محبت کی یہ بات کتنی حسیں ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے

सत्येन लभ्यस ह्येष आत्मा ।　　(मुंडक 3-1)

ارتھ: ستیہ سے پربھو پراپتی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح باقی یموں اور پانچوں یموں کی حقیقت ہے کہ وہ سبھی سوتنتر رُوپ سے پربھو ملن کا یوگ یا سادھن ہیں۔ طوالتِ مضمون کے خوف سے اِن سب کے متعلق انفرادی طور پر بحث نہیں کی جاتی۔

پانچوں نیم بھی اس سے پہلے ایک جگہ بتائے جا چکے ہیں۔ یعنی شوچ (پوترتا) سنتوش (قناعت) تپسیا، سوادھیائے، ایشور پرندھان۔ یہ پانچوں بھی پُورن رُوپ سے دھارن کیئے ہُوئے وصالِ الٰہی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ یہی بات اشٹانگ یوگ کے باقی چھ انگوں یعنی آسن، پرانایام، پرتیاہار دھارنا، دھیان، سمادھی کے متعلق صادق آتی ہے۔ البتہ سلسلہ وار اِن انگوں کا پالنا جلد از جلد پربھو پراپتی کا سادھن بنتا ہے۔

شری گیتاجی میں یوگ سادھن

یہ امر پہلے تو بیان کیا جا چکا ہے کہ شری گیتاجی نے سبھی یوگوں کا سمنوے بڑے انوکھے ڈھنگ سے کیا ہے۔ سب کی اُہمتا کو بڑی خُوبی سے واضح کیا ہے۔ ساتھ ہی شری گیتاجی میں ہر ایک پرکرتی اور ہر ایک منزل کے سادھک کے لیئے مارگ بتلائے ہیں۔ اس لئے اپنی اپنی پرکرتی اور اپنی اپنی سمتھتی کے انوسار اپنی رُچی یا رغبت کے مطابق ہر سادھک نردِشٹ مارگ گرہن کر کے کرِت کرت ہو سکتا ہے۔ شری گیتاجی نے انیک اُپائے بیان کیئے ہیں۔ ان سب کا ورنن تو اِس لیکھ میں نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ان میں سے چند ایک فرمان پاٹھکوں کی سیوا میں رکھے جائیں گے تاکہ وہ ان میں سے اپنی انوکُولتا کے مطابق کوئی بھی مارگ اختیار کر کے اپنا جنم سپھل کر سکتے ہیں۔ اُپنشد کے حوالہ سے یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، کہ جس نے اِس مانو جنم میں پربھو پراپتی نہ کی۔ اُس نے گویا اپنا جنم نشٹ کر لیا۔ اِس لئے ہمیں واجب ہے کہ پیشتر اس کے کہ ہماری اِندریاں جواب دے جائیں، اور بُدھی ہمارا ساتھ چھوڑ دے۔ دماغ معطل ہو جائے۔ ہم کسی بھی سد مارگ پر گامزن ہو کر اپنی زندگی کا اصل مقصد حاصل کریں۔

شری بھرتری ہری جی نے فرمایا ہے کہ اے اِنسان بڑھاپا تیرے پیچھے ملکڑا گھُور رہا ہے۔ بیماریاں دُشمن کی طرح جسم پر حملہ کرتی ہیں۔ عُمر تیری اِسی طرح سے جا رہی ہے۔ جیسے پھُوٹے ہُوئے گھڑے میں سے پانی۔ پھر بھی تم اپنا نفع نہ سوچ کر نقصان کے راستے پر چل رہے ہو، کتنی حیرانی ہے؟

شری سوامی شنکر آچاریہ جی کا کتھن ہے کہ سارے انگ جسم کے ڈھیلے پڑ گئے۔ سر کے بال سفید ہو گئے، دانت مُنہ سے چلے گئے۔ بڑھاپے نے اِتنا کمزور کیا کہ لاٹھی کے سہارے چلتے ہو۔

لیکن پھر بھی حرص و ہَوا کے چکر سے باہر نہیں نکلتے۔

اے جیو! سُورج روز بروز نکلتا اور ڈوبتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تیرا اَمُولیہ جیون نشٹ ہو رہا ہے، تُو ہر روز کسی نہ کسی کا مرن بھی دیکھتا رہتا ہے۔ لیکن افسوس پھر بھی تجھے ہوش نہیں آتا۔ کہ تُو اپنے کلیان کی طرف دھیان دے، تُو نے موہ اور پرماد رُوپی شراب پی ہُوئی ہے۔ اِس نے تجھے مدہوش اور پاگل بنا رکھا ہے۔

اب شری گیتا جی میں بیان شُدہ یوگ سادھن عرض کیے جاتے ہیں۔ اصل شلوک نہ لکھ کر محض ان کا ارتھ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ اپنے آپ پر قابُو رکھنے والا پرش راگ دویش سے بالاتر رہ کر اپنے وش میں کی ہُوئی اندریوں دوارا وِشیوں کو بھوگتا ہُوا پرسنتا کو پراپت ہوتا ہے۔ پرسن رہنے سے اس کے سارے دُکھوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور ایسے پرسن چت والے پُرش کی بُدھی بھی جلدی ہی اچھی طرح سے ٹِک جاتی ہے۔ (گیتا ۲۔ ۶۴۔ ۶۵)

۲۔ جو پُرش ساری کامناؤں کو تیاگ کر ممتا اور اہنکار سے بالاتر رہتا ہُوا اِچھاؤں کے بغیر اپنا جیون وتیت کرتا ہے، وُہی شانتی یعنی سچے سُکھ کا بھاگی بنتا ہے۔ (گیتا ۲۔ ۷۱)

۳۔ اے ارجن! جو پرش نہ کسی سے دویش کرتا ہے اور نہ کسی کی چاہنا کرتا ہے۔ راگ دویش سے دُور رہتا ہے، وہ ہی سچا سنیاسی ہے، وہ تو سُکھ پُوروک سنسارک بندھن سے مُکت ہو جاتا ہے۔ (گیتا)

۴۔ جو پُرش سنسار کی پیاری چیزوں کو پا کر خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور دُکھ دائک حالات میں چیخ پکار نہیں کرتا۔ اُس کی بُدھی ٹِکی ہُوئی ہوتی ہے۔ اُس کے من میں شک و شبہات جگہ نہیں پا سکتے۔ اِس لیے اس کا میل یا یوگ پرماتما سے بنا رہتا ہے۔ (۵۔ ۲۰)

۵۔ جو منُشیہ اِس جسم کو چھوڑنے سے پیشتر ہی کام اور کرودھ سے پیدا ہُوئے جذبات پر قابُو پانے میں سمرتھ ہے۔ وہ ہی اس دُنیا میں یوگی کہا جا سکتا ہے اور وُہی دراصل سُکھی ہوتا ہے۔ (گیتا ۵۔ ۲۳)

۶۔ جو پرش نشچے کر کے اپنی آنند آتما میں ہی سُکھ کا انُبھو کرتا ہے، اور اپنے اندر ہی اس کو سکُون کا احساس ہوتا ہے اور اُس کو اپنے اندر سے ہی پرکاش بھی ملتا ہے۔ وہ تو پرماتما کا رُوپ بن کر پرماتما کو پانے والا یوگی ہوتا ہے۔ (گیتا ۵۔ ۲۴)

۔ جس پُرش کا من اچھی طرح سے شانت ہے، جو پاپ سے رہت ہے۔ جس کا رجوگن شانت ہو گیا ہے۔ اُس برہم رُوپ کو اُتّم آنند پراپت ہوتا ہے۔ (گیتا ۶۔ ۲۷)

۸- جو پُرش اپنے آخری وقت بھگوان کو یاد کرتا ہوا اپنے شریر کو چھوڑتا ہے، وہ بلا شبہ بھگوان کے سوروپ کو پراپت ہوتا ہے۔ (گیتا ۸-۵)

۹- جو پُرش کسی سے بھی دویش نہیں کرتا بلکہ سب سے پریم رکھتا ہے، دکھیوں پر دیا کرتا ہے۔ موہ میں نہیں پھنستا، اہنکار نہیں کرتا۔ سدا سنتوش کو دھارن کرتا ہے جس کا اپنے آپ پر قابو ہے، پربھو میں پورن وشواس رکھتا ہے۔ من اور بدھی کو بھگوان کے ارپن کرتا ہے، وہ پرمیشور کا پیارا ہوتا ہے۔ (گیتا ۱۲-۱۳-۱۴)

۱۰- جو دوست دشمن کو (پربھو کے پتر جان کر) یکساں نگاہ سے دیکھتا ہے۔ آدر یا نرادر ہونے پر اپنی مستی کو نہیں کھوتا۔ سردی گرمی اور سکھ دکھ میں بھی ایک سا رہتا ہے۔ دنیاوی چیزوں میں من نہیں پھنساتا۔ کوئی نندا کرے یا بڑائی دونوں کو یکساں سمجھتا ہے۔ پرمیشور کی آگیاؤں کا پالن کرتا ہے۔ ہر حال میں صبر اور شکر سے وقت نکالتا ہے۔ گھر سے موہ نہیں رکھتا۔ ایسا ٹکی ہوئی بدھی والا پربھو کا بھگت پربھو کا پریم پاتا ہے۔ (گیتا ۱۲-۱۸-۱۹)

۱۱- جو پُرش سب میں اور سب جگہ یکساں طور پر موجود پرمیشور کو سمان دیکھتا ہے، وہ اپنے آپ کا ناش نہیں کرتا بلکہ پرم گتی کو پراپت کرتا ہے۔ (گیتا ۱۳-۲۸) ——— ۱۲- نشٹ ہو گیا ہے مان اور موہ جس کا، جیت لیا ہے آسکتی روپ جس نے، دھیان رکھتا آپنا جو ہر وقت پرمیشور میں۔ چھوڑ دی ہیں اچھی طرح سے جس نے اپنی خواہشات، سکھ دکھ وغیرہ کہلانے والے دوندوں سے جو رہت ہے۔ ایسا بدھی مان پُرش ہی اس پرم پد کو پراپت کرتا ہے۔ (گیتا ۱۵-۵)

۱۳- کام، کرودھ اور لوبھ یہ تین طرح کے نرک کے دروازے ہیں، جو کہ انسان کی تباہی کرتے ہیں۔ اس لئے ان تینوں سے دور رہنا چاہیئے۔ اے ارجن، جو پُرش ان تینوں نرک دواروں سے بچ کر اپنے کلیان کی راہ اختیار کرتا ہے، وہی پرم گتی کو پراپت کرتا ہے۔ (گیتا ۱۶-۲۱-۲۲)

۱۴- جو پُرش نرمل بدھی کا سوامی ہے۔ ایکانت سیوی ہے۔ تھوڑا اور ہلکا بھوجن کرتا ہے۔ جس کا اپنے من، اپنی بانی اور اپنے جسم پر پورا ضبط ہے۔ ویراگ سے کام لیتا ہے۔ ہمیشہ پرمیشور کی طرف دھیان رکھتا ہے۔ دھیریہ وان رہ کر آتما کرن کو وش میں رکھتا ہے۔ شبد آدی وشیوں کا تیاگ کرتا ہے۔ اور راگ دویش سے دور رہتا ہوا اہنکار، بل، گھمنڈ، کام، کرودھ اور ذخیرہ خوری کو تیاگ کر ممتا رہت شانت بھاری ہوتا ہے۔ وہ پربھو پراپتی کا حقدار بن جاتا ہے۔ (گیتا ۱۸-۵۱ سے ۵۳)

۱۵- جو پُرش بھگوان میں من لگاتا ہے، بھگوان کی بھگتی کرتا ہے، بھگوان کا ہی پوجن کرتا ہے۔ اور اسی کو نمسکار کرتا ہے۔ ایسا کرنے والا پُرش بھگوان کو ہی پراپت ہوتا ہے۔ (گیتا ۱۸-۶۵)

۱۶- اور سارے مارگوں کو تیاگ کر صرف ایک بھگوان کی شرن کو پراپت کرنے والا سارے دکھوں

سے مُکت ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں ذرا بھی شک نہیں ہونا چاہیئے۔ (گیتا ۱۸-۶۶)

جیسا کہ پہلے عرض ہُوا شری گیتاجی میں تو انیک یوگ سادھن بتائے گئے ہیں۔ لیکن اس لیکھ میں اِتنے ماتر کا اُلیکھ کر دینا کافی ہے۔ کچھ یوگ سدھ پُرشوں کے بتائے ہُوئے یوگ سادھن بھی سُن لیجئے۔

دو باتن کو بھُول مت، جو چاہے کلیان
نارائن اِک موت کو دُوجے شری بھگوان

رام بھجو من بس کرو یہی بات ہے تت
برتھا کیوں پچ پچ مرو پڑھ پڑھ کوٹی گرنتھ

ستیہ بچن ادھینتا پر تریہ مات سمان
اِتنے میں ہری نہ ملیں تلسی داس جمان

بانٹ کھائے ہر کو بھجے تجے سکل ابھیمان
نارائن تس پُرش کو سدا اسد ا کلیان

گرنتھ پنتھ سب جگت کے بات بتاوت تین
رام ہردے من میں دیا تن سیوا میں لین

تن پوتر سیوا کیئے دھن پوتر کر دان
من پوتر ہری بھجن کر تشچے ہو کلیان

یوگ کیلئے ابھیاس

جو سادھن یوگ سدھی کے لئے اُوپر عرض ہُوئے، وہ زیادہ تر من اور انتہ کرن کی شُدھ بھاونا اور ترلتا کے آدھار پر ہی ہیں۔ لیکن جو سادھک کچھ شاریرک یوگ کریا کرنا چاہیں، تو اُن کے لئے بھی شری گیتاجی میں سپشٹ رُوپ سے سادھنا بتائی ہے۔ اس کے لئے دیکھئے ادھیائے ۵ کے شلوک ۲۷ اور ۲۸، چھٹے ادھیائے کے شلوک ۱۰ سے ۱۵ اور پھر ۲۳ سے ۲۸ اور پھر آٹھویں ادھیائے کے شلوک ۱۲ اور ۱۳۔ ان سب کو وستار پُوروک اس لیکھ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مختصر طور پہ ودھی یہ ہے۔

"باہر کے وشیوں کا دھیان تیاگ کر اکیلا ایکانت اور شُدھ ستھان میں ایسے آسن پر بیٹھے جس پر کُشا مرگ چھالا اور شُدھ وستر بچھا ہو۔ پھر ناک میں آنے اور جانے والے پران اور اپان وایو کو سم کر کے۔ چِت اور اندریوں کی کریاؤں کو وش میں کر کے من کی ایکاگرتا کے ساتھ جسم اور گردن کو سمان اور اچل دھارن کرتا ہُوا بھوؤں میں چت لگا کر آنکھیں بند کر کے بھرکٹی کے درمیان دھیان کو جمائے یا ناک کے اگلے حصّہ پر لگائے۔ دھیان کہیں اور طرف نہ جائے۔ اگر جائے تو من کو پھر لوٹا کر اسی دھیان میں لگاتا ہُوا پوتر "ادم" شبد کا من ہی من میں اُچارن کرتا ہُوا یوگ کا ابھیاس کرے"۔

اگر یہ ابھیاس کرنا ہو تو نرنتر اسی وقت اور اُسی جگہ پر کرے۔ ابھیاس کے سمے کو تھوڑے کال کے لئے شروع کر کے بڑھاتا جائے۔ آدھ گھنٹہ تک بڑھا لینا کافی ہوتا ہے۔ لیکن اگر رُچی زیادہ کی ہو، تو کوئی ہرج نہیں۔ بہرحال من کی شانتی اور ایکاگرتا قائم رہنی چاہیئے۔ اس سادھنا

میں برہمچریہ کا پورے طور پر دھیان رکھا جائے۔

اس طرح بھاونا کے اور کریا کے دونوں آدھاروں پر یوگ سدھی کے بہت سے سادھن پاٹھکوں کی سیوا میں رکھے گئے ہیں۔ ان میں سے آپ اپنی رُچی اور اپنی پرکرتی کے مطابق کسی کو بھی گرہن کر کے سپھلتا پراپت کر سکتے ہیں۔ لیکھ کافی لمبا ہو گیا ہے، اس لئے اور زیادہ اس مہان اور اوشیک وشے پر کچھ نہ لکھ کر ایک سدھ پُرش کے کلام کے کچھ الفاظ پیش کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ ان تھوڑے سے الفاظ میں اس دانا سجن نے سبھی سادھنوں کا سار یا تتو بھر دیا ہے۔ اس نے فرمایا ہے کہ ؎

سدا ہم قناعت سے جیون گزاریں
ہر حال میں صبر اور شکر دھاریں
چلیں صبر کے ساتھ رب کی رضا پر
رہیں شکر کے ساتھ اُس کی رضا پہ
اگر سکھ وہ بھیجے تو شکر اُس کا کہہ لیں
اگر دُکھ وہ بھیجے تو شانتی سے سہہ لیں
مَن سے کریں راگ دویش اپنا دور
کریں خواہشوں کو بھی ہم چُور چُور
مَن اور بدھی کو پربھو میں لگائیں
بنا ابسا جیون ہم آنند پائیں

اوم شم

خریداران "اوم" سے ضروری نویدن

۱۔ یوگ انک۔ جنوری اور فروری دو ماہ کا مشترکہ پرچہ ہے۔ کوٹا کا کاغذ جو ہم نے ماہ فروری میں صرف کرنا تھا، وہ ہم نے اسی پرچہ میں لگا دیا ہے۔ نیز سالنامہ کا کام ہی اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ ہم ماہ فروری کا پرچہ شائع کرنے کے اسمرتھ ہوتے ہیں اور نئے سال کا چندہ وصول ہونے پر خریداران کے نام نئے رجسٹروں میں درج کرنے اور حساب کتاب رکھنے میں بھی کافی عرصہ لگ جاتا ہے۔ اس لئے سالنامہ کو ہی دو ماہ کا پرچہ تصور کیا جاتا ہے۔ ناظرین "اوم" اور خصوصاً نئے بننے والے اصحاب ماہ فروری ۱۹۷۶ء کے پرچہ کے نہ ملنے کی شکایت نہ کریں۔ ایسی شکایات کا جواب نہیں دیا جائے گا۔ یوگ انک کے بعد پرچہ ماہ مارچ کا ہوگا۔ ۲۔ ہر خریدار خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر جو کہ پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ کا حوالہ دے کر مشکور فرماویں، تا کہ جلدی تعمیل ہو سکے۔ اگر نمبر یاد نہ ہو، تو یہ ضرور لکھیں۔ کہ "میں پرانا خریدار ہوں"۔ اور اگر نئے خریدار ہیں تو یہ ضرور لکھیں کہ "میں نیا خریدار ہوں"۔ منی آرڈر کوپن پر بھی اپنا خریداری نمبر اور مکمل پتہ صاف اور خوشخط لکھیں۔

۳۔ پتہ تبدیلی کی اطلاع ۲۰ تاریخ سے پیشتر دینے کی کرپا کریں۔ ۴۔ پرچہ نہ ملنے کی اطلاع اسی ماہ کی ۱۰ تا ۱۵ تاریخ کے اندر دینے پر پرچہ دوبارہ بھیج دیا جاتا ہے۔

منیجر "اوم" دلی

وہ معمّہ ہے

از۔ شری لوک ناتھ دِل

وہ معمّہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

وُہ کالا ہے، گورا ہے یا پیلا ہے
ہرا ہے، گلابی ہے یا نیلا ہے
ہے کیا اُس کا رُوپ اور کیا اُس کا رنگ
وہ جھونکا ہوا کا ہے یا جلترنگ

وُہ بجلی ہے یا کوئی طوفان ہے
میری عقل بھی دِل بھی حیران ہے
ہے کون ہے اُس کی پہچان کیا
سمجھ سکتا ہے اُس کو اِنسان کیا

ہاں محسوس ہو سکتا ہے وُہ سبھی
اگر ہے تو پہچان اُس کی یہی
زباں دیکھ سکتی نہیں حُسنِ یار
زباں مانتی ہے سدا اپنی ہار

نِگاہوں کی اے دِل! زباں ہی نہیں
نِگاہوں کو تابِ بیاں ہی نہیں
جو دیکھا گیا ہو وہ کیسے بیاں
زباں کی نظر نہ نظر کی زباں
زباں کِس طرح اُس کو پہچانتی

نظر بات کرنا نہیں جانتی

وُہ کیسا ہے کیا ہے گواہی نہیں
جو اُس کو لکھے وہ سیاہی نہیں

وُہ کیا ہے یہ کوئی نہیں جانتا
وُہ سب کچھ ہے، ہے اِک جہاں مانتا
بِنا آنکھ کے دیکھ لیتا ہے وُہ
بِنا ہاتھ کے ناؤ کھیتا ہے وہ

نہیں پاؤں اُس کے مگر چلتا ہے
وہ ہر سانچے میں خود بخود ڈھلتا ہے
جسے حُسن اپنا دکھاتا ہے وہ
اُسے آنکھ اپنی لگاتا ہے وہ

کوئی گیت اُس کے اگر گاتا ہے
تو اُس سے ہی تاب بیاں پاتا ہے
وہ چاہے تو سجدے ادا ہوتے ہیں
وہ چاہے تو وعدے وفا ہوتے ہیں

بے صُورت کی صُورت نظر آتی ہے
پوشیدہ حقیقت نظر آتی ہے!
جہاں میں وُہ جلوہ نما ہوتا ہے
جہاں میں وُہ نغمہ سرا ہوتا ہے

مگر کھوج میں عاجز ہے یہ بشر
کہاں پاؤں اُس کے کہاں اُس کا سَر
وہ خود چاہے تو مہر کر دیتا ہے
بھکاری کی جھولی کو بھر دیتا ہے

یوگ وسشٹ (سار)

یعنی

فلسفۂ خودشناسی

از۔ شریمان دیوان پنڈی داس ۔ جی چوپڑہ۔ دلی

میں نے اس آرٹیکل میں دنیا کی عظیم ترین و نہایت حیرت انگیز کتاب شری یوگ وسشٹ کی تعلیم کے مطابق مکمل فلسفۂ خودشناسی ناظرین "اوم" کے لئے مسلسل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں وہ حقائق درج ہیں، جو کہ انسانی علم کی آخری حدود ہیں، اور ان سے پرے کچھ بھی نہیں ہے۔

دیباچہ

دنیا کی عظیم ترین کتاب شری یوگ وسشٹ میں آتما اور جگت کے متعلق وہ اپدیش درج ہے۔ جو کہ شری وسشٹ منی نے شری رام چندر کو کیا۔ سوامی رام تیرتھ جی کے لفظوں میں یہ کتاب دنیا کی عظیم ترین اور نہایت حیرت انگیز کتب میں سے ہے۔ جو کہ آغاز آفرینش سے آج تک صفحۂ ہستی پر تصنیف کی گئی ہے۔ میں نے خود مروجہ و مشہور مذاہب کی کتب مقدسہ کا مطالعہ کیا ہے۔ اور تقریباً تمام مشرقی و مغربی فلسفہ کی ورق گردانی کی ہے، اور میں نے شری یوگ وسشٹ کو ان سب کی تکمیل اور منتہائے مقصود پایا ہے۔ اور جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ حیرت انگیز کتاب اس زمانہ میں لکھی گئی۔ جبکہ ابھی ویدانت کے موجودہ مشہور آچاریوں کا وجود بھی نہیں تھا۔ تو میری

حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی ہے۔
شری یوگ وسشٹ بہت ضخیم کتاب ہے۔ اور اس کے مطالعہ اور اس کے سمجھنے میں یہ دقت بھی ہے کہ اس میں مندرجہ مضمون موجودہ زمانہ کے فن تحریر کے مطابق مسلسل نہیں ہے اور تحریر میں لاانتہا اعادہ بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن میری رائے میں ان اصحاب کے لیے جنہوں نے ابھی تک اس کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ اس کے متعلق عدم واقفیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ لفظ یوگ کے مفہوم کا پراچین زمانہ سے لے کر آج تک کبھی تعین نہیں ہوا ہے، اور اس کتاب کا نام اس وجہ سے اس کے اصلی مضمون کی طرف اشارہ یا راہنمائی نہیں کرتا ہے۔ امرکوش میں لفظ یوگ کے پانچ معنی درج ہیں۔ میدینی کوش میں گیارہ۔ پنڈت جیوانند ودیاساگر کی ڈکشنری میں تین اور آپٹے کی ڈکشنری میں اٹھتیس۔ عام طور پر آج کل یوگ سے مراد پاتنجل منی کے اشٹانگ یوگ سے لی جاتی ہے۔ لیکن اس کتاب میں اس کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ شری وشسٹ منی جی کے اپنے لفظوں میں یوگ سے ان کی مراد عملی خود شناسی سے ہے۔ لہٰذا میں نے شری یوگ وسشٹ کے فلسفہ کا بہترین عنوان "فلسفۂ خود شناسی" ہی تصور کیا ہے۔ اس آرٹیکل سے میں نے کوشش کی ہے کہ فلسفۂ خود شناسی کے دقیق مضمون کو "اوم" کے ناظرین کے سامنے مسلسل پیش کیا جائے۔ اتنی ضخیم کتاب کا مضمون چند اوراق میں پیش کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ لہٰذا ضروری طور نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے:

پنڈی داس چوپڑہ۔ دلی۔ ۸

فلسفۂ خود شناسی

۱

شری یوگ وسشٹ کے مصنف کے اپنے لفظوں میں اس کتاب کے پڑھنے کا استحقاق (ادھکار) صرف ایسے شخص کو ہے جو کہ زندگی میں بندھن (قید) کا احساس رکھتا ہے اور آزادی (مکتی) کا تہ دل سے طالب ہے۔ جو کہ اپنی ذات (آتما) اور عالم (جگت) کی ماہیت کے متعلق نہ تو مکمل طور پر جہالت میں ہی ہے اور نہ ہی مکمل طور پر باعلم ہے۔ گویا کہ شری وسشٹ کے فلسفہ کے مطالعہ سے صرف ایسے اصحاب فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ جن میں کہ بچار کا مادہ پیدا ہو چکا ہے، اور وہ انسانی زلیست کے تاریک پہلو سے خبردار ہو چکے ہیں۔ اور بنا بریں زندگی میں بندھن، بدی اور دکھ کا احساس رکھتے ہیں۔

مصنف نے ایسے ادھیکاریوں کی ذہنیت کی وضاحت نہایت تفصیل کے ساتھ کتاب کے پہلے حصہ (ویراگ پرکرن) میں کی ہے۔ جتنے سوالات سری رام چندر جی نے راجگورو وسشٹ منی سے کئے ہیں وہ تمام اسی اُداسین ذہنیت کے ہی مظہر ہیں۔ مثال کے طور پر سری رام چندر جی پوچھتے ہیں۔ کہ ایسی دنیا میں کہاں سُکھ ہو سکتا ہے، جہاں کہ ہر فرد و بشر جو کہ جنم لیتا ہے، ضرور موت کا شکار ہوتا ہے۔ ہم زندگی کی بے ثباتی جانتے ہوئے بھی دن رات احمقوں کی طرح مشغول کار رہتے ہیں، اور یہ یقین رکھتے ہوئے بھی کہ اس زندگی میں مستقل سُکھ کی صورت نہیں ہے۔ برابر ایسی احمقانہ اُمیدباندھے رکھتے ہیں۔

دھن کا اکٹھا کرنا ہماری راحت کا باعث نہیں ہوتا ہے، بلکہ تشویش کا۔ دولت دُور سے بہت مرغوب شے ہے، لیکن اس کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو ضرور ہی اخلاق اور روحانیت سے گرنا پڑتا ہے، اور جب یہ دولت آ بھی جاتی ہے، تو بہت عرصہ تک کسی کے پاس نہیں رہتی ہے۔

انسانی زِلیست موسم خزاں کے بادلوں کی مانند بہت جلد گزر جانے والی شے ہے کہ چراغ میں تیل جلد ہی ختم ہو جاتا ہے، یا جیسے کہ پانی کی سطح پر لہریں اُٹھتی ہیں اور آن واحد میں غائب ہو جاتی ہیں۔ ہر زندگی کا مقصود صرف موت ہی ہے۔ موت کا چوہا اُسے دن رات برابر کاٹ رہا ہے۔

ہمارے مَن کو کسی حالت میں بھی سکون مُیسّر نہیں ہے۔ پنجرے میں بند شیر کی طرح یہ ہر وقت بے چین رہتا ہے۔ یہ مَن وشیوں کی طرف اس طرح سے جھپٹتا ہے، جیسا کہ شکاری پرندہ اپنے شکار پر جھپٹتا ہے، لیکن جلد ہی ان سے متنفر ہو جاتا ہے، جیسے کہ بچہ اپنے کھلونے سے ہو جاتا ہے۔

خواہش کو کبھی مستقل سیری نہیں ہوتی ہے۔ یہ خواہش بندر کی طرح سے چنچل ہے۔ جو اسباب اسے مُیسّر ہوتے ہیں۔ اُن میں اس کی سیری نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ انہیں چھوڑ کر یہ ہمیشہ غیر مُیسّر اسباب کی طرف دوڑتی ہے۔ اور جُوں جُوں اس کی سیری ہوتی جاتی ہے، اُتنا ہی یہ بھڑکتی جاتی ہے۔ خواہش اتنی خطرناک ہے جتنا کہ زہریلا سانپ جو کہ چھونے سے اگرچہ مرغوب معلوم ہوتا ہے تاہم مہلک زخم لگاتا ہے۔ دُنیا کی خرابیوں میں سے یہ خواہش ہی سب سے بڑی خرابی ہے۔ یہ محتاط سے محتاط اشخاص کو بھی مشکلات اور دکھوں کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہے۔ اور یہ خواہش انسانی دل کو ایسے جلا دیتی ہے کہ پھر آبِ حیات بھی اسے زندگی نہیں بخش سکتا۔

پھر شری رام چندر کہتے ہیں کہ اس جسم خاکی میں کوئی بھی تو خوبی نہیں ہے۔ بالپن، جوانی، بڑھاپا سب کے ساتھ دُکھ اور نقائص لگے ہوئے ہیں۔ یہ جسم انسانی عوارض کا گھر ہے۔ ہر قسم کے دُکھوں کا تختۂ مشق ہے اور انجام کار مُرجھا جاتا ہے۔ اس ہاڑ و ماس کے شریر میں کیا خوبصورتی ہو سکتی ہے حیف اُن پر ہے، جو ایسے ناپاک شریر پر نازاں ہیں، اور اس کی استقامت پر یقین رکھتے ہیں۔ بال پن میں کمزوری

گونگا پن، گورکھتا، ناقابل حصول اشیاء کے لئے خواہش، چنچلتا اور اپنی بے بسی کا احساس ہوتے ہیں۔ اور ایسی جوانی میں کیا خوبی یا لطف ہو سکتا ہے، جو کہ بجلی کے چمکنے کی طرح کوند جاتی ہے، اور اس کے بعد فوراً بڑھاپے کے بادل اپنی خوفناک گرج کے ساتھ آموجود ہوتے ہیں۔ جوانی صرف آغاز میں ہی اور وہ کچھ تھوڑے وقت کے لئے کچھ کشش رکھتی ہے۔ لیکن فاحشہ عورت کی سنگت کی طرح دُکھ دائی ہو جاتی ہے۔ کسی کا مَن خواہ کتنا ہی صاف اور پوتر ہو، جوانی میں یہ مَن موسم برسات چڑھے ہوئے دریا کی مانند مکدر ہو جاتا ہے۔ جوانی میں یہ من جنس مقابل کی خوبصورتی پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ لیکن عورت کے جسم میں کیا خوبی یا خوبصورتی ہو سکتی ہے۔ جو کہ ہڈیوں ماس اور لہو کا محض ایک مجسمہ ہے۔ عورتیں صرف مُورکھوں کے لئے ہی تھوڑے عرصہ کے لئے کچھ کشش رکھتی ہیں، اور یہ کشش صرف جہالت کی وجہ سے ہی ہے۔ لیکن تمام وِشے بھوگوں کا نتیجہ ہمیشہ دُکھ اور مصیبت ہی ہوتا ہے۔

اور پھر بڑھاپا سب سے بڑی مصیبت ہے۔ بڑھاپے کی بلّی جوانی کے چوہے کو جلد ہی کھا جاتی ہے۔ یہ بڑھاپا کسی کو نہیں چھوڑتا ہے۔ یہ اُن جوانمردوں پر بھی غالب آتا ہے۔ جنہوں نے کہ کسی میدانِ جنگ میں شکست نہ کھائی ہو۔ یہ بڑھاپا جسم کو ایسے غارت کرتا ہے، جیسے کہ برف کنول پھول کو۔ یا جیسے کہ بادِ خزاں کا جھونکا بادل کو منتشر کر دیتا ہے۔ ایسی زیست سے کیا لابھ ہو سکتا ہے۔ جس کے ساتھ بڑھاپے اور موت کا خدشہ ہر آن لگا ہوا ہے۔ دُنیا میں کوئی شے نہیں ہے، جو کہ لقمۂ اجل نہیں ہوتی ہے۔ اور ایسے جسم ایسی خوشیوں اور ایسی بادشاہت کی کیا قیمت ہو سکتی ہے۔ جبکہ دیر و زود موت انہیں ضرور ختم کر دے گی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موت ہر شے کو صرف اس لئے بڑھنے کی مہلت دیتی ہے، تاکہ اُسے اپنا لقمہ بنا سکے۔ اس عالمگیر بے ثباتی کا یہ حال ہے کہ بچپن، جوانی، جسم اور دولت سبھی چند روزہ ہیں۔ زندگی اتنی ہی بے پایاں ہے، جیسی کہ کھلی ہوا میں رکھا ہوا چراغ اور اشیاء کا وجود اور ان کا نمود اتنا ہی غیر مستقل ہے، جتنی کہ بجلی کی چمک، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خالق عالم ایک کھیلنے والے طفل کی مانند ہے، جو کہ جلدی سے جلدی اپنے کھلونے تبدیل کرتا رہتا ہے۔

خود ہمارے حواسات (اندریاں) ہمارے دُشمن ہیں۔ جسے ہم حقیقی تصور کرتے ہیں، وہ جلدی ہی غیر حقیقی ثابت ہوتا ہے، ہمارے تمام بچار اور غور کی بُنیاد محض اہنکار (انانیت) پر ہی ہے۔ ہماری خواہشات وہ زنجیریں ہیں، جن کے ذریعے ہم اس دُنیا سے بندھے ہوئے ہیں۔ تمام ذی نفس جلدی جلدی جا رہے ہیں، نہ معلوم کدھر۔ تمام افراد خواہشات کے بندھن میں پڑ کر نتائج کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ پتر، استری، دھن، زندگی کی راحتوں میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن انجام کار کسی شے سے بھی کوئی لابھ نہیں ہوتا ہے۔ اُن کا سُکھ صرف ایسے عارضی سُکھ کی طرح ہے جو کہ زہر یا کسی منشی شے کی ایک خوراک کھا لینے سے ایک طرح کی غشی یا بے خبری کی حالت سے ہوتا ہے۔

انسانی زندگی کے متعلق اپنا ایسا پُر درد نکتہ خیال بیان کرنے کے بعد شری رام چندر جی وسشٹ منی سے دریافت کرتے ہیں، کہ کوئی ایسی حالت بھی ہے، جو کہ دُکھ اور جہالت سے مبرّا ہو۔ کیا کوئی ایسی سبیل بھی ہے، جس سے کہ اس سنسار روگ کا علاج ہو سکے۔ دُکھ کی نورتی کا کیا اُپائے ہے۔ اودیا کیسے دُور ہو سکتی ہے۔ اور مرغوب اور غیر مرغوب اشیاء کے بندھن سے انسان کیسے چھوٹ سکتا ہے۔ اے بھگوان! آپ مجھ سے زندگی کی مصائب سے آزادی پانے کا بہترین طریقہ بیان کریں، کہ آدمی شغلِ افعال سے یا کہ ترکِ افعال سے آزادی حاصل کر سکتا ہے۔ وسشٹ منی جی یہ دیکھ انہیں شری رام چندر جی جیسا ششیہ بلا ہے۔ جس کا من حصول حقیقت کے لئے بالکل تیار ہے بہت پرسن ہوئے۔

(۲)

وسشٹ منی نے فرمایا کہ اس دُنیا میں عام آدمی کی زندگی واقعی مصیبت اور دُکھ سے پُر ہے، اور اس کا سبب واسنا یا ترشنا یا راگ ہے۔ دُنیاوی مال و اسباب کی خواہش سب سے خطرناک دُشمن ہے۔ یہ زہریلے سانپ کی طرح سے ڈنگ مارتی ہے۔ تلوار کی طرح کاٹتی ہے، نیزے کی طرح چھیدتی ہے، رسے کی طرح باندھتی ہے، آگ کی طرح جلاتی ہے۔ تاریک رات کی طرح اندھا کر دیتی ہے اور بھاری چکی کی طرح اپنے شکار کو پیس ڈالتی ہے، عقل کا ناش کر دیتی ہے، دماغی توازن چھین لیتی ہے اور موہ کے گہرے اور تاریک کوئیں میں دھکیل دیتی ہے۔ ہم یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ ہمیشہ دُکھدائی ہوتی ہے۔ دُنیاوی اسباب کی خواہش میں غلطاں رہتے ہیں۔ اس کا سبب محض جہالت (اودیا) ہے۔ ہم اپنی حقیقی ذات (آتما) اور دُنیا (جگت) کی ماہیت اور اس جگت سے اپنے اصلی تعلق کی نوعیت سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور اس وجہ سے اِن کے متعلق غلط زاویہ نگاہ رکھتے ہیں۔ سب سے بڑی خرابی یہ جہالت ہی ہے، اور دُنیوی زندگی کا دریا صرف جاہلوں کی حماقت کے پانی سے ہی رواں ہے۔ اس سنسار ساگر کو ترنے کے لئے گیان ہی ایک واحد ذریعہ ہے۔ تپ (ریاضت) پرارتھنائیں (مناجاتیں) تیرتھ یاترا وغیرہ شبھ کرم تو ہیں، لیکن ان سے آتم گیان نہیں ہو سکتا۔ نروان یعنی مکتی کا حصول (جس کے بعد پُرانی جنم مرن کے بندھن سے چھوٹ جاتا ہے) صرف گیانی کو ہی ہو سکتا ہے، اور یہ گیان صرف مکمل خود شناسی ہی ہے یعنی اپنی ذات (آتما) کے اصلی سروپ سے واقف ہو جانا۔ اس کے جاننے سے ہی ہم اصلی معنوں میں کسی اور شئے کو جان سکتے ہیں۔ حقیقی گیان آتم گیان ہی ہے۔ باقی اشیاء کا علم محض سطحی علم ہے۔ کیونکہ ایسے علم سے حقیقت کی ماہیت تک رسائی نہیں ہوتی ہے۔ یہ رسائی صرف آتم گیان سے ہی ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی آدمی دُنیا کا راج بھی

پالے۔ پھر بھی جب تک اُسے آتم گیان (خود شناسی) نہیں ہوتا ہے۔ اور آتم گیان (خود شناسی) ہی مستقل آنند اور شانتی کا موجب ہے۔

(۴۷)

یہ آتم گیان (خود شناسی) صرف پُرشارتھ یعنی ذاتی سعی سے ہی ہو سکتا ہے۔ جو شخص یہ اُمید رکھتا ہے کہ قسمت یاوری کرے گی، تو آتم گیان ہو جائے گا۔ تمام دنیوی و رُوحانی ناکامیابی صرف اسی واحد غلط فہمی کی وجہ سے ہوتی ہے کہ انسان اپنی ذات کے علاوہ کسی دیگر ہستی سے مدد کی توقع رکھتا ہے۔ لیکن شری وسشٹ مُنی کی رائے میں صرف پُرشارتھ سے ہی ہر قسم کی سدھی (کامیابی) ہو سکتی ہے۔ اس دُنیا میں یا آخرت میں جو کچھ بھی لائق تحصیل ہے، وہ صرف ذاتی کوشش یا جتن سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ جسے ہم قسمت کہتے ہیں۔ وہ وسشٹ مُنی کی رائے میں صرف ایسے قیود یا بندھن ہیں، جو کہ اپنے گذشتہ افعال کی وجہ سے ہم نے خود ہی دانستہ یا نادانستہ طور پر پیدا کئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ تمام بندھن ہمارے موجودہ پُرشارتھ سے دُور بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن انسانی زندگی میں یا دُنیا میں دکھ کا علاج پُرشارتھ یا جتن کے سوائے کچھ نہیں ہے۔ تمام دانش مند اصحاب صرف پُرشارتھ سے ہی مصائب یا تکالیف کا مُقابلہ کرتے ہیں، اور قسمت کے متعلق کسی بے بنیاد اعتقاد سے سروکار نہیں رکھتے ہیں۔ ہر فرد و بشر خود ہی اپنا دوست اور خود ہی اپنا دشمن ہے، اور اگر خود وہ اپنے آپ کو نہیں بچاتا ہے، تو اور کوئی ہستی اُسے ہرگز نہیں بچا سکتی ہے۔ ہم صرف اپنی ذاتی کوشش سے ہی بدی اور دُکھ وغیرہ کو دور کر سکتے ہیں۔ ایسے شخص کی حماقت میں کیسے شک ہو سکتا ہے۔ جو یہ خیال کئے بیٹھا ہے، کہ پرماتما کی دیا سے اُسے بہشت نصیب ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کی سنگت سے پرہیز کرنا چاہئیے۔ جو کہ انسان کی مکمل خود اختیاری اور اہلیت میں ایمان نہیں رکھتا ہے۔ بہادر، کامیاب، عالم اور دانا لوگ ایسی قسمت کا مسئلہ جہلا، نے صرف اپنی طفل تسلی کے لئے گھڑا ہُوا ہے۔ درحقیقت یہ قسمت صرف ہمارے اپنے ہی افعال کا لازمی و ضروری نتیجہ ہے، اور چونکہ یہ ہمیں ضرور ہی بھُگتنا پڑتا ہے۔ اس لئے اس کو قسمت وغیرہ ناموں سے نامزد کیا جاتا ہے، لیکن پھر بھی یہ تمام نتائج ہمارے اپنے ہی آزادانہ افعال کے نتائج ہیں۔ اور جاہل لوگ جو کہ اپنے موجودہ حالات کو اپنے گذشتہ آزادانہ افعال سے متعلق نہیں کر سکتے ہیں۔ لاعلمی کی وجہ سے قسمت کے قائل ہو جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہماری تمام موجودہ حالت یا جو کچھ بھی آگے ہوگا۔ ہمارے اپنے ہی افعال کا نتیجہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہماری قسمت سے مُراد صرف ایسی پابندی یا قید سے ہے، جو کہ ہم پرماتما سے خود اپنے آپ پر عائد کر لیتے ہیں، اور یہ قسمت ہماری موجودہ کوشش سے تبدیل بھی ہو سکتی ہے، اور اس طرح سے ہم اپنے مستقبل پر ہمیشہ مکمل طور پر قادر ہیں۔

(۴)

شری وسشٹ مُنی کی تعلیم کے مطابق صرف ایسے اصحاب کو ہی آتم گیان ہو سکتا ہے۔ جن کے من ایسے گیان کے لئے تیار ہو چکے ہیں۔ ایسے گیان کے لئے خاص تربیت، خاص طبیعت اور خاص استحقاق کی ضرورت ہے۔ اور اگر کوئی شخص دماغی یا اخلاقی طور پر اس گیان کے حصول کے لائق نہیں ہے۔ تو گورو کا اُپدیش خود شناسی کے متعلق اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ گورو کا اُپدیش صرف ایسے شخص کے من میں جاگزین ہو سکتا ہے، جو کہ شانت ہے۔ وشے بھوگ کی طرف نہیں دوڑتا ہے۔ اور عالم محسوسات سے کوئی گہرا لگاؤ نہیں رکھتا ہے۔ جب اس کا من دُنیوی خواہشات کو ترک کر دیتا ہے۔ تو پھر گورو کا اُپدیش بہت جلدی پھل لاتا ہے۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ یوگ وسشٹ سے بعد تصنیف شدہ ویدانت گرنتھوں میں جگیاسُو کے ابتدائی گنوں کا ذکر زیادہ تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ مثلاً سوامی شنکر آچاریہ جی کے گرنتھوں میں سادھن چتشٹے (خواص چہارگونہ) (۱) وویک (تمیز) (۲) ویراگ (ترک) (۳) کھٹ سمپتی (شم۔ دم۔ تیتکھشا۔ اُپرتی۔ شردھا۔ سمادھان) اور (۴) ممکھشوتو (حصول آزادی کے لئے زبردست خواہش) کا ذکر ہے۔ لیکن یوگ وسشٹ کی تعلیم کے مطابق ایسے شخص کے لئے جو کہ آزادی (مُکتی) کا طالب ہے۔ سنسار ساگر سے پار اُترنے کے لئے صرف چار گنوں کی ضرورت ہے۔ (۱) شم (سکون قلب)۔ (۲) سنتوش (قناعت)۔ (۳) سادھو سنگ (صحبت ارباب صفا) اور (۴) وچار (غور و خوض) اور ایسے ان چار گنوں کا آپس میں ایسا تعلق ہے کہ ان میں سے صرف ایک میں ہی کمال حاصل ہو جانے سے باقی تین خود بخود آجاتے ہیں۔ اس لئے ان میں صرف کسی ایک گُن میں ہی درجہ کمال حاصل کرنا کافی ہے۔

(۵)

گیان یعنی آتم گیان (خود شناسی) ہی زندگی کے تمام دُکھوں اور مصائب کا علاج ہے لیکن اس کے حصول یعنی پراپتی کا ذریعہ کیا ہے؟ بھارت درش کے فلسفہ میں اس ذریعہ (پرمان) کا مسئلہ ہمیشہ بہت دلچسپی کا موجب رہا ہے۔ چارواک مت والوں کا خیال ہے کہ براہِ راست حواسات سے جو علم حاصل ہو، صرف وُہی علم درست ہے۔ بودھوں کا خیال ہے کہ محض پرتیکش اور انومان سے علاوہ شبد پرمان یعنی شاستر کی شہادت کو بھی ایک خاص ضروری پرمان تسلیم کرتے ہیں، اور نیائے مت والے اپمان پرمان (علم بروئے تشبیہ) کے بھی قائل ہیں۔ میمانسامت کے پربھاکر عقیدہ والے ان سب کے علاوہ ارتھاپتی پرمان کے بھی قائل ہیں، اور میمانسامت کے بھٹا آچاریہ عقیدہ والے ان پر ایک چھٹے پرمان (انگوپلبدھی) کا اضافہ کرتے ہیں۔ شنکر کے انویائی ان سب پرمانوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

لیکن وہ باقی تمام ویدانتیوں کی طرح سے مانتے ہیں، کہ آخری حقیقت (برہم) کے جاننے کا آخری واحد ذریعہ صرف شرُتی (وید) ہی ہے۔ لیکن یہ امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، کہ شری وسشٹ مُنی پرماتما۔ آتما یا خارجی عالم کے متعلق تمام معلومات کا واحد ذریعہ صرف ذاتی انُوبھو کو ہی تسلیم کرتے ہیں، اور اس ذاتی انُوبھو کے علاوہ اور کسی پرمان کے قائل نہیں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح سے سُمندر باقی تمام پانیوں کا واحد منبع ہے۔

"اِسی طرح سے صرف پرتیکش پرمان ہی باقی ہر قسم کے پرمانوں کا مخرج ہے"۔

لہٰذا شری یوگ وسشٹ کا فرمان ہے کہ۔ کہ

"آتم گیان صرف اُسی کو ہوتا ہے، جو کہ آخری حقیقت کو براہِ راست اپنے ذاتی انُوبھو سے جانتا ہے۔ باقی تمام لوگ صرف شاستر کے لفظوں کو خالی دہراتے رہتے ہیں"۔

نیائے مت والوں کی طرح سے وسشٹ مُنی کا یہ خیال نہیں ہے کہ پرماتما کی ہستی اور خواص کا گیان انُومان پرمان سے ہو سکتا ہے، اور نہ ہی عام ویدانتیوں کی طرح وسشٹ مُنی کا یہ عقیدہ ہے، کہ پرماتما صرف شرُتی (شاستر) سے ہی جانا جاتا ہے۔ بلکہ وسشٹ مُنی نہایت واضح الفاظ میں فرماتے ہیں۔ کہ

"انُومان یا شاستر ہمیں پرماتما کا درشن نہیں کرا سکتے۔ وہ ہمیشہ صرف ہمارے ذاتی انُوبھو سے ہی جانا جاتا ہے۔ اُسے ہم صرف بطور اپنی ذات کے ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ اور اگر اس آتما (ہماری اپنی ذاتِ حقیقی) کا ہمیں اس طرح سے براہ راست گیان نہیں ہو سکتا ہے۔ تو یہ آتما ہمیں کسی کتاب یا کسی شخصیت سے بھی کسی طرح سے بھی معلوم نہیں ہو سکتا ہے"۔

۶

یوگ وسشٹ کے فلسفہ کا خاص و اہم نمایاں پہلو اس کا کلپنا واد ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے، کہ وسشٹ مُنی کے خیال میں یہ تمام عالم محسوسات اور اس کے تمام موجودات و اشیاء از انجملہ زمان و مکان و قوانینِ قدرت، یہ تمام ہمارے من کی ہی تخلیق ہیں۔ عین جس طرح سے یہ من عالم خواب میں ایک جگت رچ لیتا ہے۔ اس طرح سے یہ عالم بیداری بھی من کی ہی ساخت ہے۔ زمان (کال) کا احساس صرف واقعات کی ترتیب یا تسلسل کے احساس سے پیدا ہوتا ہے، اور یہ مکمل طور پر من کی ہی تخلیق ہے۔ ہمارے من کے نکتہ نگاہ کے مطابق ایک ایک یُگ بطور لمحہ کے محسوس

ہو سکتا ہے، اور ایک ایک لمحہ بطور ایک ایک یُگ کے خیال ہو سکتا ہے۔ عام بیداری کا ایک منٹ اکثر عالم خواب سالہا سال کے برابر محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح سے ولیش (مکان) یعنی SPACE بھی من اور خیال سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ ایک بالشت بھر تفاوت میں من کو میلوں کا احساس ہو سکتا ہے، اور کئی میلوں میں صرف بالشت بھر کا احساس بھی ہو سکتا ہے۔ اور یہ زمان و مکان یعنی کال اور دیش اور جملہ عالم موجودات اس یوگی کے لئے مکمل طور پر محو ہو جاتے ہیں۔ جو کہ خیال سے بالاتر حالت سمادھی میں پہنچ گیا ہے۔ قوانین قدرت بھی صرف ہمارے من کے ہی احساسات ہیں۔ —— جملہ عالم اس من کی ہی شہادت ہے۔ دنیا کی استقامت محض سطحی ہے۔

اور اس کا قیام بھی ہمارے من کی ہی پیدائش ہے۔ لہذا در اصل یہ عالم موجودات ہمارے عالم خواب سے زیادہ قائم و ہست نہیں ہے۔

گویا عالم خواب اور عالم بیداری میں در حقیقت کوئی بنیادی تمیز نہیں ہے۔ جب تک ان میں سے کسی ایک کا وجود ہے، اس وقت تک وہ بالکل یکساں ہیں۔ آتم درشن کے نکتہ خیال سے دونوں بعینہ ایک ہیں۔ اگر دونوں میں کوئی فرق یا تمیز ہے، تو صرف ان کے ایک دوسرے کی نسبت سے ہے۔ جاگرت اوستھا میں سوپن اوستھا کے اسباب غیر حقیقی و موہوم معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن عالم خواب کے شاہد کے لئے اس کا اپنا جاگت مکمل طور پر حقیقی ہے، اور اس حالت میں اس کا عالم بیداری غیر حقیقی اور مکمل طور پر کالعدم ہے۔

جب آدمی نزع یعنی جان کنی کی حالت میں ہوتا ہے، تو اسے تمام زندگی کا تجربہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کہ صرف ایک لمحہ بھر کا خواب اور جس طرح سے جاگرت اوستھا میں سینکڑوں خواب یاد رہتے ہیں۔ اسی طرح جیو کو آخرت کے سفر کے دوران میں اس جاگرت اوستھا (زندگی) کے ہزارہا خواب یاد رہتے ہیں، اور جس طرح سے ہمیں عالم خواب کے بہت سے خواب یاد رہتے ہیں جس طرح سے سدھوں (ارواح باکمال) کو پچھلے جنموں کی جاگرت اوستھا کے خواب بھی یاد رہتے ہیں —— یوگ وسشٹ کی تعلیم کے مطابق ہر من صرف اتنا ہی جانتا ہے۔ جتنی کہ اس کے ذاتی تجربہ کی شہادت ہوتی ہے، اور ہر ایک من صرف اپنے ہی خیالات سے آگاہ ہو سکتا ہے اور اس طرح سے ہر فرد بشر کی اپنی اپنی علیحدہ دنیا ہے، جو کہ ہر من خود اپنے لئے تخلیق کرتا ہے۔

یوگ وسشٹ میں یہ بھی بارہا ذکر آیا ہے، کہ جیو انیک ہیں۔ لہذا جگت بھی انیک ہیں۔ یہ تمام من اور ان کی تمام رچنائیں (سلسلہ ہائے عالمین) ایک عالم گیر من کے خیالات کے نظام کے تحت ہی ہیں۔ اس عالم گیر من کو برہما کہتے ہیں۔ یہ ایک عالم گیر من (برہما) آغاز آفرینش میں خود اپنے تخیل سے یہ تمام سلسلہ ہائے عالم رچتا ہے، اور جب تک اس کا خیال قائم

ہے۔ اُس وقت تک سلسلہ ہائے عالمین و موجودات و ارواح موجود اُن تمام انیک جیووں پر حاوی ایک عالمگیر من (برہما) ہے جنہیں یہ عالم موجودات اور جملہ جیو (افراد) اُس کے تصورات کے طور پر رہتے ہیں۔

پس اگرچہ ہمارے خیالات ہمارے من میں ہمارے ذاتی خیالات معلوم ہوتے ہیں۔ صرف برہما سے پیدا ہونے کی وجہ سے وہ ہم سب کے یکساں خیالات ہیں، اور اِس طرح سے بیرونی جگت کی اشیاء کے متعلق ہمارے تجربہ میں ایک گونہ اشتراک معلوم ہوتا ہے۔ اور چونکہ ہر من برہما (عالمگیر من کا ہی ایک خیال یا تصور ہے۔ اِس لئے ہر من باقی تمام منوں کو اپنے آپ میں بطور تصورات دیکھ سکتا ہے۔ ہر من باقی تمام منوں کے لئے محض ایک خیال ہی ہے۔

لہٰذا اگرچہ کوئی فرد واحد اپنے خیالات سے زائد کچھ نہیں جان سکتا ہے۔ کیونکہ دوسرے افراد اور عالم موجودات صرف ہمارا تخیل ہی ہیں۔ تاہم ہم میں سے ہر ایک کو یقین پڑتا ہے، کہ ہمارا سب کا ایک مشترکہ عالم محسوسات ہے، اور ایسا یقین صرف اس وجہ سے ہے، کہ جملہ موجودات در اصل تمام افراد کے مشترکہ خیالات ہیں عین جس طرح سے کہ یہ ممکن ہے، کہ متعدد افراد کو ایک ہی خواب آوے۔ اُسی طرح سے ہم سب کو ایک ہی عالم خیال (جگت) کا احساس ہوتا ہے۔

۷

عالم گیر من (برہما) اور انفرادی من (جیو) کی تمیز محض اصطلاحی ہے۔ حقیقی نہیں ہے۔ وُہی من جو کہ ایک وسیع تر من (برہما) کی نسبت سے انفرادی ہستی (جیو) سمجھا جاتا ہے۔ خود اپنی تخلیق کے عالم محسوسات کے نکتہ خیال سے برہما خیال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یوگ وسشٹ کے فلسفہ کے مطابق ——"ہر شے بذات خود ایک علیحدہ خیال یا من ہے۔ جس میں کہ ایک مخصوص ذاتی جگت ہوتا ہے، اور اس طرح سے یہ سلسلہ عالم در عالم ایک لامتناہی تسلسل ہے"۔

لیکن ہم صرف اپنی ذاتی دُنیا سے ہی باخبر ہوتے ہیں، اور اُسے ہی جملہ موجودات کی حد تصور کرتے ہیں۔ باقی تمام ہمارے لئے غیر موجود و نیست ہے۔ لیکن یوگ وسشٹ کے عقیدہ کے مطابق جن کو من کی پوترتا حاصل ہوتی ہے، اور برہمانڈی انوبھو ہوتا ہے۔ ان پر یہ تمام سلسلہ ہائے عالمین منکشف ہو جاتا ہے۔

یہ یقین کرنے کی کوئی وجوہات نہیں ہیں کہ ان تمام سلسلہ ہائے عالمین میں ایک ہی قسم کے قوانین قدرت ہیں، اور ہر عالم کی تخلیق اسی نوعیت کی ہے، جیسی کہ ہماری دُنیا کی۔ ہو سکتا

ہے۔ کہ بعض عالم ہمارے عالم سے مشابہ ہوں اور بعض صرف جزوی مشابہت رکھتے ہوں، اور پھر بعض اس سے بالکل ہی مختلف ہوں، کہ ہمارے احاطۂ خیال میں بھی نہ آ سکتے ہوں۔ کیونکہ ہمارے تمام معلومات کی حد صرف ہمارا اپنا ہی خیال ہے۔ لیکن جملہ ہستی یا ہستیٔ مطلق یقیناً ہمارے خیال سے بالاتر ہے۔ اس وجہ سے یوگ وسشٹ کے عقیدہ کے مطابق ——— "جگت کی پیدائش کے متعلق شاستروں کی تمام تصویریں بالکل بے بنیاد و لاحاصل فسانے ہیں"۔ عالمگیر من (برہما) کسی ایسے اصول یا قانون کا پابند نہیں ہے۔ جس کی متابعت اس کیلئے ہر وقت اور ہر جگہ ضروری ہے۔ بلکہ یہ جملہ اصول و قانون خود اس کی اپنی تخلیق ہیں۔ اور وہ ان سب پر حاوی ہے۔



یوگ وسشٹ کے عقیدہ کے مطابق افراد بذاتِ خود ہست نہیں ہیں۔ یعنی قائم بالذات یا ہستیٔ مطلق نہیں ہیں، بلکہ من ہیں، اور اس واحد ہستی مطلق آخری حقیقت یعنی برہم کا ایک خاص نکتہ خیال ہیں۔ یہ انفرادیت اس کی مخصوص خواہش، میلان یا رغبت کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ من مختلف صورتیں اختیار کرتا ہے۔ کسی شئے کا یقین کرنے سے یہ من "بدھی" کہلاتا ہے۔ اپنی ہستی کا علیحدہ گیان رکھنے پر "اہنکار" کہلاتا ہے۔ چنچل ہونے کی وجہ سے "چت" کہلاتا ہے، اور اسی جیو (من) کو جبکہ یہ کسی خاص مقصود کی طرف راغب ہوتا ہے "کرم" کہتے ہیں۔ اور جب یہ ایسی شئے کی طرف مائل ہوتا ہے، جو کہ اس کے باہر نہ ہو، تو اسی کو "واسنا" کہتے ہیں، اور جب یہ بظاہر خارجی اشیاء کے علم کا ذریعہ بنتا ہے، تو حواسات (اندریاں) کہلاتا ہے۔ جب یہ خود اپنی ہی ذات سے اشیاء پیدا کر دیتا ہے۔ تو "پرکرتی" کہلاتا ہے۔ اور یوگ وسشٹ کے عقیدہ کے مطابق "یہ تمام سلسلہ موجودات یا عالم محسوسات ہمارا تخیل ہی ہے۔ یعنی صرف من کا طلسم ہی ہے"۔

یہ من اس خالق مطلق (برہما) سے کوئی علیحدہ یا ممیز شے نہیں ہے۔ بلکہ یہ بذاتِ خود برہما ہی ہے۔ کثافت یا محدودیت کے نکتہ خیال سے اس من کے ظہور کے تین درجے ہیں:۔

(۱) انفرادیت (جیو)۔ (۲) انانیت (اہنکار)۔ (۳) جسمانیت (دیہہ)

جس طرح سے مہتاب سے کرنیں نکلتی ہیں۔ اسی طرح سے اس ہستی مطلق سے افراد (جیو) ظہور میں آتے ہیں، اور اس حالت میں یہ مقابلتاً لطیف ہوتے ہیں۔ پھر اہنکار کی شکل میں یہ جیو زیادہ کثیف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس حالت میں اسے جڑ جگت کا بھی بھاس ہوتا ہے۔ اور اس

سے آگے یہ جسم خاکی اسی من کی کثیف ترین صورت ہے۔

۹

بحثیت من ہونے کے ہم لا انتہا طاقت کے مالک ہیں۔ من ہی سب سے بڑی طاقت ہے۔ وسسٹ منی کا عقیدہ ہے کہ من قادر مطلق ہے۔ سروشکتیمان ہے۔ صرف من کو ہی تخلیق (پیدائش) کی طاقت حاصل ہے، اور یہ اپنی جگت رچنا میں مکمل طور پر آزاد ہے۔ ہم سب جس شے کی اچھیا کرتے ہیں، وہ شے ہمیں ضرور میسّر ہو جاتی ہے، اور ہمارے آدرش کے مطابق ہماری اپنی کوشش ہی ہماری اپنی قسمت کا تار و پود بنتی ہے۔ ہمارے حالات صرف وہی ہوتے ہیں، جو کہ ہم خود دانستہ یا نادانستہ طور پر اپنے خیال کی طاقت سے پیدا کرتے ہیں۔ اور ہمارے خیالات کی اینٹوں سے ہی ہماری شخصیت کی شاندار عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ ہماری "تمام دنیا ہمارے اپنے ہی خیالات کا عکس ہے"۔ اور یہ دنیا صرف اسی حد تک تبدیل ہوتی ہے، جس حد تک کہ ہمارے اپنے خیالات تبدیل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ مکان (دیش) کی وسعت اور زمان (سمے) کا وجود بھی ہمارے خیالات و جذبات کی نسبت سے ہی ہوتے ہیں۔ ہمارا اپنا یقین یا ایمان ہی ہماری تمام کامیابیوں کا راز ہے۔ اور "بندھن اور مکتی بھی محض ہمارے اپنے ہی خیالات ہیں"۔ ہمارا جسم بھی من کی ہی تخلیق ہے، اور اپنی قوت خیال سے ہی من اسے ہر طرح سے تبدیل کر سکتا ہے۔ اکثر جسمانی عوارض من کی چنچلتا سے ہی پیدا ہو جاتے ہیں، اور قوت خیال سے ہی اُن کا اصلی و مستقل علاج ہو سکتا ہے۔ اگر ہم من کے توازن کو ناپاک خواہشات، تفکرات اور ڈر یا غم سے تہ و بالا نہ کریں، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ شریر کے مندر میں بیماریاں کیوں گھس آئیں۔ اسی من کے ساکن ہونے کا دوسرا نام آنند ہے۔

۱۰

قدرت سے بالاتر طاقتوں کے "حصول کا راز" اسی میں ہے کہ ہم اپنے آپ کو جسم خاکی میں یقین نہ کریں، کیونکہ اپنے آپ کو جسم خاکی تسلیم کرنے سے ہم اس جسم کی تمام قید، محدودیت و ناقابلیت اپنے آپ پر عائد کر لیتے ہیں، بلکہ ہمیں اپنے آپ کو صرف آتما کا یقین کرنا چاہیئے، تا کہ ہم قدرت سے بالاتر طاقتوں کے مالک ہوں، اور اگر ہم اپنی محدودیت سے انکار کا اور اپنی فطری کمال کے یقین کا باقاعدہ ابھیاس کریں، تو ضرور ہماری ذات سے فوق الفطرت طاقتوں کا ظہور ہوگا۔ یہ فوق الفطرت طاقتیں کنڈلنی شکتی کے جگانے سے بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ جو کہ بدن کے نابھی چکر میں خوابیدہ

رہتی ہے۔ جب پرانا یام کی جیون شکتی سے ہم کنڈلنی شکتی پر قادر ہو جاتے ہیں، تو ہم سدھوں (ارواح باکمال) کے ساتھ رابطہ پیدا کر سکتے ہیں۔ اُس وقت یوگی ایک بدن کو چھوڑ کر دوسرے بدن میں جا سکتا ہے آنکھوں سے دُور مناظر کو دیکھ سکتا ہے۔ اپنے بدن کو حسب مرضی لمبے سے لمبا اور چھوٹے سے چھوٹا کر سکتا ہے۔

نوٹ

پرانا یام کے متعلق اکثر عوام میں اور علما میں بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اسے محض حبس دم خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت حبس دم سے اس کا بہت ہی کم تعلق ہے۔ میری رائے میں پرانا یام کے ذریعے کنڈلنی شکتی کا جگانا رُوحانی دُنیا کا سب سے بڑا راز ہے۔ یہاں انتہائی اختصار کی وجہ سے صرف اس کا اشارۃً ہی ذکر ممکن ہے۔ اس عمیق اور دقیق مضمون پر میں بشرطِ فرصت پھر کبھی ناظرین "اوم" کے لئے علیحدہ مفصل و جامع آرٹیکل لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ——— (پنڈی داس چوپڑہ)

۱۱

آتما کا تصور جیو کے تصور سے بہت مختلف ہے۔ سطحی شخصیت میں بے شمار تبدیلیوں کے باوجود یہ آتما کبھی تبدیل نہیں ہوتا ہے۔ ظاہری خارجی عالم (عالم مشہود) کی نسبت سے یہ آتما اس کا اندرونی شاہد ہے۔ اس آتما کی پہچان یوں ہو سکتی ہے کہ ہم سوچیں کہ ہماری مفروضہ ذات کے کون کون سے پہلو یا حالات عارضی یا ہنگامی ہیں۔ یعنی جاگرت اوستھا، سوپن اوستھا سشپتی اوستھا اور تریا (چوتھی) ان سب پر اس نکتہ خیال سے غور کریں۔ ہمیں بچار کرنا چاہیئے کہ ہماری ذات کے کون کون سے عالم مشہود کا جزو ہو سکتے ہیں، اور اس وجہ سے ان سب کو شاہد سے علیحدہ جاننا چاہیئے۔

"اس طرز استدلال سے ہم جسم، حواسات، من، بُدھی، ہنکار اور جیو کسی کو بھی اپنا اصلی اپنا آپ آتما نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ہمارے تجربہ کی کسی نہ کسی منزل پر یہ تمام محو ہو جاتے ہیں اور ان سب کو کوئی اور ہستی جو ان سب سے مُختلف ہے ہست کرتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر شاہد و مشہود

میں کوئی آخری و قطعی و ناقابلِ عبور تضاد ہو، تو ان کے درمیان علم کا رابطہ کسی صورت میں بھی پیدا نہیں ہو سکتا ہے۔

اس سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے، کہ شاہد اور مشہود یعنی اندرونی ناظر اور خارجی منظور دونوں کے پسِ پشت ایک واحد آخری حقیقت یا آخری ہستی ہے۔ جو کہ دونوں کو عالمِ وجود میں لاتی ہے، اور دونوں کو اپنی وحدت سے علم کے رشتہ سے وابستہ کرتی ہے۔ پس یہی ایک آخری حقیقت اندرونی شاہد کے نکتہ خیال سے آتما اور بیرونی مشہود کے نکتہ خیال سے برہم ہے، اور یوگ وسشٹ کے عقیدہ کے مطابق جگت کی آخری حقیقت یہی ایک آتما ہے۔ اور اسی سے جملہ اسباب، عالم ایک طرح سے ظہور میں آتے ہیں، اور ایک طرح سے ظہور میں نہیں بھی آتے ہیں۔

(۱۲)

ہماری انفرادیت یا شخصیت اگرچہ ہر لمحہ تبدیلی پذیر ہے۔ لیکن موت کے وقت صرف اس جسم خاکی کے ذرات منتشر ہو جاتے ہیں۔ یہ شخصیت تحلیل نہیں ہوتی ہے۔ یہ ہمارا جسم خاکی زیست کی ہوس کا ایک نمایاں و ظاہری مجسمہ ہے۔ اور یہ ہوس مع بے شمار خواہشات و امیدوں کے اس جسم خاکی کے ذرات منتشر ہو جانے پر بھی بطور ایک انفرادی من کے زندہ رہتی ہے، اور چونکہ اس من کی یہ خواہشات ابھی پوری نہیں ہوئی ہیں۔ اس واسطے جسم کی موت کے بعد یہی من اور خواہشات ایک اور قالب اور ایک اور جگت پیدا کر لیتے ہیں۔ اس جسم کے چھوٹ جانے سے صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ اس جسم میں مکین (جیو) کے تعلقات اس عالم محسوسات سے ٹوٹ جاتے ہیں — گویا موت صرف ہماری خارجی دنیا میں تبدیلی پیدا کرتی ہے"

موت کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ جیو ضروری طور پر کسی دور فاصلہ کی دنیا میں منتقل ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو اس جگہ یعنی اس جگت میں ایک نئی شخصیت کے ساتھ (عارضی بے خبری کے بعد جو کہ پہلے جسم اور جگت کو چھوڑنے کی وجہ سے ہوتی ہے) ایک نئے عالم میں پاتا ہے۔ جیو کے لئے یہ نیا قالب اور نئی دنیا محض اموبہ اتفاقیہ ہی نہیں ہوتے ہیں، بلکہ اخلاق اور روحانیت کے اصولوں اور قوانین کے مطابق ہوتے ہیں، اور اس کے لئے متوفی کی ذاتی خواہشات اور اعتقادات ہی فیصلہ کن عنصر ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کے من میں کوئی خواہش مخفی یا غیر تکمیل شدہ رہ گئی ہو، تو وہ اپنی خواہشات اور اعتقادات کے مطابق (نرک کا دکھ یا سورگ کا سکھ بھوگنے کے بعد) پھر اس عالم محسوسات

ہیں جنم لینا ہے ——— "کیونکہ ہم دُنیا سے صرف خواہش کی زنجیر سے ہی بندھے ہوئے ہیں"۔ اور صرف وُہی افراد اس جنم مرن کے چکر سے چھوٹتے ہیں۔ جو کہ خواہشات من اور زینت کی ہوس کا مکمل تیاگ کر دیتے ہیں۔ انہیں موت کے بعد نروان پد (مُکتی) کی پراپتی ہوتی ہے اور وہ برہم کے ساتھ ایک ہو جاتے ہیں۔

۱۳

ہمارا جگت جو کہ جُملہ جیوؤں کے مابین مشترکہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک عالم گیر من (برہما) کا تخیل ہے۔ اِس عالمگیر من کے خیالات ہماری خارجی دُنیا کی حقیقی اشیاء ہیں۔ ہمارے سلسلہ ہائے کوہستان، دریا، سمندر اور جُملہ خارجی اسباب جنہیں کہ ہم ہست تصور کرتے ہیں۔ سب اسی نوعیت کے ہیں۔ یہ برہما اس ہمارے عالم مشہود کے خالق ہیں ——— "اور جب تک ان کا یہ تخیل قائم ہے، یہ جگت ہست ہے، اور جب ان کا خیال بند ہو جاتا ہے، تو ہمارا یہ جگت بھی معدوم ہو جاتا ہے"۔

یوگ وسشٹ کے عقیدہ کے مطابق اس گیان سروپ برہم کے گیان سمندر میں برہما ایک مانسک لہر ہے۔ یہ لہر یا حرکت کسی خارجی سبب سے پیدا نہیں ہوتی ہے، بلکہ یہ برہم کی اپنی ہی قوت تخلیق ہے، اور اس کی اپنی فطری طاقت (سپنڈ اشکتی) ہے۔

"گویا برہم کی ذات میں ہی وحدت سے کثرت میں نمایاں ہونے کا قُدرتی میلان موجود ہے"۔ اور جب یہ میلان مخفی ہو جاتا ہے، تو پرلے ہو جاتی ہے۔ دونوں صُورتوں میں یہ شکتی اس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہوتی ہے۔ اس کی اپنی ذات اور فطرت کا حصہ ہی ہے۔ یوگ وسشٹ میں اس شکتی کو سپنڈ اشکتی، مایا اور پرکرتی وغیرہ ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔

۱۴

اس آخری حقیقت (برہم) کے متعلق درحقیقت کچھ بھی کہنا نہیں بنتا ہے۔ ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں، کہ وہ ذات تمام اشیاء کی پُشت پناہ آخری واحد ہستی ہے، اور اس عالم محسوسات میں شاہد اور مشہود کے پس پُشت اور ان دونوں کو باہم علم کے رشتہ میں وابستہ کرنے والی واحد حقیقت ہے۔ ہستی کا ایک لامحدود سمندر ہے۔ جس میں کہ یہ تمام اشیاء جُملہ افراد ہست معلوم ہوتے ہیں، اور وہ آخری ہستی چونکہ عالم محسوسات سے بالاتر ہے۔ اس لئے ہمارے الفاظ اُسے کسی طرح سے بیان نہیں کر سکتے ہیں۔ ہمارے تمام تصورات مادہ، من، شاہد، مشہود، وحدت، کثرت، آتما، اناتما، وِدیا، اوِدیا، نور، تاریکی وغیرہ وغیرہ صرف جُزوی حقائق کو بیان کر سکتے ہیں۔ لیکن اس آخری ...

مکمل حقیقت (برہم) کو ہمارا کوئی بھی لفظ بیان نہیں کر سکتا ہے۔

"اِس دوندمئی جگت میں اجتماعِ ضدین کے پسِ پُشت جو کہ اِن ضدین سے بالاتر ہے، اور جس سے یہ جملہ ضدین ظہور میں آتے ہیں۔ جس میں یہ ضدین رہتے ہیں، اور جس میں کہ یہ ضدین نہیں رہتے ہیں۔ ایسی عجیب ناقابلِ بیان و ناقابلِ فہم وہ آخری حقیقت ہے۔ ہماری تمام منطق اور ہمارا تمام فلسفہ اُسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ یہ آخری حقیقت (برہم) ہمارے تمام تصوّرات و تخیّل و کلام سے بالاتر ہے۔ اور ہم صرف خاموشی اور خلوت کی حالت میں اِس کا آنند لے سکتے ہیں۔ اُسے بیان کسی طرح سے بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

۱۵

لیکن ایک بات ہمیں ضرور تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ جملہ موجودات اُسی ایک ناقابلِ فہم ذات واحد کے مظہرات ہیں۔ اس جگت میں یا اس جگت سے باہر جملہ ہستیاں اُسی سے ہست ہیں، اور باوجود ظاہری و سطحی کثرت کے در اصل اُن کی بنیادی و حقیقی وحدت ہمیشہ ایک رس رہتی ہے۔

"جملہ کثرت اسی وحدت سے ہے۔ لیکن پھر اس وحدت میں کثرت کا نام تک نہیں ہے۔ ایک صورت دوسری صورت سے ضرور مختلف معلوم ہوتی ہے۔ لیکن آخری حقیقت (برہم) سے یہ کسی صورت میں بھی جدا نہیں ہے۔ جیسے کہ سونے کا ہر زیور اپنی مختلف و ممیزی شکل رکھتا ہُوا بھی سونے سے جُدا نہیں ہے۔ در اصل سونا ہی ہے یا جیسے کہ بلبلے اور لہریں جدا گانہ اشکال رکھتے ہوئے بھی پانی سے جُدا نہیں ہیں۔ در اصل پانی ہی ہیں۔ اسی طرح سے جملہ اشیاء در اصل وہی آخری حقیقت (برہم) ہی ہیں۔ اسی طرح سے ہر شئے برہم ہی ہے۔ اور "تتوّمسی" "تو وہی ہے"!

۱۶

ستا یعنی حقیقت کا ثبوت قائم بالذات ہوتا ہے۔ لیکن جملہ اشکال یعنی صُورتیں محض عارضی ہیں۔ لہٰذا ہم انہیں ہست منصور نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم انہیں بالکل نیست و نابود بھی تو نہیں کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ آخر اُن کا منبع و مخرج وہی ذات حقیقی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اِس عالم موجودات کو نہ تو ہم ہست ہی کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی نیست کہہ سکتے ہیں"۔

وسشٹ مُنی جی اِس ہستی اور نیستی کے ناقابلِ بیان اجتماع کے لئے لفظ متھیا استعمال کرتے ہیں۔ اور اسی کو اودیا، مایا، بھرم، پرکرتی وغیرہ نام دیا جاتا ہے۔

۱۷

وسشٹ منی کے عقیدہ کے مطابق آخری حقیقت (برہم) ہر قسم کی تبدیلی سے بالاتر ہے۔ ہمیشہ ایک ہے۔ اور اس ذات پاک میں فرق و تمیز کو دخل نہیں ہے۔ عالم امتیازات و خصوصیات اُسی میں ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی ذات ان سے بالکل پاک ہے۔

"یہ تمام جوڑا ہائے ضدین، آتما، اناتما، شاہد، مشہود، ہست، نیست، وحدت، کثرت، ودیا، اودیا، افراد و عالمین کا صعود و فنا، یہ تمام اُسی ذات واحد میں خود اپنے ہی تضاد سے فنا پذیر رہتے ہیں۔ گویا اس ذات پاک میں مکمل طور پر ایک گونہ صفر ہیں"۔ اور ———

اس طرح سے برہم میں سنسار، پیدائش، جگت، افراد، مکتی، بندھن کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ان تمام ضدین کا وجود صرف ہمارے من کے زاویہ نگاہ سے ہے۔ اس کی ذات میں ان کا وجود مفقود ہے۔

جملہ اسباب ہستی کا وجود محض میرے نکتۂ خیال سے ہی ہے۔ میرے نکتۂ خیال سے پرے اُن کی کوئی ہستی نہیں ہے۔

گویا آخری حقیقت برہم کے نکتۂ خیال سے کسی شے کی پیدائش بالکل بے معنی ہے۔

آخری حقیقت ضدین کے ہر جوڑا میں سے ہر دو ہے۔ گویا ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہے۔ پس اس آخری حقیقت (برہم) کے نکتہ نظر سے جیو، جگت، پیدائش، موت، حرکت، بندھن، مکتی کچھ بھی نہیں ہے۔

۱۸

تمام پرانی سکھ کی اِچھا کرتے ہیں۔ لیکن ٹھیک طریقہ سے سکھ کی تلاش نہیں کرتے ہیں۔ وہ اس ذہنی غلطی میں مبتلا ہیں کہ انہیں دُنیوی خوشحالی سے سکھ مل سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمام دنیوی راحتوں اور اندریوں کے بھوگوں میں دُکھ اور رنج کا بیج موجود ہے۔

"ہم دُنیوی اسباب خواہ کتنے ہی جمع کریں، اُن کے اجتماع سے ہمارے سکھ کے امکانات میں ہرگز کوئی اضافہ نہیں ہوتا ہے"۔

مرگ ترشنا کی طرح سے اگر اس سراب میں تلاطم بھی آجائے، تو یہ تلاطم ایک پیاسے کی پیاس نہیں بُجھا سکتا ہے۔ جیسے کہ خواب میں خواہ انسان لکھ پتی ہو جائے۔ اُس سے اس کی غریبی دور نہیں

ہو سکتی ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ دُنیاوی اسباب بذاتِ خود نہ تو راحت آمیز ہیں، اور نہ ہی رنج آمیز۔ نہ قابلِ محبت ہیں، اور نہ ہی لائقِ نفرت۔ ہمارے اپنے ہی نکتۂ خیال سے یہ کبھی سُکھدائی معلوم ہوتے ہیں۔ اور کبھی دُکھدائی۔ ایک شے ایک کے لئے راحت افزا ہے۔ اور وہی دُوسرے کے لئے رنج افزا ہے۔ بلکہ خود ہمارے لئے ہی کسی وقت ایک شے سُکھ کا باعث ہوتی ہے۔ اور پھر وہی شے ہمارے لئے دُوسرے وقت دُکھ کا باعث بن جاتی ہے۔ اگر ہم خود کسی شے کی کامنا رکھتے ہیں، تو اُس کے حصول سے ہمیں سُکھ معلوم ہوتا ہے۔ اور جُوں جُوں ہماری کامنا کم ہوتی جاتی ہے۔ اُسی نسبت سے یہ کم سُکھدائیک ہوتی جاتی ہے۔ اگر ہم کسی شے کے لئے کامنا نہیں رکھتے ہیں، تو یہ ہمارے لئے سُکھدائی ہے، نہ دُکھ دائی ہے۔ اور اگر ہم اس سے نفرت رکھتے ہیں، تو یقیناً اس کے ساتھ تعلق ہمارے لئے دُکھ کا موجب ہوگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ سُکھ دُکھ کا وجود اشیاء میں نہیں ہے، بلکہ اُن کی نسبت ہمارے اپنے نکتہ خیال میں ہے۔ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو "بذاتِ خود خواہش کا وجود ہی دُکھ ہے۔ اور کسی شے کا حصول ہمارے لئے صرف اُسی نکتۂ خیال سے راحت افزا ہے کہ وہ حصول ہمیں عارضی طور پر اس خواہش کے دُکھ سے رہائی دیتا ہے"۔ دُوسرے لفظوں میں حقیقت یہ ہے کہ خواہش کا وجود اور عدم ہی ہمارے دُکھ اور سُکھ کا مُوجب ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ٹھیک طریقہ سے اس خواہش کی جڑ کاٹ دی جائے۔ تو ایک مخصوص حالت کا تجربہ ہوگا۔ جو کہ سُکھ دُکھ دونوں سے بالاتر ہے۔ اُسے آنند کہتے ہیں۔ اس حالت کو صرف وُہی جان سکتے ہیں۔ جنہوں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ کیونکہ جب تک اشیاء کے لئے کامنا موجود ہے۔ اس حالت کا احساس نہیں ہو سکتا ہے۔ حقیقی خوشی (آنند) وُہی ہے جو کہ برہم چک برہمی اوستھا میں ہے۔ جو کہ ہمارا اصلی اپنا آپ ہے۔

"تمام افراد دانستہ و نادانستہ طور پر اسی آنند کی تلاش میں ہیں۔ مُوڑھ اس آنند کی تلاش اسبابِ دُنیوی میں کرتے ہیں۔ اور گیانی اِسے اپنی ذات میں پاتے ہیں۔ اس آنند کی محض ایک جھلک آدمی اس لمحہ میں محسوس کرتا ہے۔ جبکہ من ہر قسم کے تصوّرات و احساسات سے پاک ہو کر مکمل طور پر خاموش و ساکن ہو جاتا ہے۔

۱۹

اس طرح اگرچہ ہم آنند کے سُمندر میں رہتے ہیں۔ پھر بھی ہم اوِدیا (جہالت) کی وجہ سے خارجی اسباب کے دستِ نگر رہتے ہیں، اور خود آنند کے منبع و سرچشمہ ہونے کے باوجود ہم اس آنند کی تلاش عالمِ شہود میں کرتے ہیں۔ یہی غلطی یا جہالت ہمارے تمام دُکھوں کا مُوجب ہے۔ یہی بندھ ہے لیکن

یہ ہمارا بندھن صرف ذہنی بندھن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ جب ہم بندھ جاتے ہیں، تو ہماری تمام ذات مقید ہو جاتی ہے۔ حقیقت تو یہی ہے کہ ہم تینن کال برہم ہی ہیں۔ لیکن اس وقت ہم اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ ہم سرو دیاپک اور لامحدود ہیں۔ لیکن اپنے آپ کو کمزور و محدود پاتے ہیں۔ آنند ہمارا اپنا آپ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم اشیاء کی خواہش کرتے ہیں۔ جُملہ اشیائے عالم کے پسِ پُشت جو واحد آخری حقیقت ہے۔ وہ ہماری اپنی ذات (آتما) ہے۔ لیکن ہم نے غلطی سے اپنے آپ کو جیو (محدود) سمجھ رکھا ہے۔ کوئی صُورت ست (حقیقی) نہیں ہے۔ تاہم ہم ان صُورتوں کو اصلی سمجھتے ہیں۔ یہ تمام اسمائے و اشکال ہی ہماری قیود ہیں، اور ان سے برتری ہی موکھش (سچی آزادی) ہے۔ جب ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ ہم واحد و آخری حقیقت ہیں۔ تو ہم جُملہ قیود سے اپنے آپ کو آزاد پاتے ہیں، اور من یا جیوپن کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ہم کسی شے میں سُکھ کی تلاش نہیں کرتے ہیں اور جُملہ خواہشات ختم ہو جاتی ہیں۔ عالم محسوسات محو ہو جاتا ہے۔ آتما (ذاتِ حق) کے متعلق تمام اودّیا دُور ہو جاتی ہے۔ یہ موکھش اس جسم میں رہتے ہُوئے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ "کیونکہ ہم عین اِس وقت اور اسی جگہ برہم ہی تو ہیں۔"

۶۰

وشسشٹ مُنی کے سدھانت کے مطابق سوائے آتم گیان (خود شناسی) کے نجات کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اور ہماری تمام جہالت صرف اس حقیقت سے بے خبری ہے۔ کہ ہم عین اسی وقت وہی آخری حقیقت (برہم) ہیں۔ یہ مُکتی بنوں میں رہنے، کسی کرم کے کرنے یا تیاگنے۔ کسی تپ سے، تیرتھ یاترا سے دان کرنے یا علمیت سے۔ یگیہ آدی کرنے دھن دولت سے، برت روزہ سے یا کسی دیوی دیوتا کی پُوجا یا اُپاسنا وغیرہ کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ مُکتی صرف اِس ذاتی یقین اور گیان سے ہی ہو سکتی ہے کہ برہم ہی واحد حقیقت اصلی معنوں میں ہست ہے۔ اور ہم وہی برہم ہیں، اور یہ گیان صرف اپنے ہی پُرشارتھ اور بچار سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور کسی بات سے نہیں۔ البتہ گیان کی پراپتی کے لئے من کی شُدھی ضروری ہے۔ اور یہ من کی شُدھی شاستر کے پڑھنے، سادھو سنگ اور اعمال حُسنہ سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن کوئی شاستر یا وید ہمیں یہ گیان نہیں دے سکتا ہے۔ جب تک کہ ہم خود پُرشارتھ نہ کریں اور اُسے اپنی ذات (آتما) میں تلاش نہ کریں۔ شاستروں و رشیوں کے کلام کی صرف اتنی قیمت و اہمیت ہے کہ یہ ہمیں آتما کی شہادت دیتے ہیں۔ جس سے کہ ہم اِس وقت بے خبر ہیں۔

وسشسٹ مُنی کے عقیدہ کے مطابق ترکِ اعمال ضروری نہیں ہے۔ کسی فعل کا کرنا یا نہ کرنا

مکتی پر کوئی اثر نہیں رکھتا ہے۔ یہ ماننا کہ ہم اعمال کو ترک کر سکتے ہیں، جہالت ہے۔ زندگی بذاتِ خود فعل ہے۔ گویا ترکِ اعمال ناممکن ہے۔ لہٰذا مکتی کے لئے ترکِ اعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن کرم کی جڑ اِچھّیا یا خواہش ہے۔ اس جڑ کو کاٹ دینے سے کرم بندھن کا موجب نہیں رہتا ہے۔ ہمارے افعال میں سے انانیت (اہنکار) کا عنصر نکال دینے کی ضرورت ہے۔ نہ کہ ترکِ افعال کی۔ رجیون خود شناسی کے راستہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔ دُنیوی فرائض تیاگ کر تنہائی یا خلوت کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۱

وسشٹ مُنی کے عقیدہ کے مطابق گیان (خود شناسی) محض ذہنی فعل ہی نہیں ہے۔ اس گیان کا ہمارے تمام جیون پر اُسی وقت اثر پڑ سکتا ہے، جب ہم اِسے عمل میں لائیں۔ ہمیں آخری حقیقت کے صرف جاننے کی ہی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ ہمارا دماغ۔ دل اور افعال تمام اِسی کے مظہر ہوں۔ گویا اس حقیقت پر عمل کرنے کا مسئلہ زیادہ اہم و ضروری ہے۔ اور اِسی خود شناسی پر عمل کرنے کے طریقہ کو وسشٹ مُنی نے یوگ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور اس پر دو طریق سے عمل کیا جاتا ہے۔ ایک تو اپنے جیون یعنی جملہ محدودیت کو تسلیم کرنے سے انکار اور دوسرے اپنے آپ کو صرف آتما ماننا جو کہ کاملیت۔ آنند کا سر چشمہ ہے۔ یہ آتما صرف گیان سُروپ ہی نہیں ہے۔ بلکہ آنند سُروپ بھی ہے۔ لہٰذا اس عملی خود شناسی (یوگ) کی تین صورتیں ہیں:-

۱۔ یہ دلی یقین کہ ہم جیو نہیں ہیں۔ بلکہ آخری حقیقت (آتما یا برہم) ہی ہیں۔

۲۔ ہماری ذات میں اِچھّیا نام کو نہیں ہے، اور ہم سُکھ دُکھ راگ و دیش سے پرے ہیں۔

۳۔ زندگی کی مسلسل حرکت جو کہ پران اور اپان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اُس کو بند کر دینے کی مشق۔ یہ مسلسل حرکت اس امر کی مظہر ہے کہ ہم اندرونی طور پر ہمیشہ دگرگوں حالت میں رہتے ہیں۔ ہمیں حقیقی سکونِ قلب کا احساس اُس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ ایک سانس اندر جا چکتا ہے اور دوسرا سانس ابھی باہر نہیں آنے لگتا ہے۔ اس عرصہ سکون کو روز بروز مشق سے طویل کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ پرانوں کی حرکت میں یہ سکون کا لمحہ اسی طرح سے ہے۔ جیسے کہ ایک خیال بطور ہماری توجہ کے مرکز کے ختم ہو جاتا ہے، اور دوسرا خیال ابھی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ "یہی لمحہ بھر خاتمہ خیال حقیقی راحت کی جھلک ہے"۔

۲۲

وہ پُرش جو کہ اپنے جیوپن سے آزادی حاصل کر چکا ہے۔ لیکن ابھی اس جسمِ خاکی میں مکین

ہے۔ وہ جیون مکت کہلاتا ہے۔ اِس کا طرزِ زندگی یوگ وسشٹ میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔ یہاں صرف از روئے اختصار بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایسا شخص (مرد ہو یا استری) دُنیا کی سب سے سُکھی شخصیت ہے۔ جیون مکت پُرش نہ تو سُکھ سے خوش ہوتا ہے اور نہ ہی دُکھ سے دُکھی ہوتا ہے۔ بظاہر اپنے تمام فرائض انجام دیتا ہُوا بھی باطن میں مکمل طور پر آزاد ہے۔ ذات پات وَرن بیوستھا اور مت متانتر (عقائد) کے تمام بندھنوں اور قوانین سے آزاد ہے۔ اور سب کے ساتھ بہتر برتاؤ رکھتا ہے۔ نہ تو اُسے کسی شے کے حاصل کرنے کی خواہش ہے، اور نہ ہی کسی شے یا حالت کے تیاگ کی، اور دُنیوی کاموں کے درمیان میں وہ ایکانت میں ہی ہے۔ زندگی کے شور وشغب سے بالاتر ہے اور قوائے قُدرت جس طرح سے کہ باقی تمام عالم کی رکھشا اور پالنا کرتے ہیں۔ وہ اِس طرح سے اُس کی بھی کرتے ہیں۔



جو پرم پد کو پراپت ہُوا ہے، وہ کرم کے عالمگیر قانون کے تابع نہیں رہا ہے۔ وہ آگے جنم کے بندھن سے چھوٹ گیا ہے۔ اور نہ ہی آگے اُس کے لئے کوئی خارجی عالم ہے۔ اس پر اب کرم کا کوئی قانون حاوی نہیں ہے۔ کیونکہ جو افعال کسی نیت یا مقصد سے کئے جاتے ہیں۔ صرف وہی افعال مستقبل میں جیون یا جنم کا بیج بنتے ہیں۔ لیکن جو کام بغیر لگاؤ یا رغبت کے کئے جاتے ہیں۔ اُن کا کوئی صلہ یا نتیجہ نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی وہ کوئی پھل یا بندھن پیدا کرتے ہیں۔ پس ایسا مُنی جو کہ جملہ خواہشات سے بالا ہو گیا ہے۔ لگاؤ سے آزاد ہو گیا ہے۔ اور اس کے افعال انانیت (اہنکار) سے رہت ہیں۔ وہ کرم پھل کے قانون کے تابع نہیں ہیں۔ ایسے مُنی کا من، جیون، محدودیت وغیرہ موت کے بعد یعنی جسم کے ذرات منتشر ہو جانے کے بعد آنند ساگر میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ یہی نروان ہے۔ یہی سنسار ساگر سے پار اُترنا ہے۔

اوم، شانتی، شانتی، شانتی

اِس آرٹیکل کے متعلق اگر ناظرین میں سے کسی صاحب کو کوئی امر وضاحت طلب ہو، تو وہ مجھے میرے ذاتی پتہ پر لکھ کر بھیج دیں۔ اُن کا سوال معہ مفصل جواب کے رسالہ "اوم" میں شائع کر دیا جاوے گا۔

پنڈی داس چوپڑہ۔ بی۔ اے
6-IV/29 پٹیل نگر۔ نئی دلی 8

درسِ عبرت

از حکیم رمل داس جی مضطرؔ

کیا کہوں کہ کچھ کہا جاتا نہیں / لکھنا چاہتا ہوں لکھا جاتا نہیں
کیا ہے دُنیا اِک خیال و خواب ہے / زِندگی کیا ہے؟ حُباب آب ہے
مال و زر گاہے یہاں گاہے وہاں / اِک جگہ رہتا نہیں یہ بے گماں
چشمِ دل سے دیکھ دُنیا کو عزیز / کل تھا کیا اور آج کیا ہے کر تمیز
کل جہاں دیکھے تھے بحرِ بیکراں / آج واں آئے نظر کوہِ گراں
کل جہاں دیکھا گل و گلزار تھا / آج واں دیکھا شجر پُر خار تھا
کل تھا جس سر پر رکھا تاج و کلاہ / آج اس سر کا نہیں ملتا پتہ
کل جسے کہتے تھے سب شاہِ زمن / آج اُس کی لاش دیکھی بے کفن
کل جسے دیکھا محلوں میں مکیں / آج اس کو کر دیا زیرِ زمیں
کل جسے دُنیا کہے سرتاج ہے / آج دانہ دانہ کا محتاج ہے
کل جو تھا تختِ زری پہ حکمراں / آج دیکھا قید میں ہے نیم جاں
کل جہاں تھے عیش و عشرت بے پناہ / آج سُنتے ہیں وہاں آہ و بکا
کل جسے کہتے تھے یہ دِلشاد ہے / آج لب پہ آہ ہے فریاد ہے
کل جو کرتا سیر تھا افلاک میں / آج دیکھا مِل گیا وہ خاک میں
کل جسے کہتے تھے شاہ نامور / آج ٹکڑے مانگتا ہے گھر بہ گھر
کل جسے کہتی تھی دُنیا مہ جبیں / آج اُس کو دیکھتا کوئی نہیں
کل جسے ملتی تھی آنکھوں میں جگہ / آج ہیں خود اس کی آنکھیں خاکِ پا
غرض یہ کہ سارہ دُنیا بے بقا / بے بقا ہے، بے بقا ہے، بے بقا

درسِ عبرت ہے یہ دُنیا بے گماں
قولِ مضطرؔ یاد رکھ اے مہرباں

بھول جا

از:- حکیم ریمل داس جی مضطر

بھول جا اے مضطرِ ناداں جہاں تو بھول جا
اِس جہاں فانی کے ہر نقش و نشاں کو بھول جا

عندلیب نغمہ خواں سُن یہ بہاریں تابکے
چند روزہ زندگی کے گلستاں کو بھول جا

یاد کر اپنا نشیمن جس جگہ ہوگا مقام
یاد رکھ صیاد کو اور اِس مکاں کو بھول جا

اسم اعظم "اہم برہم اسمی" رہے خاطر مکیں
اسم و جسم و خال و خط و این و آں کو بھول جا

رنج و راحت شادی و غم کو نہیں ہرگز بقا
یاد رکھ یہ قول اور دورِ زماں کو بھول جا

خاک سے ہی ابتدا اور خاک ہی ہے انتہا
خاک رکھ مدِ نظر اور آسماں کو بھول جا

طائرِ عرشی نکلے توڑ زنجیرِ خیال!
قیدِ قفسِ عنصری کی داستاں کو بھول جا

گلشنِ ہستی میں آیا سیر کو بس سیر کر
موسمِ گل بھول جا فصلِ خزاں کو بھول جا

یاد رکھ

از:- حکیم ریمل داس جی مضطر

یاد رکھ اے مضطرِ ناداں خدا کو یاد رکھ
بحرِ دنیا میں سدا ساحلِ فنا کو یاد رکھ

جسم فانی ہی سہی لیکن ہے یہ بھی یقیں
تو امر ہے آتما اپنی بقا کو یاد رکھ

تو گناہگاری میں یکتا وہ اُس کی رحمت بے پناہ
یاد رکھ اپنی خطا اُس کی عطا کو یاد رکھ

کس لیئے مغرور ہے حسن و شباب و علم پر
یاد رکھ دل میں سدا وقتِ قضا کو یاد رکھ

پھونک دیں گے آگ میں یا دفن کر دینگے تجھے
اقربا کی طوطا چشمی اور دغا کو یاد رکھ

بحر ہائے دین و دُنیا ہیں نہایت پُر خطر
بے خطر ہوں گے کلام ناخدا کو یاد رکھ

ساتھ کچھ لایا نہیں تھا اور نہ لے جائیگا
یا یادِ دل نہ باندھ مضطر کی صدا کو یاد رکھ

اشٹانگ یوگ

از۔ منشی سورج نارائن مہر دہلوی

تمہیدی مضمون

فقیر مہر جون ۱۹۱۴ کے سادھو میں بھگوان پتنجلی کا یوگ درشن مع عام فہم شرح ہدیۂ ناظرین کر چکا ہے۔ اس کے دیباچے میں یہ لکھا تھا۔ "میں اس مختصر دیباچے میں نہ یوگ کے فلسفے پر بحث چھیڑنی چاہتا ہوں، نہ یوگ درشن کا خلاصہ دینا چاہتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ یوگ کے اصولوں کی توضیح اور اس کے فلسفے کی تشریح پر ایک ویسی ہی صاف اور عام فہم کتاب لکھنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ جیسی فلسفۂ شریمد بھگوت گیتا پر لکھی ہے۔ دونوں کے کچھ مضامین رسالہ "سادھو" میں نکل چکے ہیں۔ ایشور نے چاہا تو باقی آئندہ نکلتے رہیں گے اور ہدیۂ ناظرین ہوں گے، یا کتاب کی صورت میں نمودار ہوں گے۔ ناظرین کے پاس پہنچیں گے۔"

ان میں سے فلسفۂ گیتا شائع ہو چکا ہے، اور پچھلے تین سال کے مختلف نمبروں میں یوگ کے متعلق مضامین دیئے جا چکے ہیں۔ نومبر ۱۹۱۴ کے سادھو میں میں نے یہ لکھا تھا۔ اس سلسلہ کے دس مضامین سادھو میں نکل چکے ہیں اور مجھے خوشی ہے کہ ناظرین نے انہیں بہت پسند کیا ہے۔ تقریباً دس پندرہ اور باقی ہیں۔ سوچ یہ رہا ہوں کہ ہمت کر کے انہیں بھی تحریر کر لوں اور تمام مضامین ایک رسالے کی صورت میں نکال دوں۔ یہ کتاب بار بار پڑھنے اور غور و خوض کرنے کے لائق ہوگی اور جو پڑھیں گے، وہ شانتی کے رستے پر چلنے کے لائق ہوں گے۔ ہاں ارادہ انسان کرتا ہے، اور اس کی تکمیل ایشور کے ہاتھ ہے۔ جو انتریامی روپ سے ہر ایک کے قلب میں جاگزیں ہو کر اعمال نیک کی تحریک دیتے ہیں اور جو کچھ کرانا چاہتے ہیں، کراتے ہیں۔ انتریامی ایشور ہی کو بھگوان پتنجلی اپنے سوتروں میں یوگ آچاریہ اور قدما کا گورو بتاتے ہیں۔ وہی مجھے بیچ کا وسیلہ یا ذریعہ بنا کر کام لے رہے ہیں۔

"بارہا گفتہ ام و بار دگر مے گویم ؛ کہ من دل شدہ این رہ نہ بخود مے گویم
در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ؛ آنچہ استاد ازل گفت بگو مے گویم"

پرماتما کا دھنیہ باد ہے کہ آج یہ ارادہ پورا ہوتا ہے۔ یوگ شاستر ایک نہائیت ہی بکار آمد شاستر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بھگوان پتنجلی سانکھیہ شاستر کے ماننے والے ہیں۔ لیکن یہ یادہ شاستر صرف سانکھیوں کے لئے ہی نہیں ہے، بلکہ کرم کی راہ چلنے والوں بھگتوں اور گیانیوں کے واسطے بھی ویسا ہی مفید ثابت ہوتا ہے۔ جیسا ابھیاسیوں اور عملی یوگیوں کے لئے ہے۔ اخلاق اور دھرم کے لحاظ سے اس کی تعلیم اعلےٰ درجے کی ہے۔ اس میں علم بھی ہے اور عمل بھی۔ گیان بھی ہے اور ابھیاس یا ریاضت بھی۔ فلسفہ بھی دیا گیا ہے۔ اور اس کو عمل میں لانے اور زندگی کا دستور العمل بنانے کی تجاویز بھی بتائی گئی ہیں۔ غرض یوگ شانتی کی راہ پر چلانے والا شاستر ہے، اور اس کی تعلیم ایسی دل لگنے والی ہے۔ کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس کار آمد اور ہر دلعزیز شاستر کی تعریف میں یہ کہنا کافی ہے کہ اس پر بھگوان ویاس نے بھاشیہ یا شرح لکھی ہے۔ حالانکہ بھگوان ویاس خود شاستر کار ہیں۔

۱۹۱۲ء میں جب رسالہ سادھو لاہور سے دلّی میں منتقل ہوا، تو انہیں خوبیوں کو نظر میں رکھ کر میں نے یوگ درشن کو گیان دھیان کی کتابوں میں سب سے پہلے لیا تھا اور مع شرح ہدیۂ ناظرین کیا تھا۔ لیکن سوتر مختصر ہوتے ہیں اور چونکہ تشریح سوتروں کی تابع ہوتی ہے۔ اس واسطے اُسے بھی زیادہ طوالت دینی مناسب نہیں معلوم ہُؤا کرتی۔ انہیں خیالات سے میں نے یوگ درشن شائع کرکے یہ ارادہ کیا تھا، کہ انہیں مضامین پر کافی شرح وبسط کے ساتھ دلچسپ اور عام فہم مضامین سادھو میں دینے شروع کروں۔ جن میں نثر بھی ہو، اور نظم بھی۔ صاف صاف کار آمد باتیں عام فہم پیرائے میں دی جائیں۔ تاکہ سب انہیں شوق سے پڑھیں اور یوگ کے فیض سے جس کا دوسرا نام شانتی ہے فائدہ اُٹھائیں۔

یوگ کی نسبت لوگوں میں عجیب وغریب غلط فہمیاں پھیلی ہُوئی ہیں۔ بعض یہ سمجھ رہے ہیں کہ یوگ کا تعلق محض عمل یا ابھیاس سے ہے، اور علم و فلسفے سے اسے سروکار ہی نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یوگ وہ عمل ہے۔ جس کے جاننے والے اب نہیں رہے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ کلجگ کے زمانے میں ایسے متبرک شاستر پر عمل ہو کیونکر سکتا ہے۔ یہ غلط فہمیاں اس وجہ سے پھیل رہی ہیں کہ لوگ اس دلچسپ اور کار آمد شاستر کو پڑھتے تو کم ہیں اور خیالات باطل کے گھوڑے دوڑاتے بہت ہیں۔ یوگ اخلاق کو سدھارنے والا، قوئے نفس کو ترقی دینے والا، شانتی کی راہ چلانے والا، روحانیت کا رستہ دکھانے والا اور موکش مارگ پر پہنچانے والا شاستر ہے۔ جنہوں نے پڑھا ہے، وہ اس کی عظمت اور مفاد کے دلدادہ ہیں۔ جنہوں نے نہیں پڑھا انہیں شوق دلانے کے واسطے میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی ہے۔ اسے غور سے پڑھو، تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یوگ کوئی عجیب وغریب عمل نہیں ہے۔ جس کا ست جگ میں تو پرچار تھا اور اب کلجگ

میں جاتا رہا ہے۔ بلکہ یہ وہ دلچسپ اور کارآمد شاستر ہے۔ جس کا فائدہ ہر جگہ، ہر جگہ اور ہر شخص کے واسطے یکساں ہے۔ اسی قبیل کی غلط فہمی پہلے شریمد بھگوت گیتا کی نسبت پھیلی ہوئی تھی۔ پرماتما کا دھنیہ باد ہے، کہ اس روشنی کے زمانے میں وہ جاتی رہی ہے، اور ہندوستان کی زبان ہائے مختلفہ میں گیتا کا ترجمہ و تشریح ہو کر یہ متبرک کتاب گھر گھر ملنے لگی ہے۔

میں نے اس کتاب کے لکھنے میں دو اصول مدِ نظر رکھے ہیں۔ یوگ کے فلسفے کو بھی کھولا ہے۔ جو سانکھیہ شاستر پر مبنی ہے، اور عملی پہلو کی بھی توضیح کی ہے۔ جس کا زیادہ تر تعلق دھرم اور اخلاق سے ہے۔ رہا ابھیاس مثلاً پرانا یام وغیرہ۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ جب تک مشاق عامل بتانے والا نگرانی کو موجود نہ ہو، ان کے کرنے میں ہمیشہ وقت واقع ہوا کرتی ہے۔ کتاب میں سے پڑھ کر جو لوگ ابھیاس کرنے لگتے ہیں وہ اکثر فائدے کی بجائے نقصان اُٹھایا کرتے ہیں، اور ایسے امراض کا شکار بن جاتے ہیں۔ جن کا علاج ہونا مشکل ہے۔ چنانچہ اس حصّے کو زیادہ طُول نہیں دیا ہے۔ میں خود گیان کو ابھیاس پر ترجیح دینے والے آدمیوں میں سے ہوں۔ جو لوگ اپنے ذہن میں یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ بھگوان پتنجلی کے راج یوگ کا تعلق محض ابھیاس سے اسی طرح ہے، جس طرح ہٹھ یوگ کا ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ ابھیاس یوگ کا صرف ایک جزوِ ضعیف ہے۔ یوگ بڑی بھاری شے ہے۔ جس میں ایک چھوٹا سا حصّہ ابھیاس کا بھی آ جاتا ہے فقط ابھیاسی ورزشوں کا نام یوگ کبھی نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب اس غلطی کو بھی دلوں سے دُور کر دے گی۔

فلسفے کا حصّہ اخلاقی و عملی حصّے سے چونکہ زیادہ دقیق ہے۔ اس واسطے اُسے آخر میں لیا ہے، اور عملی و اخلاقی حصّے کو شروع میں فلسفے کی تشریح میں پیچیدہ بحثوں اور لفظی گورکھ دھندوں سے پرہیز کیا ہے۔

شریمد بھگوت گیتا کے فلسفے کی طرح صاف صاف الفاظ میں سانکھیہ کے مسائل اور یوگ کے اُن مسائل پر اصول صاف طور پر بیان کر دیئے ہیں۔ اخلاقی عملیات کو دانستہ تشریح و توضیح کے ساتھ لکھا ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو کہ کسی اصول پر عمل درآمد کیونکر ہوا کرتا ہے۔ کن باتوں کو عمل میں لانا چاہیئے اور کیونکر، کن سے پرہیز واجب ہے اور کس طرح۔ غرض اس کتاب میں میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ہر ایک بات آئینے کی طرح صاف ہو۔ پرماتما اسے شرفِ قبول بخشیں۔ اور پڑھنے والوں کو وہ توفیق عطا کریں کہ گیان دھیان کی کتابیں پڑھ کر کسی درجے پر پہنچیں ؂

خاکسار۔ سورج نارائن مہر

نوٹ:۔ یوگ درشن کی کتاب اُردو میں نایاب ہے۔ ہم نے منشی سورج نارائن جی کے پوتے سری ماتھر صاحب سے اجازت لے کر اس کو رسالہ "آدم" میں شائع کیا ہے۔ کوئی اور صاحب یا کتب فروش اس کو چھپوانے کا مجاز نہیں رکھتا۔ ایڈیٹر "آدم" دِلّی

اوم نت ست

باب اوّل

(ابتدائی مرحلے)

پہلی فصل

یوگ کیا ہے؟

دیباچے میں بتایا گیا ہے کہ یوگ کیا نہیں ہے، اور اس کی نسبت کیا غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس فصل میں ہم یہ بتاتے ہیں کہ یوگ کیا ہے؟ پڑھنے والے کے یہ سمجھ میں آگیا کہ یوگ کیا ہے۔ تو اسے علم کا شوق بھی ہوگا اور تحصیل میں محنت و کوشش سے بھی کام لے گا۔ پس صاف صاف طور پر اوّل یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یوگ ہے کیا چیز۔ پھر راہ تحصیل صاف و ہموار نظر آئے گی اور اس پر چلنے میں کوئی دقت رونما نہ ہوگی۔

بھگوان پتنجلی اپنے درشن میں یوگ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔ "یوگش چت برتی نرودھا" یعنی یوگ چت کی برتیوں کے روکنے کا نام ہے۔ اس جملے میں دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک چت دوسرے چت کی برتیاں۔ ان دونوں کی تشریح ضروری ہے۔ ان کی فلسفیانہ تشریح سے سانکھیہ یوگ اور ویدانت شاستر بھرے پڑے ہیں۔ میں ابھی نہ چت پر فلسفیانہ بحثیں اٹھانی چاہتا ہوں۔ نہ برتیوں کی توضیح حکیمانہ اور اُن کی تقسیم در تقسیم دینا چاہتا ہوں یہ دقیق مسئلے آخر میں دیئے جائیں گے، اور وہیں ان پر بحث و مباحثے بھی کیے جائیں گے۔

یہاں صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ چت وہی چیز ہے، جسے معمولی بول چال میں من کا نام دیا جاتا ہے۔ اسے انگریزی میں مائنڈ اور عربی میں نفس کہتے ہیں۔ گیان اندریوں یا حواس خمسہ یعنی کان، جلد، آنکھ، ناک اور زبان سے ہمیں جو باہر کی چیزوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ من اس کی چھان بین کر کے اُسے اپنا بناتا ہے۔ من نہ ہو، تو نہ تو علم حاصل ہو سکے۔ نہ حاصل شدہ علم حافظے میں قائم رہ کر کسی قسم کا فائدہ دے سکے۔ تمہارے تجربے میں بھی روزمرہ آتا رہتا ہے، کہ پاس آواز ہوئی اور تم نے نہیں سُنی، یا پاس سے کوئی گزرا اور تم نے اُسے نہیں دیکھا۔ یہاں اندریاں تو برابر کام کرتی رہی ہیں۔ کان علم آواز کو اندر لایا ہے۔ آنکھ علم رنگ و

صورت کو اندر لاتی ہے۔ مگر چونکہ من کہیں اور تھا اور اپنا کام نہیں کر رہا تھا۔ ان باتوں کا علم ہمیں نہیں ہوا۔ اسی سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اندریوں سے علاوہ من کوئی اور تتو یا چیز ہے۔ اس کا مفصل بیان تو آگے آئے گا۔ یہاں اتنا خیال رکھو کہ اس من کو ہی یوگ کی اصطلاح میں چت کہتے ہیں۔

اب چت کی برتیوں کو لیجئے اور دیکھئے کہ وہ کیا چیزیں ہیں۔ برتی کے معنی کیفیت یا حال یا تبدیل ہونے والی صورت کے ہیں۔ پس برتیاں اُن مختلف صورتوں کو کہتے ہیں، جو من میں دم بدم اس طرح پیدا اور غائب ہوتی رہتی ہیں، جس طرح مسکن جھیل کے پانی میں موجیں اُٹھیں اور اُٹھ اُٹھ کر غائب ہو جائیں۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ تم خالی بیٹھے ہو یا پوجا اور دھیان میں ہو، مگر من ہے کہ ٹکائے نہیں ٹکتا۔ ٹکا اور یہ گیا اور وہ گیا۔ کبھی گھر میں کاٹے بھینسیں باندھ رہا ہے، کبھی کابل میں گھوڑے خرید رہا ہے۔ ابھی اس پشے پر جاتا ہے، ابھی اُس پشے پر۔ دنیا بھر کے بیہودہ اور بے سروپا خیالات سمندر میں لہروں کی طرح اس میں اُٹھتے رہتے ہیں اور کسی طرح روکے نہیں رُکتے، اُنہیں کو برتیوں کا نام دیا جاتا ہے۔ ان میں صرف بیرونی اشیاء کے علم کی تصاویر ہی داخل نہیں ہیں، بلکہ تاثرات اور جذبات اور خواہشات و ارادات بھی شامل ہیں۔ ہر طرح کے خیالات اور توہمات، اُلفت و محبت رغبت و نفرت، سُکھ دُکھ، لوک پرلوک کی چیزوں کی چاہنا اور سعی و کوشش سے ان کی تحصیل کا ارادہ سب چت برتیاں ہیں۔

ذرا غور کرو، ان برتیوں کا پھیلاؤ کتنا ہے۔ ایک دُنیا کی دُنیا ہے۔ جس کی وسعت کا اندازہ لگائے نہیں لگ سکتا۔ جتنا محور کرتے جائیے اُتنی ہی حیرت و استعجاب بڑھتی جاتی ہے۔ علم و نفس یا سائیکولوجی میں انہیں برتیوں سے بحث ہوتی ہے۔ ان کی تقسیم در تقسیم کی جاتی ہے۔ ان کے پیدا ہونے اور قائم رہنے کے اسباب بتائے جاتے ہیں، اور ان کو کام میں لانے اور فائدہ اُٹھانے کے طریقے۔ ان کی تعلیم و تربیت اور انہیں رستے پر ڈالنے کی تجاویز سے بحثیں کی جاتی ہیں۔ یوگ شاستر اپنے پہلوئے نگاہ سے ان برتیوں کو لیتا ہے۔ ان کی تقسیم در تقسیم کرتا ہے اور انہیں روکنے کے طریقے بتاتا ہے۔

بھلا کیوں؟ اس واسطے کہ ان کا پھیلاؤ ہی بڑا بھاری نہیں ہے۔ بلکہ یہ بڑی طاقت ور چیزیں بھی ہیں۔ دھیان جمانے بیٹھو، تو اُس وقت سخت خلل انداز ثابت ہُوا کرتی ہیں۔ آدمی دھیان کیا چاہتا ہے۔ اشٹ دیو کی مورتی کا۔ ایشور کا یا کسی تتو وغیرہ کا، مگر یہ پھیلاؤ والی زبردست برتیاں دھیان جمنے نہیں دیتیں۔ من ہے کھنچا کھنچا کبھی ادھر آتا ہے، کبھی اُدھر جاتا ہے اور دھیان کرنے والے کو اپنے ساتھ اس طرح گھسیٹ کر لے جاتا ہے۔ جس طرح کشتی کو رسی گھسیٹتی لے جاتی ہے۔ غرض برتیاں بھی بڑی طاقت ور چیزیں ہیں اور من بھی بڑی شہزور چیز ہے۔ دھیان جمانا چاہتے ہو، تو ان کی روک تھام ضروری ہے۔

من ایسا شہزور ہے کہ جو شور بیر میدان جنگ میں تلوار اور بندوق کی مار سے نہیں ڈرتے۔ اور شیروں کی طرح مرد مقابل ہو کر ڈٹے رہتے ہیں، ان کو بھی یہ بندر کی طرح ناچ نچا ڈالتا ہے۔ بس مرد وہ نہیں، جو اپنے ہم جنس مردوں کا مقابلہ کرے، بلکہ وہ ہے جو اپنے من پر غالب آئے۔

شہزور من کو بس میں لانے کے لیئے دو تجاویز بھگوان کرشن بتاتے ہیں۔ ایک بیراگ، دوسرا ابھیاس۔ بیراگ گیانیوں کا حصّہ ہے۔ اس میں دُنیا کو نقشہ خواب کی طرح ہیچ تماشا اور اپنے آپ کو اس کا تماشائی کر کے دیکھا جاتا ہے۔ یہ رستہ کٹھن ہے، کیونکہ بچار کا بہت کام ہے۔ دماغ لڑا لڑا کر سوچا جاتا ہے۔ پرانے خیالات اسی جنم کے نہیں بلکہ جنم جنمانتر کے چھوڑنے پڑتے ہیں، اور ان کی جگہ نیئے جمانے پڑتے ہیں جو دل میں بہت ہی مشکل سے بیٹھتے ہیں۔ اگر تم اس راستے پر چل سکو، تو کیا بات ہے۔ اس سے بہتر اور راستہ نہیں ہے۔ مگر وقت و مشکل سے گھبراتے ہو، تو دوسرا راستہ اختیار کرو یعنی ابھیاس یا یوگ کا۔ اس میں وہ طریقے بتائے جاتے ہیں۔ جن سے خیالات پریشان نہ رہیں بلکہ ایک نقطے پر جمیں۔ جتنا دُکھ ہے وہ من کے پھیلاؤ اور خیالات کی پریشانی کے باعث سے ہے۔ اگر اس دُکھ کو سُکھ سے متبدل کیا چاہتے ہو، تو خیالات کو ادھر اُدھر پریشان نہ ہونے دو، بلکہ سمیٹ کر اور دُکھ سے ہٹا کر کسی اور طرف لگا دو۔

تم نے دیکھا ہوگا کہ بچّے کے چوٹ لگی ہے اور وہ درد سے ہائے ہائے اور نالہ و فریاد کر رہا ہے۔ اس کے آگے جھنجھنا بجانے لگو یا کھلونے نچانے لگو، تو وہ چُپ ہو کر کھلونوں کی طرف متوجہ ہو جائے گا، آدمی بیمار ہو، اور درد سے غل مچائے تو اُس کی توجہ بھی درد کی طرف سے ہٹاؤ، باتوں میں لگا دو، یا کسی اور چیز کی طرف۔ اور دیکھوگے کہ وہ درد محسوس نہیں کرے گا۔ لڑائیوں میں دیکھا گیا ہے کہ سپاہیوں کی تلوار یا بندق سے ہاتھ یا ٹانگ اُڑ گئی، مگر وہ غل مچا مچا کر اُسی طرح لڑتے جاتے ہیں، گویا تکلیف محسوس ہی نہیں ہو رہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ توجہ تکلیف پر نہیں، بلکہ لڑائی کے ہنگامے، شور و غل اور دار و گیر پر ہے۔ ہاں جب لڑائی ہو چکتی ہے، تو ہر ایک مجروح رونا پیٹنا شروع کرتا ہے۔ بھلا کیوں؟ اب توجہ ہٹانے والی چیز نہیں رہی اور دھیان ہر پھر کر تکلیف کی طرف جاتا ہے۔

ابھیاس یا یوگ اسی اصول پر مبنی ہے۔ دُنیا میں دُکھ بھرے پڑے ہیں اور لوگ ہیں کہ ان سے بس طرح گھبرا رہے ہیں۔ جس طرح آب کم میں مچھلیاں بیتاں ہوتی ہیں۔ اس تکلیف، اس دُکھ، اس درد کو کس طرح ہٹائیں اور اس کی جگہ سُکھ کیونکہ بہم پہنچائیں۔ بس اس طرح کہ دھیان دُکھ دینے والی چیزوں سے ہٹاؤ۔ من کا پھیلاؤ سمیٹو۔ اور اُسے ایک نقطہ پر لا ڈالو۔ دُکھ جاتا رہے گا۔ اور اس کی جگہ سمادھی کا وہ سُکھ رُو نما ہوگا۔ جس کی مثال اور نظیر نہیں ہے۔

یوگ شاستر ہمیں وہ وسیلے اور طریقے بتاتا ہے، جس سے ہم اس بے نظیر سُکھ کو حصول کر سکیں۔ دُکھ درد، رنج و غم، کلفت و تکلیف جنھوں نے دلوں میں گھر کر رکھا ہے، وہاں سے نکالیں، اور ان کی جگہ

بے مثال و بے نظیر آنند رونما ہو۔

دُوسری فصل

اشٹانگ یوگ کیا ہے؟

یوگ کے معنی ہیں تمام برتیوں کا پھیلاؤ سمٹ کر نرودھ کی حالت کا بہم پہنچنا۔ اسی کو سمادھی کی حالت کہتے ہیں۔ سمادھی یوگ کی معراج ہے۔ باقی جو کچھ ہے وہ سادھن ہے۔ اس سادھن کی حالت کے سات درجے بھگوان پتنجلی قائم کرتے ہیں۔ آٹھویں حالت سمادھی ہے۔ اس طرح گویا یوگ کے آٹھ انگ یا حصے ہوئے۔ انہیں کو اشٹانگ یعنی آٹھ حصے والا یوگ کہتے ہیں۔ بہتر ہے کہ مجمل طور پر ان آٹھوں انگوں کی تعریفیں یہاں کر دی جائیں۔ ہر ایک کا مفصل بیان آگے دیا جائے گا آٹھوں انگ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) یم (۲) نیم (۳) آسن (۴) پرانا یام (۵) پرتیاہار (۶) دھارنا (۷) دھیان (۸) سمادھی۔

۱۔ یم کے معنی ہیں روکنا۔ یعنی خاص باتیں من کو نہ کرنے دینا۔ بھگوان پتنجلی ان کی تعداد پانچ بتاتے ہیں۔

۲۔ نیم کے معنی ہیں عہد کر کے کرنا۔ یعنی خاص باتیں عہد کر کے روز مرہ کرتے رہنا ان کی تعداد بھی پانچ ہی مقرر کی گئی ہے۔

۳۔ آسن کے معنی ہیں طرز نشست۔ یوگی کو چونکہ ابھیاس کے واسطے بیٹھنا پڑا کرتا ہے۔ اس واسطے ایسے طرز نشست کی خاص ضرورت ہے کہ وہ آرام سے بیٹھ کر ابھیاس کر سکے۔ اسے آسن کہتے ہیں۔

۴۔ پرانا یام کے معنی ہیں پرانوں کا روکنا۔ یہ آتے جاتے سانس کے روکنے سے شروع کیا جاتا ہے۔ اور اس کی انتہا یہ ہے کہ جو سوکشم یا لطیف قوتیں جسم خاکی کو حرکت دے رہی ہیں اُن پر قابو حاصل ہو جائے۔

۵۔ پرتیاہار کے معنی بدلنا ہیں۔ یعنی اندریوں کو من کی صورت میں اس طرح بدل ڈالنا کہ کھلا ہوا کان آواز نہ سُن سکے۔ کھلی ہوئی آنکھ رنگ و صورت نہ دیکھ سکے۔ غرض اندریاں لیشیوں سے متاثر نہ ہونے پائیں۔

۶۔ دھارنا کے معنی ہیں من کو ایک نقطے پر اس طرح قائم کر لینا کہ وہ وہاں سے ہلنے جلنے نہ پائے بلکہ وہیں اٹکا رہے۔

۷۔ دھیان کے معنی ہیں دھارنا کی دھار برابر ایک رس جاری رہتی ہیں دھارنا کو اگر نقطہ فرض کیا جائے، تو یُوں سمجھو کہ دھیان خط کی مانند ہے۔

۸۔ سمادھی کے معنی ہیں۔ نروودھ کی حالت کا بہم پہنچنا۔ یعنی برتیوں کا تمام پھیلاؤ سمٹ جانا اور سروپ میں قیام کا نصب ہونا۔

یہ یوگ کے آٹھوں انگ یا حصے ہیں اور یہ اُن کی مختصر و مجمل تعریفات ہیں۔ سب کے مفصل و مشرح بیان بالترتیب اس کتاب میں آگے آئیں گے۔ اور اُن کے بیانات میں یوگ شاستر کے تمام مسائل پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہاں مختصر تعریفات اس لئے دے دی گئی ہیں کہ مضمون کے سمجھنے میں رکاوٹ نہ ہو۔ آسانی کے ساتھ ہر بات صاف صاف سمجھ میں آتی چلی جائے۔ چونکہ یم اور نیم یوگ کے پہلے دو انگ ہیں۔ اس واسطے اوّل ان کا بیان دیتا ہوں۔ آگے کے دو بابوں میں پانچوں یموں اور پانچوں نیموں پر ہر ایک پر بسیط مضامین دیئے گئے ہیں۔ جن میں زیادہ تر عملی پہلو لیا گیا ہے۔ اِس کتاب کی غرض یوگ کے مسائل کو عام فہم طریق سے بیان کرنا ہے۔ اس واسطے یم اور نیموں کا فلسفہ یہاں نہیں کھولا گیا ہے۔ بلکہ علیحدہ باب میں اِس کی تشریح دی جائے گی۔

باب دوئم

(یموں کا بیان)

پہلی فصل

اہنسا یا بے آزاری

اہنسا کے معنی اُوپر بیان ہو چکے ہیں، یعنی کسی کو آزار نہ پہنچانا۔ یہ پیارا اصولِ اخلاقی اس درجے کا ہے کہ بودھوں اور جینیوں کا تو عقیدہ یہی ہے کہ "اہنسا پرمو دھرمہ" یعنی کسی کو آزار نہ پہنچانا ہی دھرم کا آئیڈیل ہے۔ اِسی باعث سے یہ لوگ گوشت خواری سے مجتنب رہتے ہیں۔ گوشت بہم پہنچانے کے واسطے جانور کو مارنا پڑتا ہے۔ مانا کہ ہم آپ نہ ماریں۔ لیکن ہم گوشت کھاتے ہیں، تو اور لوگوں کو ہمارے واسطے جانور ذبح کرنے پڑتے ہیں اور۔ اِسی مطلب سے دُنیا میں ایک فرقہ خاص یعنی قصاب پیدا ہو گئے جو جیو ہنسا کرتے ہیں۔ اور لوگوں کے ذائقہ زبان کے بہم پہنچانے کے واسطے طرح طرح کے جانوروں کا گوشت بیچتے ہیں۔ یہی ہنسا نہیں بلکہ جو ان کے خریدار ہیں۔ وہ سب اس ہنسا میں شامل ہیں۔ کیونکہ کوئی گوشت نہ کھائے تو جانوروں کو کون اور کس کے لئے ہلاک کرے۔

یہاں تک یہ سب باتیں سچی اور اچھی ہیں۔ گوشت کھانے سے نہ کھانا بہتر ہے۔ اور مجھے یقین

ہے۔ کہ اہنسا کا ذکر جہاں کہیں آئے گا۔ کوئی شخص محض اس بات کے ثابت کرنے کے واسطے کہ بے زبان جانوروں کا مارنا اچھا ہے۔ کبھی بحث میں لب نہیں کھول سکے گا۔ لیکن یہ اہنسا کا صرف ایک پہلو ہے۔ یہی لالہ جی جو قصاب کی دُکان سے گزرتے وقت مُنہ پر رومال رکھتے ہیں اور زبان سے ہرے رام ہرے رام کہتے ہیں۔ موقع پڑنے پر مُول اور بیاج کے واسطے ہم جنس کیا، بھائیوں تک کا خون پینے کو تیار دیکھے جاتے ہیں۔ پس اہنسا کی نسبت ان کا جو خیال ہے، وہ بہت ہی تنگ دائرے میں محدود ہے۔ اور اُس کو بڑی بھاری وسعت کی ضرورت ہے۔

اہنسا جس چیز کا نام ہے، وہ تین طرح سے کی جا سکتی ہے۔ مَن یا خیال سے بانی یا زبان سے اور کرم یعنی ہاتھ سے۔ اصلی اہنسک پُرش وُہی ہے، جو خیال زبان یا ہاتھ سے کسی فرد بشر کو ہی نہیں بلکہ کسی ذی حیات کو کسی طرح کا آزار نہ پہنچائے۔ اب ایک ایک کو لیتے جایئے۔

مَن کی اہنسا کو بخوبی ذہن نشین کر لیجئے۔ مَن کا بڑا درجہ ہے۔ اوّل خیال طبیعت میں اُٹھا کرتا ہے۔ بعد میں وہ الفاظ کا جامہ پہن کر زبان پر آتا ہے، اور آخر میں کرم یعنی عمل میں ظہور پاتا ہے۔ پس مَن میں ہنسا کا خیال بھُول کر مت اُٹھنے دو، مَن ہمیشہ شدّھ رہے۔ مَن ایشور کا مندر ہے۔ جس میں ایشور کا نواس ہے۔ اِس کو ہنسا کے گندے خیالات سے گندہ نہ کرو۔ ایشور ہاتھ کے کرم کو اِتنا نہیں دیکھتے، جتنا مَن کے خیالات کو دیکھتے ہیں۔ مہاراج تُلسی داس جی کہتے ہیں، اور کیا ہی سچی بات کہتے ہیں۔

رکھت نہ پربھو چت چُوک کیئے کی
کرت سُرت سَو بار ہیئے کی!

یعنی شری رام چندر جی کرنے کی بھُول چُوک کو اپنے دِل میں جگہ نہیں دیتے مگر مَن کے خیالات کو بار بار ذہن میں رکھتے ہیں۔ پس ہنسا کے خیالات کو مَن میں جگہ نہ دو۔ جب اُٹھیں سعی نہ کوشش سے روکو۔

پس تمہاری سب سے پہلی کوشش یہ ہونی چاہیئے، کہ مَن میں کوئی ایسا خیال نہ گزرے، جو اوروں کی آزار رسانی کا ہے۔ اگر گزرتا ہے تو اُسے روکو، اور مَن کو ایسے بیہودہ خیالات کی طرف رُخ نہ کرنے دو۔ جب اُٹھیں ان کی جگہ پاک اور متبرک خیالات سوچو۔ باتیں کرنے لگو، کتاب لے بیٹھو۔ غرض جس طرح ہو سکے مَن کو پاک رکھو۔ گندے خیالات کا گھر نہ بناؤ۔ کیونکہ نہ اِن سے کچھ فائدہ ہے، نہ کچھ حاصل ہے۔ اُلٹا اپنا ہی نقصان ہے، کسی اور کا نہیں۔

اب باقی یعنی زبان کی ہنسا لیجئے۔ ایسی بات زبان پر لانی جس سے دُوسرے کا جی دُکھے ہنسا میں داخل ہے۔ پس بات بولنے سے پہلے لفظوں کو تولو۔ اور ہمیشہ دیکھو کہ تمہاری بات کسی کو ناگوار

تو نہیں کرو رہے گی۔ ہنسی مذاق میں، معمولی گفتگو میں، آپس کی بات چیت میں اس بات کا دھیان رکھنا چاہیئے۔ یوں تو سب کو ہی یہ فضیلت بہم پہنچانی ضروری ہے۔ اہل درجہ و ثروت، اہل علم و فضل اور بڑے آدمیوں کے واسطے یہ اہنسا اور بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اُن کی ایک ایک بات پر ہر ایک کی نظر رہا کرتی ہے۔ تم نے لوگوں کو خاص آدمیوں کی تعریفیں کرتے سُنا ہوگا کہ بولتے وقت اُن کے مُنہ سے پھول جھڑا کرتے ہیں۔ تم بھی اپنی ذات میں یہی وصف بہم پہنچاؤ، اور تمہاری خوشی کے ساتھ گزرے گی۔

مزاح و تمسخر میں اکثر ایسی باتیں زبان پر آجاتی ہیں۔ جن سے دُوسروں کا دِل دُکھے۔ پس ہنسی مذاق کرو، تو دیکھ کر کرو، اندھا دھند نہیں۔ سب سے بڑھ کر باتی کا ہنسک چغلخور ہے۔ تم بھول کر بھی چغلخور اور جھوٹی شکایت کرنے والے نہ ہو۔ نہ ایسے آدمیوں کے ساتھ کسی قسم کا تعلّق رکھو۔ شیخی بگھارنے کی کی عادت بھی چھوڑو۔ یہ بڑی خراب عادت ہے۔ کیونکہ جب آدمی اپنے آپ کو جھوٹ موٹ بڑا ثابت کرنا چاہتا ہے تو ظاہر ہے کہ جن سے وہ اپنے آپ کو بڑا ثابت کیا چاہتا ہے۔ اُن کی نِندا کرے گا، اور ضرور کرے گا۔ یہی باتی کی ہنسا کہلاتی ہے۔

جن شخصوں کی زبان پر گالیاں چڑھی ہوئی ہیں اُنہیں یہ خراب عادت ترک کرنی چاہیئے۔ گالی سے زیادہ باتی کی ہنسا اور کوئی نہیں ہے۔ گالی کبھی نہ دو۔ غصّہ طبیعت پر حاوی ہے تو اُسے روکو، اور اس کا اظہار حتی الامکان نہ ہونے دو۔ اگر اظہار کرتے ہو، تو اِتنا ضرور کرو کہ درجۂ انسانیت سے گزر کر بالکل جانور نہ بن جاؤ۔ یہ باتی کی ہنسا کہلاتی ہے۔

———— اب کرم یعنی اعمال کی ہنسا کو لیجئے۔ ہاتھ سے آدمی یا جانور کی جان لینا ہی ہنسا نہیں ہے، بلکہ ہر قسم کا آزار پہنچانا ہنسا میں داخل ہے۔ آدمی یا جانور کو مارنا پیٹنا، کسی کا حصّہ چھین لینا، کسی کا مال چرا لینا، رشوت لینا، حدِ مقرّرہ سے زیادہ سُود لینا، اور مُول بیاج کے واسطے لوگوں کو جیل خانے بھجوانا۔ ایسے مشغلے رکھنا، جن سے اوروں کی دِل آزاری ہو۔ سب ہنسا میں داخل ہیں۔ ایسا کون سا مُردہ ضمیر ہے جو یہ نہیں سمجھ سکتا، کہ میرے فلاں کام میں گو میرا فائدہ ہے، مگر اسی میں اوروں کا نقصان ہے۔ ایسے کاموں سے باز آنا چاہیئے اور نظر غور دیکھتے رہنا چاہیئے، کہ ہماری ذات سے ہر شخص کو بجائے کسی قسم کے نقصان کے فائدہ پہنچے مبارک ہیں وہ لوگ، جو اوروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں ———— بھرتری ہری مہاراج کا ایک شلوک ہے۔ جس کا نفس مطلب یہ ہے، کہ جو لوگ آپ نقصان اٹھا کر اوروں کو فیض پہنچاتے ہیں، وہ آدمی نہیں دیوتا ہیں۔ جو اوروں کو فائدہ پہنچانے کے ساتھ اپنا بھی فائدہ مدِنظر رکھتے ہیں، وُہ اِنسان یا آدمی ہیں۔ جو اپنے فائدے کی غرض سے اوروں کو نقصان پہنچاتے ہیں، وہ آدمی نہیں ہیں شیطان ہیں۔ لیکن جو اوروں کو نقصان پہنچاتے ہیں، اور اُس میں اُن کا کچھ فائدہ نہیں۔ میں نہیں جانتا اُن کو کیا نام دُوں۔ کیسے افسوس کا مقام ہے کہ اِس چوتھی قسم کے آدمی

بہت سے دیکھے جاتے ہیں۔ ناظرین تم پہلی قسم کے دیوتا منش آدمی بنو۔ اگر اتنا نہیں کر سکتے تو دوسری قسم میں داخل ہونے کی کوشش کرو، مگر بھول کر بھی تیسری یا چوتھی قسم میں داخل نہ ہونا۔

اہنسا کی مشق کی ویاس جی اپنی شرح میں ایک سہل تجویز بتاتے ہیں۔ فرض کرو، ایک شخص گوشت کھاتا ہے۔ اُسے اوّل اوّل عہد کرنا چاہیئے کہ میں مہینے میں فلاں روز گوشت نہیں کھاؤں گا یا فلاں تہوار یا مُقدس دن گوشت نہ کھاؤں گا۔ ہمارے ہاں کے بُرت کے دن بھی اسی اصُول پر قائم کیئے گئے تھے۔ جس روز بُرت رکھنا ہوتا تھا۔ اُس سے پہلے رات کو عہد کیا جاتا تھا کہ ہم دن بھر غصہ نہ ہوں گے، جھوٹ نہ بولیں گے، ایشور کا نام جپیں گے یا فلاں دھرم سمبندھی کتاب پڑھیں گے، یہ بھوجن کریں گے، اس طرح پوجا کریں گے، یہ دان دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ لوگوں کو اصُول معلوم نہیں ہیں۔ بُرت اب بھی رکھتے ہیں، لیکن وہ پدھی پُورک نہیں ہوتے۔

تم بھی اہنسا کے بُرت خاص خاص دن رکھا کرو۔ ان سے من کرم بانی کی اہنسا سے بچنے کی عادت پڑے گی، اور رفتہ رفتہ عادت استوار ہو کر طبیعت بن جائے گی۔ اہنسا کا اصُول بہت ہی عام فہم ہے۔ مَن بانی یا کرم سے جس خیال، بات یا کام میں اَوروں کا نُقصان معلوم ہو، اُسے ہرگز نہ کرو۔ اس سے آسان بات اَور کیا ہو سکتی ہے۔ جو فرد اہنسا کا ابھیاس کرتے ہیں، اُن کو بھی من کرم بانی سے کوئی آزار نہیں پہنچا سکا کرتا، وہ ایشور کے پیارے ہوتے ہیں۔ اُنکی زندگی نہایت خُوشی کے ساتھ گُزرتی ہے۔ خوش خوش جیتے ہیں۔ خوش خوش مرتے ہیں۔ ان کے واسطے ترقی کی راہیں کھُلتی ہیں، اور رُوحانیت کے میدان میں بے کھٹکے بڑھتے چلے جاتے ہیں ؛

دُوسری فصل

ستیہ یا صدق

دُوسرا یم ستیہ یا راستی ہے۔ راستی کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ ہمارے خیال، قول اَور فعل ظاہر میں ہیں، وُہی باطن میں بھی ہوں۔ ہاتھ سمرنی پیٹ کترنی والا آدمی جھوٹا کہلاتا ہے۔ جو تم سوچو، وہی زبان سے کہو، اَور ویسا ہی ہاتھ سے عمل کرو، تو ستیہ کا پالن کر رہے ہو، اَور تم سچے ہو۔

راستی کی نسبت یاد رکھنا چاہیئے کہ بذات خود شریف ترین فضائل اخلاق میں سے ہے۔ اَور تمام فضائل اخلاقی کی جڑ ہے۔ ایک نہایت ہی مزے کی کہانی سُنی جاتی، کہ ایک شخص میں پنج عیب شرعی موجود تھے۔ تقدیر نے یاوری کی، تو ست سنگ میں جانے لگا، اور ایک لائق و فائق گُورو کا چیلا بنا۔ بیچارے نے

اپنا سارا حال سُنایا کہ میں اوباش بھی ہوں، جُوا بھی کھیلتا ہوں، شراب خور بھی ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ گورو ہنسنے اور کہنے لگے۔ کہو تو تم سے ہر عیب ترک کروا دوں۔ مجھے بہت سہل نسخہ آتا ہے۔ اُس نے کہا۔ اس سے بہتر کیا بات ہے، لیکن پُرانی خراب عادتیں چھُوٹتے ہی سے چھوٹیں گی۔ بھول چوک ہو جائے تو معاف فرمایئے گا۔ گورو نے کہا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ تم سے صرف ستیہ کا پالن چاہتا ہوں۔ مجھ سے کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ اور کچھ نہیں چاہتا۔ چیلا خوش ہُوا کہ یہ کون سی بڑی بات ہے۔ میں تو سمجھتا تھا کہ آپ کوئی کٹھن کام بتائیں گے۔ شب کو جب وہ مجلس قمار میں جانے لگا، تو خیال آیا کہ گورو جی پوچھیں گے، رات کو کیا کرتے رہے تو کس مُنہ سے کہوں گا کہ جُوا کھیلتا رہا، لعنت کرو، جُوئے میں نہ جاؤ۔ پاس ہی اس کی زن بازاری کوٹھا تھا۔ اس نے اُوپر سے آواز دی کہ آؤ۔ آج ایک نہایت ہی نفیس شراب کی بوتل منگوائی ہے۔ چیلے نے پھر سوچا۔ کہ صبح گورو نے رات کا حال دریافت کیا تو جھوٹ تو بول سکتا نہیں۔ یہی کہنا پڑے گا کہ زن بازاری کے کوٹھے پر تھا، اور اس کے ساتھ شراب پیتا رہا۔ کیسی شرم کی بات ہو گی کہ آج ہی چیلا بنا ہوں اور کل یہ شرمناک کہانی سُنانی پڑے گی۔ چنانچہ اُس نے اپنی آشنا کو کچھ جواب نہ دیا اور گھر آ کر بھجن کرنے لگا۔ اس طرح اُس کے عیب ایک رات میں چھُوٹ گئے۔ صبح جو حال تھا گورو سے خوش خوش جا کر کہا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے بیٹا، ستیہ کا پالن کرو۔ یہ تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ ستیہ سے باہر کوئی نیکی نہیں ہے۔

ایک پُرانے فارسی شاعر کا مقولہ ہے۔ جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ؎

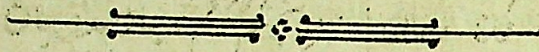
راستی موجب رضائے خداست
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

راستی کا ایک سیدھا رستہ ہے۔ جس میں نہ کہیں موڑ ہے، نہ کہیں گُم ہونے کا خطرہ ہے۔ جھُوٹ کی بے شمار راہیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک پیچدار اور پُرخطر ہے۔ ایک جھوٹ کے واسطے سَو اور جھُوٹی باتیں تلاش کرنی اور بنانی پڑتی ہیں۔ اس لئے تم ستیہ کی سیدھی راہ اختیار کرو۔ اِدھر اُدھر جھُوٹ کے جنگلوں میں بھٹکتے نہ پھرو۔ اُن میں چپے چپے پر خطرہ ہے۔

جھُوٹے کو اپنے ضمیر کا خُون کرنا پڑتا ہے، وہ اپنی نظر میں بھی ذلیل رہتا ہے۔ لوگوں کی آنکھوں میں بھی حقیر رہتا ہے، نہ خدا اس سے خوش ہے، نہ خلقِ خُدا اس سے خوش ہے۔

اگر جھوٹ بولنے کی علّت غائی پر نظر کیجئے، تو اس کی تہ میں یہ باتیں نظر آیا کرتی ہیں یا تو آدمی میں سچ بولنے کی استطاعت و استعداد نہیں ہے اور وہ جان بچانے کو جھُوٹ بولتا ہے، یا اپنے کو اپنے سے زیادہ جتانے اور اپنی شان بڑھانے کو جھُوٹ بولتا ہے یا تمسخر و مزاح میں اوروں کے خوش کرنے اور اپنی تعریف کرانے کو جھُوٹ بولتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں اس بھرم یعنی غلط فہمی پر مبنی ہیں۔

مزاح میں تعریف چاہنا یا مبالغے سے اپنی شان بڑھانا تو صریح و صاف مغالطہ ہے ہی۔ جہاں خوف سے جھوٹ بولا جاتا ہے، وہ بھی بھرم ہے۔ کیونکہ خوف جھوٹ میں ہے نہ کہ ستیہ میں۔ ستیہ نربھے ہے۔ ستیہ میں خوف کی بُو تک نہیں چھُو گئی ہے۔ ہمیشہ ہر حال میں ستیہ کا پالن کرو، اور تمہیں کسی سے کبھی خطرہ نہ ہوگا۔ یہ جگت ست مُولک ہے۔ اس کی جڑ برہم ست رُوپ ہے، جھوٹی مایا ہے۔ مایا کے غلام نہ بنو۔ اپنا سرُوپ پہچانو۔ تم ست رُوپ برہم ہو۔ متھیا مایا سے تمہیں کچھ سروکار نہیں ہے۔ جو ہمیشہ ستیہ کا پالن کرتے ہیں، وہ انجام میں ستیہ سنکلپ ہو جاتے ہیں۔ پس جھوٹ مایا کپٹ، چھل سب چھوڑ دو۔ اُن کی اننت صورتیں ہیں، کس کس کو گرہن کروگے۔ ایک ستیہ کو پکڑو، اور مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔ اس ستیہ سے تم اسی دُنیا میں خوشی کے ساتھ زندگی بسر نہیں کروگے۔ بلکہ تمہاری عاقبت بھی سُدھرے گی اور آخر وہ دن آجائے گا کہ ستیہ کے پرتاب سے تم اپنے آپ کو ست رُوپ برہم انُبھو کرو گے۔ سب مایا چھُوٹ جائے گی، اور تم اپنے شُدھ ست سرُوپ میں ستھت ہوگے۔



تیسری فصل

استیہ یا چوری نہ کرنا

تیسرا یم یعنی روک جو یوگ کے طالب کو اپنے واسطے مقرر کرنا چاہیئے استیہ ہے۔ استیہ کے لغوی معنی چوری نہ کرنا ہے۔ جو چیز ہماری ملکیت ہے، اُسی پر ہمارا حق ہے۔ اگر ہم کسی اور شخص کی چیز ہتھیا لیں، اور اُسے اپنے استعمال میں لائیں تو یہ چوری کہلاتی ہے۔ اس سے پرہیز لازم ہے، اور وہ بھی اس طرح کہ ہم مَن کرم اور بانی سے کبھی اس فعل شنیع کے مرتکب نہ ہوں۔

چھوٹے سے چھوٹا بچہ اور کتّے سے کتّا چور دونوں بخوبی سمجھتے ہیں کہ چوری کرنی بُری ہے۔ اس کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ چھوٹے بچے کی کوئی چیز چُرائے، تو دیکھئے وہ کیسا ناراض ہوتا ہے۔ اسی طرح کتّے سے کتّے چور کی شے جاتی رہے، تو اُسے بھی سخت رنج ہوتا ہے۔ دونوں جانتے ہیں کہ یہ شے ہماری ملکیت تھی، اور اس کے استعمال سے فائدہ اُٹھانا ہمارا حق تھا۔ دُوسرا لے گیا ہے تو وہ سخت بد دیانتی اور خلاف اخلاق کام کرنے کا مرتکب ہُوا ہے۔ اس کا کوئی استحقاق نہیں تھا۔ اسی اصُول پر سب اگر عمل درآمد کرنے لگیں تو زندگی کیسی خوشی اور خرمی کے ساتھ بسر ہو۔ نہ عدالتوں کی حاجت رہے، نہ جیل خانوں کی ضرورت رہے۔ سب اطمینان کے ساتھ دن میں آرام کے ساتھ کام کریں، اور رات کو نیند بھر کر سوئیں۔

لیکن انسان کی طبیعت عجیب طرح کی اضداد سے مل کر بنی ہے۔ اپنی چیز کوئی چُرائے تو اسے بُرا معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اگر اَور کی چیز اُسے مل جائے یا دھوکا دے کر اُس سے ہتھیا لائے، تو خوش ہوتا ہے۔ کیا تماشے کی بات ہے، کہ جس کام کو ایک جانب بُرا سمجھتا ہے۔ دُوسری جانب خود کرنے کو آمادہ ہوتا ہے مگر بُرا کام ہمیشہ بُرا ہے۔ ایک حالت میں اچھا اور دُوسری حالت میں بُرا کیونکر ہو سکتا ہے۔ بُرائی کا نتیجہ ہمیشہ بُرائی ہے۔ کیا دُنیا میں اور کیا عقبےٰ میں۔ چور یہاں سزا پاتا ہے، اور اگر یہاں سے بچ گیا، تو عاقبت کی سزا سے کیونکر بچ سکے گا۔ خدا دیکھتا ہے۔

نہ چوری چُھپے تم کوئی کام کرنا نہ اپنے گھرانے کو بدنام کرنا
بدی صُبح کرنا نہ تم شام کرنا برا قول ہے دل پہ ارقام کرنا
خُدا دیکھتا ہے خُدا دیکھتا ہے

نہ جُھوٹی قسم جان بچانے کو کھانا نہ یُوں اعتبار اپنا ہرگز جمانا
گواہی میں سچ سچ کہو گر ہو دانا کہ حاکم نے گو اُس کو مانا نہ مانا
خُدا دیکھتا ہے خُدا دیکھتا ہے

نہ بُھولے سے دینا کسی کو بھی دھوکا بُرا دھوکہ بازی کا دیکھا نتیجہ
یہ باتیں بُری ہیں نہ سمجھو تم اچھا کسی نے جو دیکھا نہ دیکھا تو پھر کیا
خُدا دیکھتا ہے خُدا دیکھتا ہے

پڑی چیز بھولے سے بھی مت اُٹھاؤ تمہیں کیا پڑی ہے اُدھر کو جو جاؤ
یہ چوری ہے دھوکا نہ زنہار کھاؤ اکیلی جگہ بھی یہی دل میں لاؤ
خُدا دیکھتا ہے خُدا دیکھتا ہے

نہ چوری سے ہو کچھ سروکار تم کو یہ عادت ہے بد اس سے ہو عار تُم کو
کرے گی کسی روز یہ خوار تم کو ہُوا کیا جو پکڑے نہ سرکار تم کو
خُدا دیکھتا ہے خُدا دیکھتا ہے

نکالو دلوں سے خیالات بد کو کرو ترک تم بغض کو اور حسد کو
نکالو طبیعت سے سب ردّ وکد کو ذرا کام میں لاؤ اپنی خرد کو
خُدا دیکھتا ہے خُدا دیکھتا ہے

خیالات گو دل میں رہتے ہیں پنہاں مگر کس سے پنہاں یہ سوچے تو انساں
ہمیں اور تمہیں گو نہ معلوم ہو یاں پر اُنکو بھی مانند مہر درخشاں
خُدا دیکھتا ہے خُدا دیکھتا ہے

اُوپر کے بندوں میں جو باتیں بیان ہُوئی ہیں، وہ سب چوری کی قسمیں ہیں۔ بعض کرم کے لحاظ سے چوری میں داخل ہیں۔ بعض من اور بانی کے لحاظ سے چوری کے یہ معنی ہیں کہ جو چیز ہماری نہیں ہے۔ اسے ہم دانستہ ہتیالیں۔ یہ کھلی ہُوئی چوری ہو یا امانت میں خیانت ہو۔ دونوں ایک ہیں۔ پڑی ہُوئی چیز کو اُٹھا لینا اور مالک کو تلاش کر کے نہ دینا بھی کرم ہی کے لحاظ سے چوری ہے۔ کیونکہ صریح ظاہر ہے کہ یہ چیز ہماری نہیں ہے۔ اس پر ہمارا کسی طرح کا استحقاق نہیں ہے۔

● من کی چوری یہ ہے کہ لوگوں کی نسبت ہم من میں بُرے خیالات رکھیں۔ بغض، حسد، عناد کینہ وغیرہ وغیرہ کے خیالات سب من کی چوری میں داخل ہیں۔ تم اِس قسم کے خیالات بد کو دِل میں بھُول کر بھی راہ نہ دو۔ ظاہر میں اپنے آپ کو شریف دِکھانے کی کوشش کر رہے ہو، اور تمہیں سب شریف سمجھتے ہیں۔ مگر تمہارے مَن میں پاپ گھر کئے بیٹھا ہے۔ تم ظاہری چور نہیں، باطنی چور ہو۔ یاد رکھو، کہ خیالات بیج ہیں اور کلام و اعمال شگوفے ہیں۔ بیج موجود ہے تو وقت خاص پر شگوفے بھی پھُوٹیں گے اور ضرور پھُوٹیں گے۔ انہیں کون روک سکتا ہے۔

باتی کی چوری کئی طرح کی ہوتی ہے۔ جہاں تمہارا بولنا ضروری ہے، وہاں چُپ ہو رہنا، یا حرف مطلب بچاکر بات کرنا، یا بات کو ٹال دینا۔ سب باتی کی چوری میں داخل ہیں، اور جو اُن کا ارتکاب کرتا ہے، وہ چوری کی خراب عادت کا بیج بو رہا ہے۔ جس طرح کسی کی امانت میں خیانت کرنی چوری کرنی ہے۔ اِسی طرح اوروں کے افعال کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھنا، یا اُن کی قابلیت، اُن کی اغراض کی بے وقری کرنا۔ ان کے اقوال و خیالات کو مبالغہ کر کے یا حرف مطلب بچاکر غلط بیان کرنا۔ یا جس تعلق میں وہ بیان کئے گئے تھے۔ اس کا لحاظ نہ رکھ کر بیان کے پیرایے سے ان کا رنگ ہی جُدا کر دینا۔ سب چوری کی مختلف قسمیں ہیں، اور سب سے ہی پرہیز واجب و لازم ہے۔

کہتے ہیں انگلستان میں ایک دفعہ نامی گرامی چور پکڑا گیا۔ چونکہ اُس زمانے میں قانون سخت تھے، اُسے پھانسی کا حکم ملا۔ پھانسی دینے سے پہلے دستور کے مطابق اُس سے پُوچھا گیا کہ کسی سے ملنا یا بات چیت کرنی تو نہیں چاہتا۔ اُس نے کہا۔ مَیں اپنی ماں کے کان میں ایک بات کہنا چاہتا ہُوں۔ چنانچہ ماں بُلائی گئی۔ چور نے ماں کے کان میں بات کرنے کی بجائے اس زور سے ہرکھ بچاکر کاٹا کہ جڑ سے کان ہی اُکھاڑ لیا۔ عورت درد سے چِلّانے لگی۔ لوگوں نے کہا کمبخت تُو مرنے کو بیٹھا ہے اور اس آخر وقت میں تُو نے مادر مہربان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ کس طرح کا شیطان ہے۔ چور نے آہ سرد کھینچی اور جواب دیا، کہ میری پہلی چوری یہ تھی کہ بچپن میں ایک ہم جماعت کا چاقو چُرا لایا تھا۔ ماں نے مجھے چوری سے روکا نہیں، بلکہ اُلٹی تعریف کی، کہ کیسا اچھا چاقو ہے۔ اگر یہ پہلے ہی دن میرے کان اینٹھ دیتی، تو آج مجھے پھانسی نہ ہوتی۔ مَیں نے اس کا کان اس واسطے کاٹا ہے کہ اوروں کو عبرت ہو۔

پس شروع ہی سے خیال رکھو، کہ بچے ہیں چوری کی عادت نہ پڑنے پائے۔ جوان آدمی میں اگر یہ خراب عادت ہے، تو اُس کے لئے بشرطیکہ ہمّت کرے، اس کا ترک کر دینا کچھ مُشکل امر نہیں ہے۔ چوری نہ کرنے یعنی استیہ کا معیار بہت ہی عام فہم ہے۔ خیال رکھو کہ جو چیز ہماری نہیں ہے، اُس کے ہتیا لینے اور استعمال میں لانے کا بھی ہمیں استحقاق حاصل نہیں ہے۔ اِس سے زیادہ اور کیا آسان رستہ ہو سکتا ہے۔ اگر عادت سے لاچار ہو کر تم کوئی چیز اُٹھاتے ہو، تو اِسی زریں اصُول کو یاد کر کے اور طبیعت پر جبر کر کے اُسے نہ اُٹھاؤ، اور اگر بھُول کر اُٹھا لائے ہو، تو جہاں سے اُٹھا کر لائے تھے۔ پھر وہیں رکھ آؤ۔

چور کو چوری کرتے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے۔ چونکہ اُس کا دِل پکڑا ہُوا ہوتا ہے۔ اس واسطے شانتی کبھی نصیب نہیں ہُوا کرتی۔ اِس واسطے شانت رہنے کے واسطے لازمی اُمر ہے کہ ہم اشتیہ کے یم پر دِل و جان سے کاربند رہیں۔ جو شخص من بانی کرم سے اشتیہ کا پابند ہے، وہ شانتی سے رہتا ہے۔ کوئی من کرم بانی سے اِس کی کوئی چیز چُرا کر اذیت نہیں پہنچا سکتا۔ میرے دوستو، یہ دُنیا تمہارے خیالات کا عکس ہے۔ جیسے تم آپ ہو، ویسی ہی تمام دُنیا تم سے اچھی طرح پیش آئے گی۔ اب تمہیں اختیار ہے، چاہے جونسا رستہ اختیار کرو۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔

چوتھی فصل

برہمچریہ یا پاکبازی

● برہمچریہ کے معنی ہیں جذبات شہوانی و نفسانی پر قادر رہنا اور من کرم بانی سے ویریہ کی رکشا کرنا۔ یوگ اور دھیان کے سالک کو ہی اس یم کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ تحصیل کمال کے جس کوچے میں جو کوئی کامزن ہُوا چاہتا ہے، اُسی کے واسطے لازمی اور ضروری ہے کہ بدل و جان برہمچریہ کا برت دھارن کرے ــــــ اس کی وجہ یہ ہے کہ ویریہ منش کا سار ہے۔ اگر اِس کی کماحقّہٗ رکشا نہیں کی گئی، تو آدمی میں بل نہیں رہا کرتا۔ بل یعنی زور و طاقت پر ہی دُنیا کے تمام کاموں کا اِنحصار ہے۔ عقلی و اخلاقی ہوں یا رُوحانی ہوں، یا جسمانی ہوں۔ ہر طرح کے کاموں کا دارومدار جسمانی صحت و تندرستی اور زور و طاقت پر ہے۔ اگر مکانِ جسم کی بُنیاد بودی پڑ گئی ہے۔ اگر آدمی دائم المریض ہے، اگر اُس کی صحت اچھّی نہیں ہے۔ اگر اُس میں زور و طاقت، بل یا جان نہیں ہے، تو وہ کسی کام کو خُوبی و خوش اسلُوبی کے ساتھ باقاعدہ طور پر انجام نہیں دے سکتا۔ اور جہاں لگاتار باقاعدہ محنت کے ساتھ کام نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں کامیابی

کی اُمید رکھنی فضول ہے۔

طالب علم کے واسطے برہمچریہ کا دھارن کرنا اَز بس ضروری ہے۔ کیونکہ اوّل تو ابھی پُختہ کار مرد نہیں ہُوا۔ ابھی سے ویریہ کی رکشا نہیں ہُوئی تو پُختہ کار مردمی کا مُنہ دیکھنا ہی اس کو نصیب نہ ہوگا۔ دُوسرے اور لوگوں کی نسبت اِسے دماغی محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ علم سیکھنے میں دماغ کا کام ہے، توجہ لگانی پڑتی ہے۔ لگاتار اور باقاعدہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ اِس کے لئے صحت مند جسم اور توانا اعضائے جسمانی کی ضرورت ہے۔ جو برہمچریہ کے برت ہی سے ہوتے ہیں۔

ہمارے پُرانے رشی مُنی اس اصُول سے بخُوبی واقف تھے، اور اس کی عظمت اُن کے دلوں میں اس طرح جاگزیں تھی کہ طالب علم کے واسطے اُنہوں نے چوبیس برس کی عمر تک برہمچاری کا برت لازمی قرار دیا تھا۔ چونکہ طالب علم برہمچریہ پالن کرتے تھے۔ اِس واسطے طالب علم کا نام ہی برہمچاری پڑ گیا تھا۔ اور اب تک برہمچاری طالب علم کے معنی میں برابر استعمال ہوتا چلا آتا ہے۔

لڑکا گورو کے آشرم میں بھیجا جاتا تھا، وہیں وہ شب و روز رہتا تھا۔ گھر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اُس کے تمام ساتھی برہمچاری ہوتے تھے۔ گرہستیوں کا ایسے آشرموں میں گزر نہیں تھا۔ سب مل کر تحصیل علم میں مشغول و مصروف رہا کرتے تھے۔ چوبیس سال سے پیشتر شادی کی اجازت نہیں تھی۔ اس لئے کبھی کو عورتوں کے سنگ کا خیال تک نہیں آتا تھا۔ مزے سے پڑھا کرتے تھے۔ اور صحت و زور و طاقت کے پُتلے ہوتے تھے۔ جو سنسکرت کو عجیب و غریب لٹریچر سے معمُور کر گئے ہیں۔ یہی لوگ تھے، جنہوں نے ہر صیغے میں اِس طرح کا کمال حاصل کیا تھا کہ آج تمام دُنیا اسے دیکھ دیکھ کر عش عش کرتی ہے۔ یہ کمال برہمچریہ کی برکت ہے۔

آج کل ذرا مدرسوں میں جا کر دیکھو تو عجیب نظارہ نظر سے گزرتا ہے۔ بچے زیادہ پست قد ہیں۔ ان کے جسم نزار و نحیف ہیں، صحت اچھی نہیں ہے، آئے دن بیمار رہتے ہیں۔ کالجوں میں جا کر دیکھئے، تو ان سب باتوں پر ایک اور ایزادی نظر آتی ہے۔ یعنی جس کو دیکھو، عینک لگائے ہُوئے ہے۔ جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ نگاہ کمزور ہے، اور نگاہ کی کمزوری کا باعث بالعموم دماغ اور اعصاب کی کمزوری ہے۔ یہ غریب کالجوں سے پڑھ کر نکلیں گے، تو دُنیا میں کیا خاک کام کر کے دکھا سکتے ہیں۔ عام شکایت ہے کہ ہندوستان میں دماغ والے آدمی بہت کم پیدا ہوتے ہیں، اور ایسے آدمی عنقا صفت ہیں۔ جو کچھ اُونچ کا کام کر کے دکھائیں۔ گویا اِس مُلک سے کسب کمال ہی اُٹھ گیا ہے۔ یہ اعتراض حق بجانب ہے۔ ہمارے کالجوں کے طالب علموں سے یہ توقع رکھنی کہ وُہ مغربی مُلکوں کے آدمیوں کی طرح ایجاد و اختراع میں کچھ کر کے دکھائیں گے، ناممکنات میں سے ہے۔ ان میں وہ دماغی طاقت ہی نہیں ہے۔

کو رکھ سکتے ہیں، نہ عورت مرد کا مُنہ نہ دیکھے۔ یہ قید تو صرف

٭ برہمچریہ کے معنی یہ نہیں کہ مرد عورت کا مُنہ نہ دیکھے اور عورت مرد کا مُنہ نہ دیکھے۔ یہ قید تو صرف

زمان طالب علمی کے واسطے ہے۔ جس میں کیا لڑکا اور کیا لڑکی دونوں کے جسم پُوری نشو ونما کو نہیں پہنچتے۔ جب دونوں سنّ بلوغ کو پہنچ گئے تو سلسلہ توالد وتناسل وبقائے نسل ایک قُدرتی امر ہے ______ اس کے روکنے کی جو تعلیم دیتا ہے، وہ خلاف قاعدۂ قُدرت تعلیم دیتا ہے۔ نہ اس کی تعلیم قابلِ عمل درآمد ہے، اور نہ اس پر کوئی عمل کر سکتا ہے۔ شاستر کار بھلا ایسی خلافِ قُدرت تعلیم کیونکر دے سکتے ہیں۔

گرہستی اگر شہوت پرست نہیں ہے۔ بیگانی استری کو ماں بہن کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اپنی استری سے اولاد پیدا کرنے کے واسطے مہینے میں ایک بار یا دو بار گمن کرتا ہے، تو وہ برہم چاری یم کا پابند ہے اور برہم چاری برت دھارن کئے ہوئے ہے۔ یہ کرم کے لحاظ سے برہم چریہ ہے۔ جو لوگ بیگانی عورتوں کو تاکتے پھرتے ہیں، زنان بازاری میں خراب ہوتے پھرتے ہیں۔ گھر میں جانوروں کی طرح کام کے بس میں رہتے ہیں، وہ برہم چریہ پالن نہیں کر رہے ہیں۔ انہیں صحت جواب دے گی۔ قبل از وقت بوڑھے ہوں گے۔ امراض میں مُبتلا رہیں گے اور عقلی، اخلاقی و رُوحانی ترقی نہیں کر سکیں گے۔

● بانی کا برہم چریہ یہ ہے کہ تم کامی اور لمپٹ پُرشوں کی صحبت میں بیٹھ کر شہوت رانی کی نہ باتیں سُنو، نہ اپنی زبان سے کہو۔ اس سے کام کی اگنی تیز ہوتی ہے اور آدمی پتت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح فحش کتابیں پڑھنا بُری بات ہے۔ اُردو کی شاعری خاص کر قابلِ نفرت ہے۔ اس میں سوائے زنان بازاری کے محاوروں چوچلوں اور معاملات کے اور خاک نہیں ہے۔ ناچ گانے کی مجلسیں جن میں رنڈیاں بُلائی جاتی ہیں۔ پرہیز کے لائق ہیں۔ ایسے اخبار جن میں فحش اشتہارات چھپتے ہیں، صرف ردّیوں کے ٹوکروں میں ڈالے جانے کے لائق ہیں، پڑھنے کے لائق نہیں۔ کیسے افسوس کا مقام ہے کہ ان میں سے بہت سے اپنے آپ کو خاص سماج کا آرگن بتاتے ہیں۔ مگر ان کے صفحات ایسے اشتہاروں سے بھرے ہوتے ہیں۔ جنہیں پڑھ پڑھ کر نفرت آتی ہے۔

● من کا برہم چریہ برت یہ ہے۔ کہ شہوت رانی کے خیالات اس میں اُٹھنے نہ پائیں۔ یہ خیالات طبیعت میں اُٹھے تو کلام اور اعمال میں ظہور پائے بغیر نہیں رہیں گے اس واسطے مَن کی شُدھی باقی اور کرم کی شُدھی سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ یہاں بھی لٹریچر، صحبت اور باہمی گفتگو کا بڑا بھاری اثر ہوتا ہے۔ پس میرے دوستو، اگر تم چاہتے ہو، کہ تمہارے جسم قوی اور صحت مند رہیں، دماغ تندرست رہے۔ عقلی، اخلاقی اور رُوحانی ترقی کے قابل بنو، تو برہم چریہ برت دھارن کرو، پرماتما تمہارا کلیان کریں گے۔ یوگ کے طالب کو چونکہ دھیان جمانے کی قابلیت بہم پہنچانی ہے۔ اس کے واسطے دماغ قوی کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے۔ پس اس کے لئے برہم چریہ کا پالن کرنا لازمات میں سے ہے۔ دگرنہ وہ کبھی یوگ ابھیاس کے لائق نہیں ہوگا ______ غرض برہم چاری برت ایک ایسا قابلِ قدر اہم اور مفید مطلب برت ہے، کہ ہر شخص

کے لئے اس کا دھارن کرنا بڑی ضروری بات ہے، جو اسے دھارن نہیں کرتے، وہ نہ دنیا کے رہتے ہیں، نہ دین کے۔ جو دھارن کرتے ہیں، اُن کا دین و دنیا دونوں میں بھلا ہے۔

پانچویں فصل

اپرے گرہ یا ترک

پانچواں یم جو یوگی کو اپنے واسطے مقرر کرنا چاہیئے، وہ اپرے گرہ ہے۔ اپرے گرہ کے دو معنی ہیں۔ بے سروسامان ہونا، یا بشیوں یعنی لذائذ کو قبول نہ کرنا یعنی ترک کرنا۔ بات دونوں میں ایک ہی نکلتی ہے، اور یہ وہی سادھن ہے، جسے ویدانت کی سادھن چتشٹے میں بیراگ کا نام دیا جاتا ہے۔ یعنی بشیوں کو اس نظر سے دیکھنا کہ ان میں دوش ہے۔ اور دوش کی وجہ سے ہمیں ان میں پھنسنا نہیں چاہیئے۔

جو اصول اس اپرے گرہ میں مضمر ہے، وہ کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ گیتا کے دو شلوکوں میں یہ نہایت ہی خوبی اور خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔

لذات سے ہوتا ہے تعلق پیدا لیتے ہیں دل میں لذتوں کا جو مزا
خواہش سے ہوا کرتا ہے غصہ پیدا ہوتی ہے تعلق سے ہویدا خواہش

غفلت سے حافظے میں آتا ہے فتور غصے سے ہوا کرتا ہے غفلت کا ظہور
ہے عقل کا ناس ناس انسان کا ضرور ہوتا ہے اس قصور سے عقل کا ناس

یاد رہے کہ تمام لذات دل یا خیال کی تابع ہیں۔ آدمی اول دل میں مزے لیا کرتا ہے کہ میں فلاں چیز کھاؤں یا فلاں شے پیوں یا فلاں شے بھوگوں تو کیا لطف آئے۔ اس طرح دل میں مزے لیتے لیتے بشیوں سے ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی تعلق پا کر خواہش کی صورت اختیار کرتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک خواہش کا پورا ہونا ناممکن ہے۔ اس واسطے جہاں خواہش پوری نہ ہوئی۔ بے اختیار غصہ آتا ہے۔ غصہ بڑی بھاری غفلت کا باعث ہوتا ہے، اور غفلت سے حافظے میں فتور آتا ہے۔ سب نے دیکھا ہوگا کہ جہاں غصہ طبیعت پر طاری ہوا، اور آدمی کا یہ حال ہو جاتا ہے، کہ نہیں جانتا میں کیا کہتا ہوں، یا کیا کرتا ہوں۔ یہ غفلت کا اظہار ہے، اور اس سے حافظے میں فتور آتا ہے۔ جہاں حافظے میں فتور آیا آدمی کی عقل ماری جاتی ہے، وہ اپنے سروپ سے گر جاتا ہے۔ یہی اس کا ناس ہے کہ سچدانند سروپ ہو کر اونچے پائے سے کتنا نیچے اور جانوروں کی طرح ہو جاتا ہے۔

گرا ہے۔ ——— پس بشئے بھوگ کی باسنا کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہیئے۔ غور کیا جائے تو آدمی کی جسمانی ضروریات تھوڑی ہیں اور تھوڑی سی کوشش میں مہیّا ہو سکتی ہیں۔ جو لوگ زیادہ بشئے یعنی لذّات میں پھنسے ہوئے ہیں، انہوں نے اپنی جان کو ناحق عذاب لگا رکھا ہے۔ بشیوں کی تحصیل میں رنج ہے، تحفظ میں رنج ہے۔ خرچ ہو جاتے رہتے میں رنج ہے۔ وسشٹ مہاراج کا ایک شلوک مال و زر کے بارے میں ہے۔ جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:۔

تحصیل کیا تو ہے تحفّظ کا خیال محفوظ رہا تو صرف کا ہے جنجال
آنے میں بھی رنج اور جانے میں بھی رنج لعنت تجھ پر ہزار لعنت اے مال

سادگی کی زندگی میں جو مزا ہے، وہ تکلّفات اور بشئے بھوگ کی زندگی میں نہیں ہے۔ جتنا تعلّقات کا جال پھیلتا جاتا ہے، اتنے فکر و افکار اور اوہام و آلام بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً تم تنہا رہتے، تو خوشی اور آزادی کی زندگی بسر ہوتی۔ شادی ہو گئی، تو بیوی کا فکر سر پر چڑھا۔ ناممکن ہے کہ تمہارے اس کے سب خیال ایک ہوں۔ مخالفت کی صورت اُٹھے گی پر اُٹھے گی اور باعث غم و غصّہ ہو گی۔ اولاد کی پود پھیلنی شروع ہوئی۔ آئے دن کوئی نہ کوئی بیمار ہے۔ ان کی ضروریات پوری کرنے کا فکر رہتا ہے اور سو جھمیلے ہیں، نوکر چاکر رکھے۔ گائے گھوڑا خریدا۔ اور تعلّقات کی زنجیر پاؤں میں پڑی۔ ان کا بھی فکر سر پر سوار رہنے لگا۔ مکان بنوایا، اس کی مرمت ہونی چاہیئے۔ غرض لا انتہا چیزیں ہیں۔ کوئی کہاں تک شمار کرے۔ اِسی طرح پریگرہ یعنی سامان یا تعلّقات بڑھتے ہیں۔ میں نے تعلّقات کا پھیلاؤ اور اس سے کلفت کا امکان دکھایا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں، کہ کوئی شادی نہ کرے یا اولاد نہ پیدا کرے، یا نوکر چاکر نہ رکھے، یا گائے گھوڑا نہ پالے۔ بلکہ مطلب صرف اتنا ہے کہ یوگ کے طالب کے لئے ضروری امر ہے کہ وہ صرف اتنے ہی تعلّقات پیدا کرے، جنہیں آسانی سے نباہ سکتا ہے، اور وہ اس کے واسطے باعث تکلیف و کلفت نہ ثابت ہوں۔

بہت سے ایسے آدمی ہیں، جو ہر جگہ اپنا قدم اڑاتے ہیں۔ ملاقاتیں اکثر پیدا کر لی ہیں۔ طرح طرح کے اچھے برے شوق اور عادتیں ڈال لی ہیں۔ دن میں دفتر میں کام کرتے ہیں، رات کو گھر پر کچھ کام کھولا ہوا ہے یا کسی کے شریک ہیں ایک رشتہ دار سے لڑائی چھن رہی ہے۔ ایک بھائی پر نالش کر رکھی ہے۔ ادھر مال خریدنے کہیں جانا ہے، ادھر ایک میلا دیکھنے کا شوق دل میں گدگدی کر رہا ہے۔ غرض جب دیکھئے دنیا کے دھندوں سے انہیں نجات حاصل نہیں ہے۔ کولہو کے بیل کی طرح چلتے رہتے ہیں۔ مگر کام ختم نہیں ہوتے پر نہیں ہوتے۔

کیا بند علائق نے بچھایا ہے دام دن کو بھی کام اور شب کو بھی کام
غافل اچھا ہے تجھ سے کولہو کا بیل ہل جاتا ہے کوئی دم تو اس کو آرام

ایسے سکھاٹے دینا رُوحانی ترقی کی قابلیت نہیں رکھتے اور جب تک اس حالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یوگ، بھگتی یا گیان ان کے واسطے نہیں ہے۔

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دُوں
ایں خیال ست و محال ست وجنوں

لیکن ترقی کا موقع ہر شخص کو ملتا ہے۔ مادرِ قدرت سب بچوں پر یکساں مہربان ہے۔ ہر ایک کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے۔ جس سے دُنیا اور دُنیا کی چیزوں کی بے ثباتی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ مثلاً نقصان زر و مال ہُوا یا کسی یگانے سے بیگانگی ظہور میں آئی، یا کوئی ایسا عزیز آنکھوں کے سامنے مرگیا، جس سے بہت محبت تھی۔ اس وقت رہ رہ کر خیال آتا ہے، کہ دُنیا ہیچ ہے۔ اس کی چیزوں میں دل نہیں لگانا چاہیئے، یہ اپریگرہ یا بیراگ کا قدم اوّل ہے۔ اس کو منظم سمجھ کر دل میں جگہ دینی چاہیئے، بیراگ کی کتابیں پڑھنی چاہئیں، سادھو سنگ میں جانا چاہیئے۔ تاکہ یہ خیال حباب آسا اُٹھ کر بیٹھنے نہ پائے۔ بلکہ مستقل طور سے طبیعت میں گھر کرے۔ رشیوں سے بیراگ میں جو مزا ہے، وہ بشے بھوگ میں نہیں ہے۔ لیکن میں بیراگ کے مضمون پر اپنی کتابوں میں اتنا کچھ لکھ چکا ہوں، کہ اس مضمون کو زیادہ طوالت دینا مناسب نہیں۔ اپنی ایک نظم کلام مہر جلد دوئم سے یہاں نقل کرتا ہوں۔

دنیا کی ہوس کمال نادانی ہے — اس میں اے بوالہوس پریشانی ہے
دیکھا جسے ہم نے اس کو آئینہ کی طرح — بس یہ دیکھا کہ سخت حیرانی ہے
کیا حرص و ہوا سے فائدہ ہے یہ دوست — انجام میں حسرت ہے پشیمانی ہے
پیشانی میں ہر شخص کی لکھا ہے یہی — موت ایک نہ ایک روز پیش آنی ہے

(باقی پھر)

نظم

از۔ ڈاکٹر مدن گوپال جی سنگل

کسی انسان کے قابو میں جب جذبات ہوتے ہیں
موافق زندگی میں اس کے سب حالات ہوتے ہیں

حواسِ خمسہ کے اوصاف کو جس نے کیا قرباں
نچھاور اُس کے نقشِ پا پہ انعامات ہوتے ہیں

جو محوِ خدمتِ خلقِ خدا دن رات رہتے ہیں
ہمیشہ بے نیازِ گردشِ آفات ہوتے ہیں

مئے وحدت جو پیتے ہیں جو سرشارِ محبت ہیں
وہ محوِ دیدِ جاناں ہر نفس دن رات ہوتے ہیں

ہر شام و سحر دل جھوم جھوم اُٹھتا ہے مسرت سے
سعادت خیز ان اوقات کے لمحات ہوتے ہیں

اُدھر جھکتا ہے کُل عالم اُدھر قدرت بھی راضی ہے
جہاں پر آپ کی رحمت کے امکانات ہوتے ہیں

حیات انسان کی ردِ عمل ہے اس کے خیالوں کا
کہ صحبت جیسی ہو ویسے ہی محسوسات ہوتے ہیں

بہت آوارگی کی اب ہری سے دل لگا سنگل
جہاں میں زندگی کے چند دن اور رات ہوتے ہیں

مہرشی رمن جی

کی

تعلیم کا لُب لباب

از شری لکشمی چند گرو ور شاہد ۔ دلی

مہرشی جی و اُن کے مغربی بھگت کا معنی خیز وارتالاپ

آجکل کے زمانہ میں مہرشی رمن جی مہاراج جنہوں نے تِرووناملائی میں پوِتر ارونا چل کی وادی میں نواس کیا۔ ایک نہائت چمکیلے ستارے جو کر ادھیاتمک آسمان کی زینت رہے ہیں۔ ہم سے بیشتر لوگ آجکل کی چکا چوند کی گرفت میں آ کر اپنی قیمتی آیو کا بیشتر حصہ اصل حقیقت سے مُنہ موڑ کر فرضی سُکھ اور سایہ کے پیچھے پھر کر گنوا دیتے ہیں، اور نہایت افسوسناک پچھتاوے سے دوچار ہوتے ہیں۔ مہرشی جی کا جیون اور مثال ہمارے لئے ایک روشنی کا کام دے کر دُنیاوی مصائب و اُلجھنوں سے بچاتے ہیں۔ اور رُوحانیت کے پُرامن راستہ پر گامزن ہونے کے لئے پریرنا دیتے ہیں۔ اُن کی تعلیم کا مفہوم "اپنے آپ" کو پہچاننے کے محور کے گرد گھومتا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اصلی خوشی و حقیقت کے منبع کا پتہ اِنسان کے "اپنے آپ" کو جاننے سے ہی پراپت ہو سکتا ہے۔ اُن کی ہمہ گیر تلقین کا لُب لباب اپنی حقیقی "مَیں" کو پہچاننا ہے کہ "مَیں کون ہُوں"۔

مہرشی جی کے پشچمی بھگت شری پال برنٹن جو ایک کامیاب جرنلسٹ اور مُصنّف کتاب "گپت بھارت میں ایک تلاش" تھا۔ ایک نشکپٹ سادھک کے رُوپ میں بھارت میں سچائی کی کھوج میں آنکلا۔ اُس کو تھیوصافی، رُوحانیّت، ہپناٹزم میں بڑی دلچسپی تھی۔ اور اِن کھیشتروں میں اس نے کافی حد تک دسترس حاصل کر لی تھی۔ آہستہ آہستہ بتدریج اُس کے من کی وچار دھارا گمبھیرتا کی حد کو پار کر گئی۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک اچھے فائدہ مند پیشہ کو خیرباد کہہ کے ۱۹۳۰ میں بھارت آنے کی ٹھانی۔ کیونکہ یہی ایک دیش تھا، جہاں "جیون" کے پیچھے اصلی راز سے کما حقّہ واقفیت رکھنے والے ویکتی موجود تھے۔

بمبئی میں مصری جادوگر شری محمد بے اور ناسک میں پارسی مسیحا شری مہر باباجی اور اُن کے گوُرو شری بابا جان جی (پُونہ میں) اور سیداپٹ میں ہٹھ یوگی برہما برہم سُکھانند و راجہ گوپال سوامی سے بھینٹ کرنے کے بعد وہ چنگل پٹ کی جانب جہاں کہ کانچی پِٹم کے شری سوامی شنکر آچاریہ نے ڈیرہ لگایا ہُوا تھا۔ روانہ ہُوا، اور اُن سے اِستدعا کی کہ وہ اُنہیں روشنی دیں۔ لیکن انہوں نے اُسے مہرشی رمن جی مہاراج کے پاس جانے کی ہدایت کی۔ ساتھ ہی اُنہوں نے اس کے ساتھی وِنکٹارامانی کو پرائیویٹ طور پر بتلا دیا کہ وہ (شری پال برن ٹن) سچائی کی کھوج میں تمام بھارت میں گھومتا ہُوا بالآخر مہرشی جی کے چرنوں میں اُپستھت ہوگا۔ کیونکہ پرار بدھ وش وہی ایک یوگیہ گوُرو بننے کی سمرتھتا رکھتے ہیں۔

چنانچہ شری پال برن ٹن (شری پی۔ بی) ترن ونا ملائی میں پہنچا اور آدر پوروک ستکار کر کے مہرشی جی (جو حسبِ معمول اپنی عام شانت مئی اوستھا میں لگن تھے) کے سامنے بیٹھ گیا۔ پہلے پہل اُس کے من میں شنکا اُتپن ہُوئی کہ آیا اُن کی ظاہرا شانت مئے اوستھا ایک بناوٹی یا سوانگی رُوپ دھارن کئے ہُوئے تو نہیں ہے۔ لیکن اس شنکا کو چھوڑ کر اس نے سوتہ سِدھ اپنے من میں ایک اٹل پریورتن کا انوبھو کیا۔ اس نے محسوس کیا کہ ایک شانتی کا اتھاہ و وشال دریا اس کے سمیپ بہہ رہا ہے، اور کہ اس کے من کے اندرونی تہ خانے میں ایک دیرگھ شانتی پرولیش کر رہی ہے، وہ اپنی بُدھی سے پیدا شُدہ مسائل سے دوچار ہوتا ہُوا بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ پریورتن مہرشی جی کی ذات خاص کے پربھاؤ کے کارن ہے۔ اپنے اندرونی کشمکشوں کے بعد وہ مہرشی جی سے یُوں گویا ہُوا، کہ اس انسانی مادی جیون سے پرے کوئی چیز یا ہستی ہے؟ اگر ہے تو مَیں اُسے کیسے پا سکتا ہُوں؟ یعنی وہ مہرشی جی کے طفیل مادی زندگی سے پرے حقیقت سے روشناسی کا خواہاں تھا۔ اِس پر مہرشی جی تھوڑے وقفہ کے بعد بولے کہ تم کہتے ہو "مَیں"۔ سو مَیں پُوچھنا چاہُوں گا وہ "مَیں" کون ہے؟

پی۔ بی (شری پال برن ٹن) مَیں آپ کے سوال کو سمجھنے سے قاصر ہُوں۔

مہرشی جی۔ کیا تمہیں سپشٹ نہیں ہے۔ ایک بار پھر سوچو۔

اس پر شری پال برن ٹن نے اپنے شریر کی جانب اُنگلی سے اِشارہ کیا، اور اپنا نام اُچارن کیا۔

مہرشی جی۔ کیا تم اُسے جانتے ہو؟

پی۔ بی (مسکراتے ہُوئے)۔ تمام جیون بھر سے۔

مہرشی جی۔ لیکن وُہ تمہارا شریر ہے۔ مَیں اپنے سوال کو پھر دُہراتا ہُوں کہ "تم کون ہو؟" اپنے اندر جھانکو، اور اگر یہ جھانکنا دُرست طور پر ہوگا، تو تمہیں تمہارے مسائل کا جواب مِل جائے گا۔

پی۔ بی۔ آدمی کو کیا کرنا چاہیئے مَیں کونسا طریقہ اختیار کروں؟

مہرشی جی۔ اپنی ہستی پر گہرا سوچ بچار کرو۔ نرنتر دھیان سے "پرکاش" پراپت ہو سکتا ہے۔

پی-بی- مَیں نے بارہا حقیقت پر دھیان جمایا ہے۔ لیکن سپھلتا پراپت نہیں ہوئی ہے۔

مہرشی جی- تم کس طرح کہہ سکتے ہو، کہ کوئی اُنتی یا سپھلتا نہیں ہوئی ہے۔ رُوحانی (ادھیاتمک) کھیتر میں اُنتی کا انُوبھو کادلے وارد، والی بات ہے۔

پی-بی- کیا اِس میں کسی گُورو یا ہادی کی اوشکتا ہے ؟

مہرشی جی- ایسا ہو سکتا ہے۔

پی-بی- کیا اُس طریق سے جسے آپ نے فرمایا ہے "اپنے آپ" کو دیکھنے میں گُورُو اِمداد کر سکتا ہے؟

مہرشی جی- گُورو اپنے شِشیہ کو تمام کچھ جو اُسے اپنی جستجو کے لئے درکار ہے، دے سکتا ہے۔ لیکن "حقیقت" شِشیہ کے اپنے انُوبھو سے ہی آشکارا ہو سکتی ہے۔

پی-بی- گُورو کی مدد سے کچھ روشنی پانے کے لئے کتنا عرصہ درکار ہو گا ؟

مہرشی جی- یہ بات سادھک کے مَن کی پختگی پر انحصار رکھتی ہے۔ بارُود کو آنکھ جھپکتے ہی آگ لگ جاتی ہے۔ لیکن کوئلے میں اگنی پرجولت کرنے میں زیادہ وقت کی ضرُورت لاحق رہتی ہے۔

پی-بی- کے من میں مہرشی جی کے طفیل اگنی جلدی پرجولت نہ ہو سکی۔ چنانچہ اُس کا من ان مسائل میں جو اس کے اندر عموماً اُٹھا کرتے تھے، اور جن کا ظاہری طور پر خود شناسی سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ اُلجھ گیا، اور پُوچھنے لگا کہ دُنیا یا استساد کے بھوشیہ کے بارے میں آپ کا کیا وچار ہے۔ کیونکہ ہم آج کل ایک ناساز گار دَور میں سے گُزر رہے ہیں۔

مہرشی جی- تم بھوشیہ کے بارے میں کیوں مُفت میں پریشان ہوتے ہو۔ تم موجودہ وقت یعنی زمانہ حال کا فکر کرو۔ بھوشیہ خود اپنا فکر آپ ہی کرے گا۔

پی-بی دُنیا کے متعلق بھوشیہ بانی سُننے کے لئے مُتفکر تھا۔ چنانچہ اُس نے کسی ہونے والے اکرمن کا ذکر چھیڑا، لیکن اسے سرگرم جواب نہ مِل سکا۔

پی-بی- کیا یہ دُنیا دوستی اور آپسی مدد اور ہِت کے نئے دَور میں داخل ہوگی، یا یہ کسی سراسیمگی اور یُدھ کے واتاورن میں دھکیلی جائے گی۔

مہرشی جی- اِس تمام کائنات کا مُنتظم و ودھان کرنے والا ایک پربھُو ہے، اور اس کی دیکھ ریکھ کا تمام کام اُسی کے ہی سپُرد ہے۔ اُس سرو شکتی مان کو جس نے تمام سنسار کو جیون پردان کیا ہے معلوم ہے کہ کس طرح دُنیا کی نگہبانی کی جائے۔ اُس پر ہی تمام دُنیا کا بوجھ ہے، آپ پر نہیں۔

پی-بی- تاہم اگر کوئی آدمی مُنصف مزاجی سے نگاہ دوڑائے، تو وہ یہ سمجھنے میں قاصر رہتا ہے کہ اس میں کرپا یا دیا کے ہاتھ کا کس حد تک تعلق ہے۔

مہرشی جی- دُنیا وُہی کچھ ہے جو کچھ تم خود ہی ہو۔ اپنے آپ کو سمجھے بغیر دُنیا کو سمجھنے کی کیا ضرُورت

ہے۔ یہ ایسا سوال ہے، جو سادھکوں کو خیال میں بھی نہیں لانا چاہیئے۔ لوگ اپنی شکتی کو اس طرح کے سوالوں پر ضائع کرتے پھرتے ہیں۔ سب سے مقدم بات یہ ہے کہ تم اپنے آپ میں حقیقت کا مشاہدہ کرو۔ تبھی تمہیں اس دُنیا کا جس کا تم ایک انگ ہو، پتہ لگے گا۔

اس کے بعد شری پی۔ بی ایک نامعلوم طور پر شانتی کے گہرے ساگر میں غوطہ زن ہو جاتا ہے۔ مہرشی جی کے ایک بے مثال ادھیاتمک پربھاؤ کے سبب ایک آشچریہ میٹے خواب میں مگن ہو جاتا ہے، جہاں اُس کا من بچوں کی معصومیت سے لبالب بھر جاتا ہے، اور ایک غیبی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ اس پر یکلخت مہرشی جی اُسے اگلی پہاڑی کی ڈھلوان کی طرف نظر دوڑانے کو کہتے ہیں۔ وہ اُس کی معہ تعمیل کرتا ہے۔ اُس کے حیرت کی حد نہیں رہتی۔ جبکہ وہ تمام پشچمی ارودھ گول (WESTERN HEMISPHERE) کو دُور دراز تک نیچے پھیلا ہُوا دیکھتا ہے۔ جہاں کہ لاکھوں آدمیوں کا انبوہ غفیر ہے۔ اس پر سوامی جی نے اُسے اشارہ دیا کہ جب تم واپس جاؤ گے تو تم اسی شانتی کو جو تم نے ابھی انُوبھو کی ہے، پراپت ہو گی لیکن اُس کی قیمت تمہیں یہ دینی ہو گی، کہ تم کو اس لمحہ سے اس خیال کو نکال دینا ہو گا کہ تم شریر یا بُدھی ہو۔ جب یہ شانتی کا پرواہ تمہارے اندر بہے گا، تب تم اپنی اہنگتا کو بھول جاؤ گے۔ کیونکہ تم نے جیون کو "اس" پر کیندرت کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ اُس اننت خواب سے بیدار ہو جاتا ہے اور اپنے اندر ایک لا بیان اُونچی اوستھا کو محسوس کرتا ہے۔ لیکن وہ ابھی تک اپنے ساتھ کشمکش میں مُبتلا ہے۔ اور اُس کے من میں سنیاسی جیون کی ضرورت اور اُس کے حسن و قبیح پر سوال اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

پی۔ بی۔ لوگوں کا کہنا ہے، کہ اگر اِنسان نے سچائی سے ہمکنار ہونا ہے، تو اُسے پربتوں اور جنگلوں کی راہ لینی چاہیئے۔

مہرشی جی۔ کسی حالت میں بھی جیون کے کرموں سے اجتناب نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر تم ایک یا دو گھنٹے دھیان میں مشغول رہو تو تم اپنے دُنیاوی فرائض کو بطریق احسن نبھا سکتے ہو۔ تمہارے من کی یہ جاگی ہُوئی لہر تمہارے کاموں میں بہے گی۔ یہ ایسا ہے کہ اس ایک خیال کے اظہار کے گویا دو طریقے ہیں۔ وہی راستہ جس پر تم دھیان کی حالت میں گامزن ہوتے ہو، وہی تمہارے روزانہ کاروبار کے سرانجام دینے سے ظاہر ہو گا۔

پی۔ بی۔ اس کا کیا پرینام ہو گا؟

مہرشی جی۔ جب تم اس طرح چلتے رہے اور عمل کرتے رہے تو تمہیں پرتیت ہو گا کہ تمہارا رویہ لوگوں واقعات، زندگی، مادی اشیاء کی طرف تغیر پذیر ہو رہا ہے۔ تمہارے سنساری کاریہ تمہارے دھیان کی کارکردگی سے بھلی بھانتی پربھاوت ہوں گے۔ اِنسان کو اپنی ذاتی غرض کا جو اُسے دُنیا سے باندھنے کا ہیتو بنتی ہے، تیاگ کرنا چاہیئے۔ جھوٹی خودی کا تیاگ ہی سچا تیاگ ہے۔

پی۔بی۔ دُنیاوی جیون وتیت کرتے ہُوئے کسی کا بے غرض ہونا کیسے ممکن ہے؟

مہرشی جی۔ کام اور گیان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

پی۔بی۔ کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے روایاتی پیشہ کے تمام کاروبار کو جاری رکھتے ہُوئے گیان کی روشنی سے معمور ہو سکتا ہے؟

مہرشی۔ کیوں نہیں! لیکن اس حالت میں آدمی یہ خیال نہیں کرے گا کہ یہ اُس کی پُرانی شخصیت ہے، جو کاریہ کر رہی ہے۔ کیونکہ اُس کی چیتنا بتدریج آہستہ آہستہ تبدیل ہوتی جائے گی۔ حتّےٰ کہ وہ "اُس" تک جا پہنچتی ہے، جو جھوٹی اور حقیر خودی سے پرے ہے۔

پی۔بی۔ اگر کوئی انسان کام میں مشغول ہوگا، تو اُس کے لئے دھیان کرنے کے لئے کوئی وقت نہیں بچے گا۔

مہرشی جی۔ دھیان کے لئے ایک الگ وقت مقرّر کرنا محض اُس سادھک کے لئے ہے جو ادھیاتمک کھشیتر میں نو شکھشک ہے، اور جس نے ترقی کے زینہ پر گامزن ہونا ہے۔ وہ ایک گمبھیر شانتی اور راحت کا مس لے سکے گا، چاہے وہ کام پر لگا ہو یا نہیں۔ جب اُس کے ہاتھ سوسائٹی میں ظاہرا طور پر کسی کام میں لگے ہُوئے ہیں، وہ ایکانت کے وایو منڈل میں اپنا سر (مستشک) اُونچا اور شانت مئی رکھتا ہے۔

پی۔بی۔ تو کیا آپ یوگ (جس سے اُس کی مُراد اصطلاحی یوگ ابھیاس تھی) کا طریقہ نہیں سکھاتے ہیں؟

مہرشی جی۔ یوگی اپنے من کو منزل تک پہنچانے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ بعینہٖ اُسی طرح جس طرح کہ چرواہا بیل کو ڈنڈے سے ہانکتا ہے۔ لیکن اِس "پتھ" پر چلنے والا ابھیاسی (سادھک) بیل کو مُٹھی بھر گھاس سے للچا لیتا ہے۔

پی۔بی۔ یہ کِس طرح کیا جاتا ہے؟

مہرشی جی۔ تمُ نے اپنے آپ سے دریافت کرنا ہے "مَیں کون ہُوں"؟ یہ تحقیقات بالآخر تمہارے اندر اُس چیز کی دریافت کے لئے اقدام کرے گی، جو مَن سے پرے ہے۔ اِس بڑے مسئلے کو حل کردو، اور اس سے دُوسرے تمام مسائل کے حل کرنے میں اِمداد ملے گی۔ غالباً اُس امر کی وضاحت اِس طور زیادہ مُؤثر ہوگی۔ تمام بنی نوع انسان اُس خوشی بشاشت کے جہاں دُکھ یا کشٹ کا شمہ بھر بھی نہ ہو۔ اِچھک ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ وہ ایسی بشاشت لینا چاہتے ہیں۔ جس کا کوئی وقت نہ ہو۔ یہ جذبہ حقیقی ہے۔ لیکن کیا تمہیں یہ بات کبھی سُوجھی ہے کہ اِنسان سب سے ادھک اپنے آپ سے پیار کرتا ہے۔ اب اس حقیقت کو اِس بات سے جوڑو، کہ اِنسان ہمیشہ خوشی یا سُکھ کو پانے کے لئے ایک یا دُوسرے وسیلہ کو عمل میں لاتا ہے۔ بھلے ہی وہ سُکھ یا شانتی کسی خاص مذہب کے پیروکار بننے سے یا شراب خوری

سے نصیب ہو۔ اس سے انسانی فطرت کے خاصہ کا پتہ لگ جاتا ہے۔ انسانی فطرت مجسّم راحت ہے۔ انسان کے حقیقی "اپنے آپ" میں خوشی پنہاں ہے۔ انسان کی خوشی اور راحت کی تلاش نادانستہ طور (انجانے طور پر) اپنے حقیقی آپ کی ہی تلاش ہے۔ یہ "اپنا آپ" کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ جب انسان نے اپنا آپ پا لیا تو اس نے ایک ایسا بشاشت یا آنند کا سرچشمہ پا لیا جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔

پی۔ پی۔ لیکن دنیا تو بہت دکھی ہے؟

مہرشی جی۔ ہاں، اس کی وجہ عیاں ہے کہ دنیا کو اس کے "حقیقی اپنے آپ" کا گیان نہیں ہے۔ تمام انسان جانے یا انجانے طور پر سکھ کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اگر وہ کوئی گناہ کرتے ہیں، تو اس لئے کرتے ہیں کہ وہ سکھ پانے کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ کوشش قدرتی طور پر ان میں پائی جاتی ہے۔ گو وہ اس امر سے بے خبر رہتے ہیں کہ وہ دراصل اپنے آپ کو پانے کی کھوج میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ پس وہ اس آزادی یا راحت کو پانے کے لئے شروع میں شیطانی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔

پی۔ پی۔ "اپنا آپ" جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں، واستو میں ہے کیا؟ اگر جو کچھ آپ کہتے ہیں ٹھیک ہے تو انسان میں ایک دوسرا "اپنا آپ" ہوگا۔

مہرشی جی۔ کیا انسان دو اپنے آپ یا سمانتاؤں کا مالک ہو سکتا ہے؟ اس معاملے کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کی پریکشا کرے۔ کیونکہ ہمیشہ اس کی عادت رہی ہے کہ وہ ایسا ہی خیال کرے، جیسا کہ دوسرے آدمی خیال کرتے ہیں۔ یعنی اس کی وچار دھارا سادھارن آدمیوں کی طرح رہی ہے، اور اس نے اصلی طریقہ پر "میں" کا سامنا نہیں کیا ہے۔ اس کی اپنی ٹھیک تصویر نہیں ہے۔ اس نے عرصہ بعید سے اپنے آپ کو شریر اور بدھی سے ایک میک کر رکھا ہے۔ یہی کارن ہے کہ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ "میں کون ہوں" کی تجسّس و کھوج کرو۔ تم اس آشا سے سوال کرتے ہو کہ میں تم کو اپنے آپ کا واستوک روپ بتاؤں۔ اس بارے میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے۔ وہ ایسی چیز یا وستو ہے۔ جس سے کہ ذاتی میں یا خودی اتپن ہوتی ہے اور اسی "میں" ہی میں سما جاتی ہے۔

پی۔ پی۔ سما جانے کی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اپنے استتو کے انو بھو کو وہ کیسے گنوا سکتا ہے۔

مہرشی جی۔ تمام خیالات و جذبات میں سب سے پہلا سوال جو انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ "میں" کا ہی خیال ہے۔ اس خیال کے پیدا ہونے کے بعد دوسرے خیالات اٹھ سکتے ہیں۔ من میں پہلے "میں" کے خیال اٹھنے کے بعد سرنام "تم" (Pronoun) کی بھاؤنا ہو سکتی ہے۔ اگر تم ذہنی طور پر "میں" کے ڈورے کا پیچھا اس کے سروت یا ماخذ تک کرو۔ تو تم پر واضح ہو جائے گا، کہ یہی پہلا خیال ہے جو

پیدا ہوتا ہے اور یہی آخری خیال ہے، جو غائب ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا معاملہ ہے جو انُبھو میں آنے کے بعد سپشٹ ہوگا۔

پی۔ بی۔ تو کیا آپ کی مُراد یہ ہے کہ اپنے آپ کی ذہنی تجسّس یا تحقیقات کرنا ممکن اُمر ہے۔

مہرشی۔ یقینی طور پر یہ بات بالکل ممکن ہے کہ اِنسان اپنے اندر اُس وقت تک داخل رہے۔ (غوطہ زن رہے) تاوقتیکہ "مَیں" کا آخری خیال نشٹ نہ ہو جائے۔

پی۔ بی۔ تب پھر کیا باقی رہ جائے گا؟ کیا پھر اِنسان بالکل بے خبر رہے گا یا مُورکھ بن جائے گا۔

مہرشی۔ ایسا نہیں ہے بلکہ بخلاف اُس کے وہ اُس سچیت اوستھا کو پراپت ہوگا، جو اُمر ہے، اور وہ واستوک قُدرتی اوستھا ہے۔

پی۔ بی۔ لیکن یقینی طور پر 'مَیں' کا اندریہ گیان سے ہی تعلق یا جوڑ ہے۔

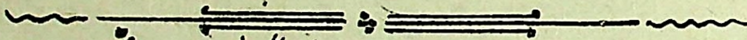
مہرشی۔ "مَیں" کا اندریہ گیان کا تعلق شریر اور بُدھی سے ہے۔ جب اِنسان پہلی ہی بار "اپنا آپ" جان لیتا ہے۔ اُس کے استھتو کی گہرائی سے کوئی ایسی وستو اُٹھتی ہے، جو اُس پر قابض ہو جاتی ہے۔ وہ وستو من کے پیچھے ہے، اور وہ دِویہ سدا رہنے والی ہے۔ کئی لوگ اِسے سُورگ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ دُوسرے اسے آتما کا نام دیتے ہیں، اور کئی دُوسرے اسے نِروان سے منسُوب کرتے ہیں، اور ہندُو اسے موکھش کہتے ہیں آپ جو نام مناسب سمجھیں، اسے دے سکتے ہیں۔ جب ایسا واقعہ ہوتا ہے، تو اِنسان اپنے آپ کو کھوتا نہیں ہے۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے وہ اپنے آپ کو پا لیتا ہے۔ جب تک کہ اِنسان اپنی حقیقت کی تلاش کی جانب راغب نہیں ہوتا ہے۔ شک و شبہات سے پُر۔ غیر یقینی حالت تمام عُمر قائم رہے گی۔ بڑے بڑے بادشاہ و حکمران و سیاست دان دُوسروں پر حکومت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اپنے آپ پر حکُومت نہیں کر سکتے۔ ہاں وہ شخص جو اپنے اندر کی آخری تہ تک پہنچ چکا ہے۔ ایک لا انتہا طاقت کا مالک ہوتا ہے۔ یہاں بڑے بڑے بُدھیمان پُرش ہیں، جو بہت سی چیزوں کے گیان اکتر کرنے میں اپنی عُمریں گُزار دیتے ہیں۔ اگر اُن سے پُوچھا جائے کہ کیا اُنہوں نے اِنسان کے راز کو حل کیا ہے، اور کیا وہ اپنے اُوپر وجے پراپت کرنے میں کامران ہو چکے ہیں، تو مارے شرم کے اُن کا سر جھک جاتا ہے۔ ظاہر ہے، کہ اُن تمام چیزوں کے جاننے کا کیا فائدہ؟ جبکہ اِنسان کو پتہ نہیں ہے کہ وہ خود ہے کیا؟ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اِنسان ایسی تحقیقات کرنے سے کتراتے ہیں۔ واستو میں دیگر اور سب تحقیقاتیں ہیچ و پوچ ہیں۔

پی۔ بی۔ یہ بہت مُشکل کام ہے۔ بلکہ اِنسانی طاقت سے پرے ہے۔

مہرشی جی۔ یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے، جتنا کہ تم خیال کرتے ہو۔ سچائی یا حقیقت کا پانا چاہیے

وہ بھارتی ہوں یا یوروپینی۔ اُن سب کے لئے یکساں ہے۔ ہاں اِس بات سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ جو آدمی دُنیاوی مادی زندگی میں مستغرق ہیں۔ اُن کے لئے قدرے مُشکل ضرور ہے۔ لیکن پھر بھی انسان کا دامن کامرانی و کامیابی سے بھرا جا سکتا ہے۔ جو لہر یا پرواہ دھیان کے سمے پیدا ہو۔ اُس کو عادتاً قائم رکھنے کا درڑھ ابھیاس کیا جائے۔ جو اِس لہر میں دُنیاوی کاروبار سر انجام دیتا ہے۔ اُس میں کوئی وِگھن، ٹھہراؤ واقع نہ ہونے دے۔ اس صورت میں دھیان (جو ایک انتر کا شغل ہے) اور بیرونی دُنیاوی کاروبار کرنے میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ اگر تم اِس سوال پر دھیان جماؤ، کہ "میں کون ہوں"، اور اگر تم یہ انوبھو کرنا شروع کر دو، کہ تم شریر اور دماغ نہیں ہو (ان سے پرے ہو) اور نہ ہی تمہاری واسنائیں حقیقی ہیں، تو یہ تحقیقات کی سمتھی دیرگھ طور پر انوبھو کرا دے گی، کہ واستو میں تمہاری "حقیقی ہَیں" کیا وستو ہے۔ تم اپنا آپ پہچانو۔ تمہارے دِل میں سچائی پُورن طور پر سُورج کی روشنی کی مانند چمک اُٹھے گی، من شانت متی ہو جائے گا، اور سچی خوشی اور آنند سے بھرپُور ہوگا۔ کیونکہ خوشی اور حقیقی "اپنا آپ" مترادف ہیں۔ جب ایک دفعہ خود خبری کی حالت کو پراپت کر لیا۔ تمہارے سب شکُوک ختم ہو جائیں گے۔

اِس وارتالاپ کے بعد شری پال برنٹن نے بھارت میں بھِن بھِن سمپرداؤں کے رُوحانی گوروؤں سے بھینٹ کی۔ لیکن بالآخر اُس پر مہرشی جی کی تعلیم نے بہت گہرا پربھاؤ ڈالا۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے اُن کے بتلائے ہُوئے مارگ پر چل کر اپنے رُوحانی مشن میں کامیاب رہا۔ (آدم شمیم)



قطعات

کائناتِ غم

بیاضِ حیات بند رہنے دے دوست
جشنِ مسرت کے تذکرے سے شاہد
بات کی بات میں ہر بات کھُلتی ہے
غم و آفات کی کائنات کھُلتی ہے

تیری فرقت

رو رو کے تیرے غم میں مرا جاتا ہوں
غم و رونے سے ہوتا ہے کثافت سے وضو
ہنس ہنس کے غمِ فرقت کے نوا گاتا ہوں
دھو دھو کے کثافت میں خدا پاتا ہوں

نوشتۂ تقدیر

کون ازل کی لکیر بدل سکتا ہے؟
ہاں ناخنِ تدبیر سے انسان لیکن
کون تاثیرِ اکسیر بدل سکتا ہے؟
خود نوشتۂ تقدیر بدل سکتا ہے

از
شری لکشمی چند گرو ور شاہد
دِلی

لایزال ہستی

از۔ شری لکشمی چند گروور شاہدؔ دلّی

اُسے کیسے کوئی دِکھا سکے
مندر اور مسجد کا ذِکر کیا
ڈھونڈیں جنگل میں کیوں اُسے
ذرّے ذرّے میں ہے ماہرو
وہ چیز ہے دیدنی نہ شنیدنی
اُسے کیسے کوئی دِکھا سکے
چشمِ معرفت اب کھُل کے رہی
ہاں اقرار ہے اُن کا برملا

وہ جو کہتے ہیں کہ خُدا نہیں
کہاں کہاں پہ وہ خود بسا نہیں
بستی میں کیا وہ ملا نہیں
کہاں کہاں وہ حُسن زا نہیں
سوا اس کے کچھ وہ سوا نہیں
وہ جو کہتے ہیں کہ خُدا نہیں
جب دِل میں مکر و ریا نہیں
مُنکر کہیں جو خُدا نہیں

رگِ جاں سے ہے وہ نزدتر
شاہدؔ کچھ بھی اُس سے جُدا نہیں

خودی و خُدا

از
شری لکشمی چند گروور شاہدؔ

مَیں بندۂ حرص و ہوا تھا مجھے معلوم نہ تھا
نہیں ہوں برتر، میری ذات مُقدس ہے رفیع
ماہ و مہر و ستارے ہیں درخشاں مجھ سے
بحر و بر ہیں میری شان یزدی کے نشاں
کب چھو سکتے ہیں غم و آلام دہر مجھ کو
بصد شوق سنتا رہا وعظ و نصیحت برسوں
رحم و اُلفت کا رہا ہوں مَیں جویاں ہر دم
میرے عیبوں کا تو رہا ہے شاہدؔ اے شیخ

ہاں کب خُدا سے جُدا تھا؟ مجھے معلوم نہ تھا
ہر رُتبہ میرا اعلےٰ تھا، مجھے معلوم نہ تھا
مَیں خود نور و ضیا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
مَیں شانِ کبریا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
مَیں تو ان سے سوا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
مَیں خود ہی ناصحا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
خود غنی و البے اعتنا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
خود شاہدؔ مُستغنی تھا، مجھے معلوم نہ تھا

گفتگوئے راز و نیاز

پنڈت رام لال جی سالک، رُوحانی دربار چنڈی گڑھ

چند دن گزرے، ایک مراسلہ کے جواب میں شری نندہ جی نے ارشاد فرمایا۔ کہ مجھے رُوحانی غزلیات کے علاوہ گاہ بگاہ رُوحانی موضوعات پر مضمون یا اپنا انوبھو لکھنا چاہیئے۔ نندہ جی نے مزید ارشاد کیا کہ سالنامہ "یوگ انک" کے لئے "ویدانت میں یوگ" پر اپنے وچار لکھوں۔

سوچتا رہا کہ "ویدانت میں یوگ" جیسے وسیع مضمون کی عام فہم زبان میں کیسے تشریح کروں اور کہاں تک کروں۔ کیونکہ یہ مضمون تو اہلِ عقل و دانش کا ہے، اور میں تو بندگانِ عشق میں سے ہوں، جن کے دِل میں گداز، زبان پر حق اور بیان میں حد درجہ اختصار ہوتا ہے۔ اور عشق پر پختہ ایمان رکھنے والے زیادہ تر بصورت کلام ہی رموزِ حقیقت کو بیان کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ یہ شوق اور تاب گویائی مجھے سواری رام کے غائبانہ کرم و فضل اور اُن کے مخزنوں کے گہرے مطالعہ سے نصیب ہوئی جس کی ذاتِ لاثانی نے ویدانت میں عشق کا رنگ بھر کر سہل الفہم بنایا اور یہ نعرہ لگایا۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علتہائے ما

میرے ذاتی تجربہ میں بھی یہی آیا ہے کہ مطالعہ کتب یا لیکچر سُننے سے نقوش تو مل جاتے ہیں لیکن خود آگاہی فقط باعمل زندگی اختیار کرنے سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ اور آسودہ منزل ہونے کے لئے "بودھا پر سپرم" یعنی

MUTUAL EXCHANGE OF SPIRITUAL EXPERIENCES.

سہل، بہترین اور مجرب نسخہ ہے۔ اس مختصر بھومکا کے بعد میں شری نندہ جی کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے ذاتی تجربات کے آدھار پر "یوگ" کے بارے میں

چند اشارے رقم کئے دیتا ہوں۔ اُمید کرتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی راہیِ منزلِ عشق ان سے مستفید ہوگا۔

رُخِ اوّل

بزبانِ عشق تو یوگ کا معقول اور مختصر بیان ذیل کے ایک شعر میں ہو جاتا ہے۔ باقی جو کچھ بھی کہا جائے، وہ محض تفصیل ہی ہوگی۔

عشق ہے اصلِ ذاتِ حق کا بیاں
بندۂ عشق اور خدا یکساں (سالکؔ)

سوامی رام کے خمخانہ سے مے توحید پی پی کر اور اُن کے دیئے گئے درسِ عشق کو اپنی زندگی میں اُتار کر یہ انُوبھو ہُوا ہے کہ ہمارا ہونا ہی ذاتِ حق کی دلیل ہے۔ اس لئے ہم سدا واصلِ حق ہیں۔ جانتے ہُوئے، اور نہ جانتے ہُوئے بھی۔ ملنے یا الگ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بادی النظر سے تو یوگ (وصل) اُسی کے لئے ہے، جسے فراق ہو، علیحدگی ہو، اور یہ سوال وہاں پیدا ہوتا ہے، جہاں غیریت کا احساس ہو۔ جب ذاتِ واحد میں غیریت کا نام ہی نہیں، تو ذکر و فکر وصل (یوگ) ایک ذہنی وسوسہ (خود پیدا کردہ) کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ درحقیقت ایسا احساس کمتری و دُوری فریب عقل ہے اور اکثر متلاشیانِ حق اس فریب کے شکار ہو کر خود شناسی اور خدا شناسی سے محروم رہتے ہیں۔

عشق والے کر گئے طے منزلیں
عاقلوں کے راستے دُشوار تھے (سالکؔ)

بندگانِ عشق سدا عالمِ مستی و مجذوبیّت میں رہتے ہیں، اور گاہ بگاہ حق سے یُوں خطاب کرتے ہیں۔

میرے دل سے پردۂ غیریت جو تیرے کرم نے ہٹا دیا
ساری کائناتِ حیات میں مجھے اپنا جلوہ دِکھا دیا (سالکؔ)

سمادھی لگا کر یوگ کا عمل کرنے سے محض عارضی کیفیت ملتی ہے، دائمی نہیں۔ کیونکہ ایسا کرتے وقت ہمیں کوئی نہ کوئی تصور باندھنا پڑتا ہے، اور شاہد و مشہود کا رشتہ پیدا کرنا پڑتا ہے۔ رشتہ دُو میں ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے شغلِ یوگ میں خدشۂ ہجر ہمیشہ دامنگیر رہتا ہے۔ چونکہ سنجوگ کا پریام وِیوگ لازمی ہے۔ اس لئے لطفِ دائم (نتیہ آنند اوستھا) اس شغل سے نصیب نہیں ہو سکتی۔ چشمِ بینا سے ظاہر و باطن میں اس حقیقتِ عُریاں کے جلوؤں کی فراوانی میں جذب رہنا ہی صحیح تعلیم ویدانت ہے۔ اور حقیقی وصلِ دائم (نتیہ یوگ) ہے۔

بند آنکھوں سے جو عبادت ہو، بالیقیں چشمِ وا سے کمتر ہے

جن کو ہے کائنات جلوۂ عام، وہ عبادت حسین و برتر ہے
(سالک)

بندگانِ عشق تو اپنا سب کچھ (بمعہ اپنے آپ کے) خدا سمجھتے ہیں۔ اُن کا سوائے خدا کے (جو اُن کا اپنا آپ ہی ہوتا ہے) اور کچھ نہیں ہوتا۔ اُن کی ہر بات خدا کی بات ہوتی ہے۔ اور اُن کی ہر حرکت رقصِ جاناں اس عالم کیفیت میں وہ یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں۔

پھر میں نظر آیا نہ تماشا نظر آیا — جب تو نظر آیا مجھے تنہا نظر آیا
اللہ رے دیوانگیٔ شوق کا عالم — اِک رقص میں ہر ذرہ صحرا نظر آیا

ایسے یوگ کو عمل میں لانا اور نبھانا ہی زندگی کی حسین تر تکمیل ہے، اور یہی کمالِ عشق ہے۔ ایسے خوش نصیب عالم پرواز میں ہمیشہ مرکز پہ رہتے ہوئے لطف ہمہ گیری اُٹھاتے ہیں۔

ہو کے سرشار جامِ وحدت سے اپنے مرکز پہ رقص کرتے ہیں
خود کو وہ دیکھتے ہیں ہر اک میں، اور ہر بُت خدا سمجھتے ہیں
(سالک)

رُخِ دوم

ساکار اور نرا کار کی ایکتا

کچھ نہیں عشق مجازی و حقیقی میں تضاد
وہ بُت خاص بھی ہے اور بُت ہرجائی بھی
(سالک)

ساکار اور نرا کار تیرا اپنا ہی خیال ہے۔ جب خیال انتہ کرن میں اُٹھتا ہے، تو نرا کار روپ ہوتا ہے، اور جب وہی خیال منکوس ہو کر تیرے روبرو مورتی مان ہو جاتا ہے تو وہ تیرا ساکار روپ ہوتا ہے۔ تو خود ایک ہی ذات واحد کا ساکار اور نرا کار روپ ہے اور تو ان دونوں کا ساکشی بھی ہے۔ ساکار (روپ) اور نرا کار (رس) دونوں ایک دوسرے سے پیار سے ملے ہیں۔ ان میں پوری اپھنتا ہے۔ جیسے کھانڈ جو درشٹی میں آتی ہے، وہ اُس کا ساکار روپ ہے۔ اور اُس کا رس (مٹھاس) جو درشٹی میں نہیں آتی۔ وہ اُس کا نرا کار روپ ہے۔ ایسا بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ساکار نرا کار ہی ہے۔ اور ساکار نے ہی نرا کار کو اپنے آپ میں دھارن کیا ہوا ہے۔ اس سے اوپر اُٹھیں تو یہی واضح ہوتا ہے کہ نرا کار اور ساکار دو حالتیں ہیں ایک ہی حقیقت کی، جو کہ حد احساس میں آتی ہیں۔ اس لئے یہ درشیہ روپ بھی کہی جا سکتی ہیں۔ اور جو ان حالتوں کا ساکشی (درشٹا) ہے۔ وہ ان حالتوں سے الگ اور اسنگ ہے، اور وہ جوں کا توں رہتا ہے۔ اچل اور اڈول اپنے آپ میں تتھا سب کے ایک اپنے آپ میں پری پورن ہوتا ہے۔

ہونا ستیہ ہے اور نت ہے۔ اس ایک ہونے میں سب کچھ ہو رہا ہے۔ اندر اور باہر۔ جب ہم اپنے آپ کے اندر جاتے ہیں (لین ہوتے ہیں) تو یا۔ ہریعنی ہر (پربھو) کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور جب ہم باہر دھیان لے جاتے ہیں تو بھی یا۔ ہریعنی ہر (پربھو) کے ساتھ ہوتے ہیں۔ واضح ہوا کہ آنا جانا تو سدا ہر سے ہوتا ہے، اور ہر (پربھو) ہی ہوتا ہے۔ اس لئے ہم ہر روپ ہوتے ہوئے ہر روپ اور اس میں سدا ہونے میں ہیں، جو کہ سویم پربھو آپ ہیں۔

ساری سرشٹی درشٹی میں ہے، درشٹی سے ہوتی ہے، اور درشٹی میں لین ہوتی ہے۔ درشٹی کرنے سے درشٹی میں سمائی ہوئی سرشٹی درشٹی میں آجاتی ہے۔ اور سدا درشٹی میں رہتی بھی ہے۔ جیسے پرکاش سروپ سورج سے پھوٹتی ہوئی کرنیں سدا سورج میں رہتی ہیں۔ دیکھنا اور دکھائی دینا اسی سے ہے اور اسی کا ہے۔ اس لئے درشٹی اور سرشٹی ایک ذات واحد کا ہی وبھوتی ایکت درشن ہے۔ جو کہ نت پراپت ہے۔ اس عین حقیقت کو جان جانا ہی نج درشن ہے، اور یہی نج درشن ہی نت درشن (نتیہ یوگ) ہے۔

بالمقابل جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ محض اپنا عکس ہوتا ہے
غیریت کا یہاں پہ نام نہیں۔ ہم سدا اپنی دید کرتے ہیں (سالک)

(باقی پھر کبھی)

آتما میں فنا ہونا بقا ہے

از۔ شری سوامی رام

من، بدھ، چت، اہنکار (عقل و خیال و ضمیر و خودی) کا آتما (ذات حقیقی) میں محو ہونا ہی دریچۂ درونی کا کھلنا ہے اور من کا آتما کار ہونا ہی کیا علم، کیا طاقت، کیا سرور۔ ان سب کا لشکر نور کی طرح باہر پھیلتا ہے۔ جب تک من، بدھی وغیرہ آتما کار نہیں یعنی محدودیت (جسم و اسم شکل و نام) سے وابستہ ہیں۔ چادر موج گویا چہرۂ آب کو چھپا دیتی ہے برقع حجاب سے دریا محجوب ہو رہا ہے۔ دریچۂ درونی بند ہے۔ اور آدمی تاریکی جہل، خوف، کمزوری عذاب و رنج میں مبتلا ہے۔

حواس ظاہری و باطنی میں بھی جو طاقت یا قوت ہے، وہ سب آتما ہی کی ہے۔ ان کا آتما میں فنا ہونا بقا ہے۔ جیسے موج کا پانی میں مٹنا دریا ہونا ہے۔ آتما سے الگ ان کا بقا چاہنا فنا ہونا ہے۔ بلبلہ کو پانی سے جدا کرو۔ پھوٹ جائے گا۔ ہر ایک شخص کے لئے سونا (آرام کرنا) اسی واسطے موجب زندگی ہے، کہ خواب گراں، حواس باطنی اور ظاہری بہ باعث خودی اپنی ذات حقیقی (آتما) میں محو و مستغرق ہو جاتے ہیں۔

(کلیات رام جلد سوم صفحہ ۱۷۱)

خاص سالنامہ "یوگ انک" کیلئے

"نغمۂ سالک"

از قلم - پنڈت رام لال سالک، روحانی دربار - چنڈی گڑھ

تُو ہی تُو ہے تیری ہستی کا بیاں کون کرے
آپ ہی اپنے نہ ہونے کا گُماں کون کرے

اے غمِ جاناں ہمیں تیری عداوت کی قسم
نشہ یہ تیز، بجز دردِ نہاں کون کرے

حیف دستورِ محبت سے ہُوئے ہیں غافل
ہم کو بیدار بجز پیرِ مغاں کون کرے

اب خزاں ہی سے مُیسّر ہے ہمیں لُطفِ بہار
ماسوا عشق عطا شرفِ خزاں کون کرے

زندگی ایک حقیقت ہے، اسے موت نہیں
جب یہ آگاہی ہو پھر خدشۂ جاں کون کرے

ذات اپنی تو سمائی ہے ہر اک ذرّے میں
اس ہمہ گیری میں اب فکرِ جہاں کون کرے

خود بخود چلتا ہے ہر سانس میں جب وِردِ مُدام
اس روانیٔ مسلسل کو رواں کون کرے

اپنے جلوؤں سے تو مستور ہے عریانی میں
اے شہ حُسن تجھے اور عیاں کون کرے

"برہم ستیم اور جگت متھیا" ہے عارف کی صدا
سہل تر اس سے حقیقت کا بیاں کون کرے

رُوبرُو اپنے ہیں ہر نام میں ہر صورت میں
پھر بھلا کس کے لئے آہ و فغاں کون کرے

جو نہ کچھ ہو، نہ ہو کچھ جس کا - بجز ذاتِ خدا
اپنا غم اور غمِ سُود و زیاں کون کرے

ہستِ مُطلق ہے - بہر حال ہے - ہر جائی ہے
اُس کو محدود دروں کون و مکاں کون کرے

شوقِ کثرت سے ہے ہر برگ نشیمن اپنا
بجلیوں پہ جو گذرتی ہے بیاں کون کرے

تُو بُتِ خاص بھی ہے اور بُتِ ہر جائی بھی
کیا تجھے نام دیں اور وِردِ زباں کون کرے

تیرا ہونا ہو سدا - تیری خوشی ہو ہر دم
ہم نہ جب ہوں گے تو پھر چُون و چناں کون کرے

ہم کو فرصت ہی نہیں اپنے سے اب اے سالک
فکرِ عقبےٰ ہو کسے، ذکرِ بُتاں کون کرے

بھگوان کرشن کا

دھیان اور ابھیاس کے متعلق ارجن کو اپدیش

(از۔ایڈیٹر)

بھگوان شری کرشن چندر جی نے گیتا میں ارجن کو نشکام کرم کی اہمیت سے آگاہ کیا ہے۔ یعنی یہ اپدیش دیا ہے کہ جو شخص کسی قسم کے بھی معاوضہ کا خیال نہ کرتا ہوُا کام کرتا ہے۔ وہ سچا سنیاسی ہے اور وہی پرم یوگی۔ برخلاف اس کے جو شخص اپنی کسی ذاتی غرض کی بنا پر افعال نیک سرانجام دیتا ہے۔ وہ یوگی یا سنیاسی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ نہ ہی وہ میرا بھگت ہونے کا دعوےٰ کر سکتا ہے۔ اُس کا مجھ سے واصل ہونا امرِ محال ہے۔ وہ تو صرف اپنی خواہشات کا غلام ہے اور خواہشات کی سیری کے لئے ہی جملہ دھرم کاریوں مثلاً سندھیا، پوجا پاٹھ اور ہون یگ وغیرہ کو سرانجام دیتا ہے۔ بقولیکہ ؎

تارک بسرور ہے۔ بے واسطہ افعال سے

وہ نہیں تارک جو آدابِ شریعت چھوڑ دے (معجز دہلوی بی اے)

یعنی تارک وہ نہیں ہوتا، جو کہ افعال کا کرنا ہی چھوڑ دیوے، اور بے حس و حرکت پڑا رہے۔ بلکہ اصلی تارک یعنی سنیاسی وُہی ہے، جو کرموں کو کرتا ہوُا بھی ان کے پھل کی خواہش نہ کرے۔ پھر فرماتے ہیں :-

کہ اے کنتی پتر ارجن! سنسار کی واشنائیں یعنی خواہشاتِ دُنیاوی سے تب تک نجات حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ انسان میری بھگتی میں محو نہ ہو جائے، اور جب تک خواہشاتِ نفسانی کو ترک نہیں کیا جاوے گا۔ تب تک میری بھگتی محال ہے۔ پس یہ دونوں باتیں یعنی بھگتی اور ترکِ خواہشات یعنی نیاگ لازم و ملزوم ہیں۔ پس جو شخص خواہشاتِ نفسانی کو خیرباد کہہ کر میرا سمرن کرے گا۔ وہ تمام مصائب سے چھوٹ کر مجھ میں ہی لین ہو جائے گا۔ گویا مجھ میں اور اُس میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ بقولیکہ ؎

ترک کہتے ہیں جسے وہ درحقیقت ہے وصال

کوئی واصل ہو نہیں سکتا۔ بلا ترکِ خیال

عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انسان کے دوست بھی ہوتے ہیں اور دُشمن بھی۔ یعنی کوئی شخص اُس کا دوست

ہے، اور کوئی دشمن - لیکن یہ خیال غلط ہے - اصل بات یہ ہے کہ نہ کوئی کسی کا دوست ہے نہ کوئی دشمن - بلکہ انسان خود ہی اپنا دوست اور خود ہی اپنا دشمن بن جاتا ہے - یعنی اگر وہ بُرائیوں کو چھوڑ کر نیک افعال کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور سچے ہردے سے میرا دھیان کرتا ہے تو وہ آپ ہی اپنا دوست ہے - لیکن جو شخص خواہشات نفسانی کا غلام ہو کر دھرم کے کاموں سے غافل ہو جاتا ہے اور پرماتما کی بھگتی کو ایک فضول چیز خیال کر کے ہمیشہ عیش و عشرت میں غلطاں رہتا ہے تو وہ آپ ہی اپنا دشمن ہے - ان دونوں میں سے اول الذکر تو جنم مرن سے رہت ہو کر نجات حاصل کر لیتا ہے - لیکن موخر الذکر طرح طرح کی یونیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

جو انسان وصال حق کے لئے ایک حقیقی اضطراب اپنے دل میں رکھتا ہو - وہ خود بخود ہی خواہشات دُنیاوی سے بیزار ہو کر میری بھگتی اور بھجن میں محو ہو جاتا ہے - پھر کوئی دُنیاوی حرص و ترغیب اُس کے جذبۂ عشقِ حقیقی کے راستہ میں حائل نہیں ہو سکتے، اور وہ سیدھا ہی اپنی منزلِ مقصود تک رسائی حاصل کر لیتا ہے - یعنی واصل حق ہو جاتا ہے - بقول لیکہ ؎

شوق جب تک ہے پس پردہ جمالِ یار ہے
ہٹ گیا پردہ تو پھر دیدار ہی دیدار ہے

اپنی گفتگوئے مبارک کو جاری رکھتے ہوئے بھگوان گوہر افشانی کرتے ہیں کہ ہے ارجن! شروع شروع میں یوگ سادھن کا عمل یُوں ہونا چاہیئے کہ کسی صاف اور ایکانت استھان میں چار اُنگل اُونچا چبوترہ بنا کر اس کو نشیب و فراز، کنکر، پتھر سے ہموار کر کے پدم آسن لگا دے - من کو خواہشات نفسانی سے پاک کر کے میرے چرن کملوں کا دھیان کرے، اور میری اپار لیلا، اننت شکتی اور لامحدود جلال کا وچار کرے - اپنی نظر کو ناک کی نوک پر جما دے - اِدھر اُدھر نہ دیکھے - اپنے آتما کو پرماتما میں لین کرے - اور کسی قسم کے خوف و خطر کو پاس نہ پھٹکنے دے - حواس پر قابو پا کر دل کو میری طرف مائل کرے - اِسی طرح صُبح و شام مجھ سے ملنے کا سادھن کیا کرے - اس دوران میں، اپنے چال چلن کو دُرست رکھے، اعتدال کی زندگی بسر کرے - یعنی نہ بہت کھاوے نہ بہت سوئے، رات کو جلدی سو جائے اور پربھات کے سمے اُٹھ کر بھجن میں محو ہو جائے - جب چلے تو بچا کر قدم رکھے - ؎

دیکھ کر چلنا مسل جائے نہ چیونٹی راہ میں
آدمی کو بے زبانوں پر بھی شفقت چاہیئے

محبت اور شیریں زبانی سے گفتگو کرے - اس طرح کے طرز معاشرت سے کوئی دُکھ اور تکلیف نزدیک نہیں آتی - لہٰذا یہ یوگ دُکھ و ناشک - یوگ کے نام سے موسُوم ہے -

یوگی کو تنہائی میں رہنا اس لئے ضروری ہے کہ جس طرح چراغ جلا کر کھلی ہوا میں رکھ دیا جاوے - اوّل تو بجھ جاتا ہے - ورنہ اُس کا شعلہ ڈانواڈول رہتا ہے - لیکن اگر اس کے ارد گرد شیشے لگا دیئے جاویں، یا کسی محفوظ کمرے میں رکھ دیا جاوے تو اُس کی روشنی تیز ہو جاتی ہے - بعینہٖ اسی طرح اگر کوئی شخص پرماتما

کا پوری توجہ سے دھیان اور سمرن کرتا ہے تو وہ بہت جلد اپنی خواہشات کو پورا کر پاتا ہے۔ اس طرح کے عمل اور سادھن سے پہلے تو اُس کو آتم درشن ہوتا ہے۔ اور جب اپنے آتما کا درشن کر لیتا ہے، تو اُس کو پرم آنند حاصل ہوتا ہے۔ آتما کے درشن کا سُکھ ابناشی سُکھ ہے۔ وہ راحت اور مُسرّت ہے۔ جسے حواسِ انسانی محسوس نہیں کر سکتے۔ بلکہ اُسے صرف بُدھی ہی انوبھو کرتی ہے۔ ~

وسوسہ جب دل سے مِٹ جاتا ہے آتی ہے نظر
جُملہ نیرنگِ جہاں میں ذاتِ واحد جلوہ گر

اے ارجن! آتم درشن کا سُکھ پا کر یوگی نرلیپ اور نشچل یعنی مُبرّا از گناہ اور ساکن القلب ہو جاتا ہے۔ اِس خوشی اور آنند سے بڑھ کر تختۂ دُنیا پر کوئی آنند نہیں ہے۔ خود شناس یوگی ہر قسم کے دنیاوی مصائب سے ہمیشہ کے لئے بے خوف ہو جاتا ہے۔ آگ اُسے جلا نہیں سکتی، پانی اُسے غرقاب نہیں کر سکتا، اُس پر اگر پہاڑ بھی گر پڑے اور بجلی بھی ٹوٹ پڑے، تو بھی اُسے کچھ نہیں ہوتا۔ تلوار سے پُرزے پُرزے کر دیا جاوے تو بھی اُسے کشٹ نہیں پہنچتا۔ کشٹ تو اِس پانچ بھوتک شریر کو ہے۔ وہ اس شریر سے اُوپر اُٹھ جاتا ہے۔ یعنی لاتعلق ہو کر اپنی حقیقی ذات آتما میں سما جاتا ہے۔ جس کا کبھی ناش نہیں ہوتا۔

عقلمند اور سمجھدار انسان ہی اس یوگ کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اے ارجن! حیاتِ انسانی قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ اس واسطے غفلت کو چھوڑ کر میری شرن میں آنے کا فی الفور ارادہ کر لے۔ تمام خواہشات کو بالائے طاق رکھ کر اپنی اندریوں کو قابو کر کے آہستہ آہستہ مَن کو بُدھی کے ساتھ جوڑ دے، اور پھر بُدھی کو آتما کے ساتھ ملا دے۔ اِس میں شک نہیں کہ یہ من بڑا چنچل ہے۔ لیکن ابھیاسی کو چاہیئے کہ یہ جس طرف یہ جائے، آہستہ آہستہ اُس کو اُس طرف سے ہٹا کر اپنے آتما میں لگا دے، اور اس طرح من آتما کے ساتھ ملحق ہو جانے پر وہ راحتِ رُوحانی مُیسّر ہو جاتی ہے۔ جس کو مُسرّتِ حقیقی یا پرم پد کہتے ہیں۔ ایسا پُرش دُنیا کے جھنجھٹوں سے چھُوٹ جاتا ہے۔ ~

جس کو اپنے دِل پہ قبضہ اور اطمینان ہے
گرم و سرد و رنج و راحت میں اسے عرفان ہے

اس کا نرلیپ سچدانند سرُوپ برہم کے ساتھ وصل ہو جاتا ہے۔ موہ مایا سے دُور ہو جاتا ہے۔ وہ ہر ذی رُوح میں اپنے آپ کو اور اپنے آپ میں سب کو دیکھنے لگتا ہے۔ اور اے ارجن! جس کو ہر جگہ میرا جلوہ نظر آ گیا، وہ مجھ میں آ اور میں اُس میں سما جاتا ہُوں۔ ہم دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ اور پھر جنم مرن کا جھگڑا باقی نہیں رہ جاتا۔ ~

ہے وہ واصل جس کا دِل ہے مرکزِ علم و سرُور
بے تعلق بے غرض بے نفس ہے مستِ حضور

دھرم کا سب سے بڑا اصُول

شری کرشن چندرجی ارجن سے مزید یُوں فرماتے ہیں، کہ ہے ارجن! ہر شخص کو دُوسرے کے ساتھ ایسا سلُوک کرنا چاہیئے، جیساکہ وہ خود چاہتا ہے کہ لوگ میرے ساتھ روا رکھیں۔ اُس کو اپنے دِل میں یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ جس بات سے مَیں خوش ہوتا ہُوں، دُوسرے بھی اُسی بات سے خوش ہو سکتے ہیں۔ یعنی جو سلُوک مجھے پیارا ہے۔ وُہی دُوسروں کو بھی عزیز ہے۔ اگر وہ کسی سے نفرت کرتا ہے تو اُسے یہ سمجھنا چاہئے کہ دُوسرے بھی اُس سے نفرت کریں گے۔ پس وہ دُوسروں کو آزار اور دُکھ دینے سے پرہیز کرے۔ جس طرح وہ اپنے آپ کو سُکھی رکھنا چاہتا ہے۔ اسی طرح اُسے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ دُوسروں کے سُکھ دُکھ کا بھی ایسا ہی خیال رکھنا اس کا فرض اوّلین ہے۔ یہ نکتہ سمجھ کر اہنساوادی بن جائے یعنی کسی بھی پرانی ماتر کو دُکھ نہ دیوے، بلکہ سب کا سُکھ دائیک ہتر بن کر زندگی بسر کرے۔

جان لیتا ہے مساوی سب کو مردِ باکمال
اس کو کثرت میں نظر آتا ہے وحدت کا جمال

اُسے میرے پرم سکھا ارجن! مجھے وہ پریمی ازحد پیارا لگتا ہے، جو کسی بھی ذی رُوح کو دُکھ نہیں دیتا۔

گوشہ نشینی کی عظمت

بیٹھ کر گوشہ میں تنہا باندھ کر اپنا خیال
فارغ از بیم و رجا رہنے میں ہے رازِ کمال

اِس کے بعد ارجن نے دریافت کیا، کہ ہے بھگوان! یہ سُکھ نندن یوگ اور آتم درشن حاصل نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ چنچل من قابُو نہ آجاوے۔ لیکن حیف، صد حیف کہ انسان کا من ہاتھی کی طرح شہ زور اور تنومند ہے۔ اس کا روکنا آندھی اور بگولے کے روکنے سے بھی مُشکل ہے۔ پس پہلے یہ فرمایئے کہ اس زبردست دشمن کو کیسے مطیع کیا جاوے۔

ارجن کا یہ سوال سُن کر شری مدن موہن جی یُوں گویا ہُوئے کہ اے بہادر اور شُور بیر ارجن! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ من بڑا طاقت ور، زور آور اور نہایت ہی چنچل اور تیز پرواز ہے۔ لاکھوں کروڑوں کوس کا فاصلہ چشم زدن میں طے کر لیتا ہے۔ پس ایسے دُشمن کو قابُو میں لانا معمولی کام نہیں۔ اس کو قابُو کرنے کے دو طریقے ہیں۔ غور سے سُنو:- (۱) پرماتما کے ساتھ محبّت۔ (۲) دُنیاوی لذّتوں سے نفرت۔

یہی دو طریقے ہیں۔ جن سے من قابو میں آسکتا ہے۔ جو لوگ بھگوان کی بھگتی نہیں کرتے، بلکہ دُنیا کی لذتوں پر فدا ہیں۔ نہ تو وہ اپنے نفس پر قابو پا سکتے ہیں اور نہ ہی مجھ سے واصل ہو سکتے ہیں۔ ؎

بڑے موذی کو مارا نفس امّارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

جن مہاپرشوں نے ابھیاس سے اپنے من کو میرے چرنوں میں لگا دیا ہے، وہی اپنے مقصد اعلیٰ سے بہرہ ور ہیں۔ اب ابھیاس کا مطلب سُنیئے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جو شخص بار بار میرے اوصاف، میرے پرتاپ اور میرے جاہ و جلال کا دھیان کرتے رہتے ہیں، اور میری محبت اور اُلفت کے نشہ میں روز و شب سرشار رہتے ہیں۔ وہی گویا میرے پانے کا ابھیاس کرتے ہیں۔ ایسے بھگت جن اس سنسار سے ویراگ وان رہتے ہیں۔ ویراگ سے مُراد ہے۔ لذّات دُنیاوی اور خواہشات نفسانی کے نقائص اور انجام بد کو بار بار اپنے تصوّر میں لاکر اُن سے متنفر ہونا۔ وغیرہ وغیرہ۔

بس یہ ہر دو طریقے یعنی ابھیاس اور ویراگ ہیں۔ جن سے یہ زبردست دُشمن قابو میں آسکتا ہے جنہوں نے ان دو طریقوں پر عمل نہیں کیا۔ ان کا یوگ مکمل نہیں ہوتا۔

لوحِ خاطر سے ہٹا کر وسوسے اور خواہشیں
فرضِ انسانی ہے مشغولی صفائے قلب میں

(اوم شم)

گورکھ ناتھ نندہ

"یہ مَن ایشور کے چرنوں میں لگا لے جس کا جی چاہے"

(از۔ شری کرشن منگور [illegible])

یہ مَن ایشور کے چرنوں میں لگا لے جس کا جی چاہے
یہ مانا مَن تو ہے چنچل نہیں رُکتا کہیں یک پل
جو دُکھ سُکھ جگ میں ملتا ہے وہ پھل ہے اپنے کرموں کا
مُقدر اپنا اپنا خود بناتے ہیں سبھی آ کر
بُرائی ہو بدی ہو عیب جوئی یا کہ خود غرضی
نتیجہ اپنے کرموں کا اگر چاہے کہ اچھا ہو
یہ دُنیا جاء عبرت ہے تماشہ مت اسے سمجھو
محبت، راستی، ایمان، اطاعت رحم و ہمدردی
نتیجہ اپنے کرموں کا سبھی کو ہے یہاں ملتا

یہ دل لذّاتِ دُنیا سے ہٹا لے جس کا جی چاہے
مگر پھر بھی تو ہے اپنا منا لے جس کا جی چاہے
بھوشیہ اچھا بنانا ہو بنا لے جس کا جی چاہے
جسے جیسا بنانا ہو بنا لے جس کا جی چاہے
بُرے کرموں سے اپنے کو بچا لے جس کا جی چاہے
سبھی سے پریم کا رشتہ نبھا لے جس کا جی چاہے
یہاں یہ فرض اپنا خود نبھا لے جس کا جی چاہے
سبق یہ دل کو اپنے خود پڑھا لے جس کا جی چاہے
مقدر اپنا منگور آزما لے جس کا جی چاہے

مہا یوگیشور بھگوان شری کرشن کی راس لیلا اور گوپیوں کا

پریم بھگتی یوگ

از - پنڈت نریندر ناتھ شرما - ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس سنگرور

نہ حق شناس ہوں نٹور - نہ خود شناس ہوں مَیں
تیرے کرم کی لئے دِل میں اپنے آس ہوں مَیں

محترم ایڈیٹر "اوم" شری نندہ جی کا اصرار ہے کہ مَیں "یوگ انک" کے لئے کوئی مضمون لکھوں۔ اگرچہ مجھ سا ذرّہ ناشناس عاصی ایسے موضوع پر لکھنے کی کچھ بھی اہلیّت نہیں رکھتا۔ لیکن جب پربھو نے ان کو یہ پریرنا دی، کہ وہ مجھے لکھنے کی ترغیب دیں۔ اُسی نٹور کے بھروسے اور شری نندہ جی کے خلوص و نیک خواہشات کا آدھار پاکر کچھ عرض کروں گا۔ جو کچھ شاستروں اور مختلف اہلِ نظر عالموں کے لیکھوں کے مطالعہ سے معلوم ہو سکا، وہ پاٹھکوں کے پیشِ خدمت کروں گا۔ اِس میں میرا کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا سنسکرت ساہتیہ یوگ کے تذکرہ سے بھرا پڑا ہے۔ اور مختلف عالم زمانہ قدیم سے لکھتے آرہے ہیں۔ اِتنا لکھا جا چکا ہے، کہ کوئی بھی نئی بات نہیں لکھ سکتا۔ جو کچھ بھی کوئی لکھے گا، وہ دوہراتا ہی ہو گا۔

"یوگ" شبد ہمارے شاستروں میں بہت وسیع معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ تاہم اس کا پردھان ارتھ بھگوان سے جُڑنا، یگانگت ہو جانا، یا بھگوان کو پا جانا ہی ہے۔ جب تک جیو اس سنتھتی کو نہیں پہنچ پاتا۔ اس کو ہمیشہ رہنے والی شانتی پراپت نہیں ہو سکتی۔ اس سنتھتی کو پراپت کرنے کے لئے شاستر کے مطابق خلوص و ہوشمندی سے جو سادھن یا کوشش کی جاتی ہے، اُس کو بھی یوگ سمجھتے ہیں۔ غرضیکہ جس طریقِ عمل سے پُورن پرماتما سے سنیوگ ہو سکے، وہ ہی یوگ کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر کرم یوگ، گیان یوگ، دھیان

یوگ، بھگتی یوگ، راج یوگ، منتر یوگ، ہٹھ یوگ وغیرہ وغیرہ۔ جس طریقِ عمل کا لکش پرماتما نہیں ہے، وہ یوگ نہیں ہے۔ جس سے پتن ہو جاتا ہے۔

یوگ کا راستہ خواہ کوئی بھی ہو، اس میں چت کی پرتیوں کا نرودھ لازمی بُنیاد ہے جب تک اپنے لکش میں محویت، ایکاگرتا، خود فراموشی نہیں ہوتی۔ کسی بھی یوگ میں سدھی پراپت کرنا ناممکن ہے۔ اپنے لکش (ایشور) کے سوا دیگر سنکلپ وِکلپ سے من کو خالی کرنا ہوگا۔

"من پھُرناتے رہت کر جا بھی وِدھی سوں ہو یہ
چاہے یوگ سے گیان سے، چاہے بھگتی سے ہو یہ" (سنت بانی)

"محویت کھینچ کے لاتی ہے اُسے دِل میں تو بیدار
جذبۂ عشق کے جُز دعوتِ یزدان نہیں"

یوگیشور بھگوان کرشن کی گوپیوں کے ساتھ راس لیلا اُونچی سے اُونچی ستھتی کا پرم پریم بھگتی یوگ ہے، اور بھگتی کا آخری درجہ آتم نویدن ہے جس کا مہرشی شانڈلیہ کے بھگتی شوتر ۲ میں سا परानुरक्तिरीश्वरे کہا گیا ہے، اور دیورشی نارد کے بھگتی شوتر ۱۹ میں۔

नारदस्तु तदर्पिता खिला चारिता तद्विस्मरणे परम व्याकुलतेति ॥ १९

بھاؤ — نارد کے مت میں پرماتما کے ارپت ہو کر آچرن کرنا، اور پرماتما کو بھول جانے پر پرم ویاکل ہونا۔ بھگتی ہے۔

यथा ब्रजगोपिकानाम ॥ २१

بھاؤ — جیسے کہ برج گوپیوں کی۔ اِس سے واضح ہے کہ گوپیوں کو بھگتی کا آدرش مانا گیا ہے۔ کچھ لوگ جن کے من سنسارک واسناؤں سے ملین ہیں۔ سطحی طور پر دیکھ کر راس لیلا پر ناواجب آکشیپ کرتے ہیں۔ وہ اپنی ہی اگیانتا کا ثبوت دیتے ہیں، اور اس مہا یوگ سے جو بھگتی کا سبق پراپت ہو سکتا ہے۔ اُس سے محروم رہ کر اپنی ہی آتمک ہانی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ مضمون نہیں ہے۔ البتہ جو کرشن پریمی شردھالو اُس کو سمجھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے اِس لیکھ کا مطالعہ شاید کچھ سنتوش کا باعث ہو۔ یہ یاد رہے کہ راس لیلا کے سمے بھگوان کرشن کی آیو ۱۰ - ۱۱ سال کی تھی۔ حق تو یہ ہے، گوپی پریم کو سمجھنے کے لئے گوپی ہردیہ ہونا ضروری ہے۔ یہ جنم جنمانتر کے شُبھ کرموں، بھگوت کرپا یا مہاپرشوں کی کرپا اور اپنی نیک سعی پر منحصر ہے۔ شری بھگوت گیتا ادھیائے ۷، شلوک نمبر ۲۸ میں بھگوان نے فرمایا ہے کہ جن کے پاپ ختم ہو گئے اور پنیہ اُودے ہوئے، وُہی تذبذب کو چھوڑ کر میرا بھجن کرتے ہیں۔ سادھارن آدمی کی بات کیا۔ بڑے بڑے دانشور بھی اِس لیلا کو سمجھنے میں کبھی کبھی قاصر رہتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ راس لیلا ہی کرشن جی کی پردھان لیلا ہے۔ اِسی سے شری کرشن کا بھگوت تتو اور پرم برہمتو سِدھ ہُوا ہے۔

سمرن رہے کہ گوپیاں سادھارن استریاں نہیں تھیں۔ اتھروویدکے کرشن اُپنشد کے انوسار دیوتا اور رچائیں (یعنی وید) ہی برندابن میں پرگٹ ہُوئے تھے۔ گوپیاں شرتیاں تھیں، جو ہمیشہ ہی برہم کا رُوپ کرتی ہیں۔ (دیکھو منتر ۳ سے ۹ تک) اور برہم ویورت پُران میں بھی وید شرتیوں کا گوپی رُوپ سے پرگٹ ہونا کہا گیا ہے۔ اب ہم پوجیہ سوامی وویکانند جی نے اِس بارے میں جو گربھتے ہُوئے زوردار الفاظ اپنے لیکچر میں کہے تھے وہ پاٹھکوں کے سامنے رکھیں گے۔

"Krishna who played with the gopis. Ah, that most marvellous passage of his life the most difficult to understand until he has become perfectly chaste and Pure, that most marvellous expansion of love, allegorised in that beautiful play at Vrindaban, which none can understand but he who has become mad with love, drunk deep of the cup of love. etc."

(Selections from Vivekanand page 289)

بھاو — "کرشنا جس نے گوپیوں کے ساتھ لیلا کی۔ اُس کی زندگی کا وہ حیران کُن عرصہ جس کو سمجھنا انتہائی مُشکل ہے۔ تاوقتیکہ کامل پاکیزہ دِل نہ ہو۔ پریم کی وہ حیران کُن وُسعتیں جو راس لیلا میں برندابن میں ہُوئیں۔ جس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا، تاوقتیکہ وہ جامِ محبّت سے سرشار نہ ہو، اور پریم میں دیوانہ نہ ہو گیا ہو۔ وغیرہ وغیرہ"

سوامی جی نے کافی طوالت و تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ شائقین اصل انگریزی کتاب میں دیکھیں تمام شکوک حرفِ غلط کی طرح مٹ جائیں گے۔

گوپیوں کی حالت یہ تھی کہ وہ کرشن پریم میں سب کچھ بھُول چکی تھیں۔ وہ بھگوان کرشن کو پُورن برہم پرماتما کے رُوپ میں خُوب جانتی تھیں، جو شریمد بھاگوت سکندھ ۱۰۔ عموماً اور راس لیلا سے متعلقہ ادھیاؤں سے خصوصاً مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ لیکھ کی ضخامت کے بڑھ جانے کے خیال سے حوالہ جات نہیں دیئے۔ شردھالو پریمی شریمد بھاگوت میں دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ شری اُودھو جو بھگوان کے انترنگ سکھا اور پُورن گیانی بھگت تھے، کو بھگوان نے گوپیوں کے پاس بھیجا تو اُس نے اُن کو کرشن پریم میں رنگا ہُوا پایا۔ حالت یہ تھی۔ گوپی کہتی ہے۔ (۱)

"نا ہن رہیو مَن میں ٹھور
نند نندن اُچھت کیسے آنئے اُر اور
چلت چتوت دوس جاگت سوپن سووت رات
ہردیہ تے وہ شام مورتی چھن نہ اِت اُت جات" (سورداس جی)

دیگر

"چت دیکھوں تت شام مئی ہے
شام کنج - گھن ، جمنا ، شاما ، شام گھٹا گھنگھور چھٹی ہے
نیل کنٹھ کو کنٹھ شام ہے - متھوں شامتا بیل بئی ہے
میں باوری کہ لوگن ہی کی شام پُتریا بدل گئی ہے" (سورداس جی)

دیگر

"شام شام رٹت رادھے آپ شام بھئی
پوچھت پھری سکھیں سوں رادھے کہاں گئی
ہا رادھے - ہا رادھے" (سورداس جی)

گوپیوں کا پریم دیکھ کر اُودھو کا سب گیان کافور ہوگیا اور کرشن پریم میں دیوانہ ہو گیا کبھی گوپیوں کے پاؤں میں پڑتا ہے اور کبھی بھاگ بھاگ کر برندابن کے درختوں اور بیلوں کو آلنگن کرنے لگا۔ اور پریم پورن ہردیہ سے پکار اُٹھا۔

جگت میں گوپیاں ہی دیہہ دھاریوں میں شریشٹھ ہیں - کیونکہ اِن کا چت وشو آتما بھگوان گووند میں لگا ہوا ہے۔ جن کی سنسار سے ڈرے ہوئے منی لوگ اور ہم بھی اِچھا کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ (شریمد بھاگوت سکند ۱۰ - ادھیائے ۴۷ دیکھیئے)

بھاگوت علےالاعلان کہتی ہے " कृष्णास्तु भगवान स्वयं " کرشن خود بھگوان ہیں۔

اس کے علاوہ سنسار کے متلاشیانِ حق کے دلوں پر درج کرنے والی شریمد بھگوت گیتا جو لاثانی اُر گرنتھ ہے۔ میں بھی جا بجا بھگوان کرشن نے اپنا پریچے پرماتما کہہ کر دیا ہے۔ اور ادھیائے ۱۴ - شلوک ۲۶ - ۲۷ میں فرمایا ہے کہ میں برہم کی پرتشٹھا ۔ شاشوت ، دھرم ، ایکانتک سُکھ ، امرت ، ادویہ کا میں ہی آشریہ ہوں۔ یہ سب میرے ہی نام ہیں۔ جو سنسار کے کارن بھوت تموگن ، رجوگن اور ستوگن (پرکرتی) ہیں۔ اُن کو وہ شخص پار کر جاتا ہے۔ جو میری اننیہ بھگتی کرتا ہے۔

اہلِ نظر عالموں نے راس لیلا کو ایک اور بھی نظر سے دیکھا ہے۔
اتھرووید کے پرشن اُپنشد - پرشن ۶ کے منتر ۳ میں واضح کیا گیا ہے۔ ...... اتھرووید

- - - - - - - - - کہ پرم برہم نے ۱۶ کلاؤں سے یُکت اِس برہمانڈ کی رچنا کی اور جیو آتما کے سہت پرمیشور اس میں داخل ہو گئے۔ اسی لئے وہ سولہ ۱۶ کلاؤں والے پُرش کہلاتے ہیں۔ ہمارا منش شریر بھی برہمانڈ کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ اِس لئے پرماتما جیسے سارے برہمانڈ میں ہے۔ اسی طرح ہمارے ہر ایک کے شریر میں بھی ہے۔ غرضیکہ اِس شریر میں سولہ ۱۶ کلائیں موجود ہیں۔ ہم ان کو کام میں لانے سے یعنی پرکاشت کرنے سے قاصر ہیں۔ جو سادھن سے ہی ہوتی ہیں۔ لیکن شاستر کہتے ہیں۔ کہ عام آدمیوں میں ۱ سے ۸ تک ہی کلائیں پرکاشت ہو سکتی ہیں۔ ۹ سے ۱۶ تک اوتاروں کے درجے FIELD آتے ہیں۔ اُس سولہ ۱۶ کلا والے پرشوتم کو جو ہردیہ میں ستھت ہے۔ کسی شاستر وکت یوگ سے جان لیتا ہے۔ (سولہ ۱۶ کلاؤں کی تفصیل پرشن اُپنشد میں دیکھیں۔ طوالت کے خیال سے نہیں لکھی گئی۔)

اِس جگت کے آدھار پرماتما کی پرّا اور اپرّا۔ چیتن اور جڑ پرکرتیاں (گیتا ۵-۴/۷) ہر ایک شے میں پرکاش کرتی ہیں۔ اِن کی مقدار کی کمی بیشی سمجھنے کے لئے ہی ۱۶ کلائیں مانی گئی ہیں۔

اب کتابوں میں جو راس لیلا شبد کی سمیکشا بار یک چھان بین پائی جاتی ہے۔ پرکرشن پریمی دھیان دیں۔ تیتریہ اُپنشد کا کہنا ہے کہ رس برہم ہے۔

"रसो वै स:"

راس لیلا شبد۔ راس + لیلا ایک مرکب شبد ہے۔ رس (جو برہم ہے) شبد سے سنسکرت دیاکرن کے ترکیب کے مطابق راس شبد بنتا ہے۔ راس شبد کا ارتھ ہوا۔ پورن برہم (یعنی رس) کا پورن کلا آتمک اوپادھک ظہور یعنی आविर्भाव اور یہ پورن کلا (۱۶ کلا) آتمک ظہور پردھان طور پر بھگوان کرشن میں موجود تھا۔ چنانچہ راس شبد کا ارتھ پورن برہم بھگوان کرشن ہی ہوا۔ اب ذرا لیلا شبد کو دیکھئے، یہ بھی مرکب ہے۔

लीला = ली + ला

ली دھاتو کا ارتھ لय ہونا اور ला کا ارتھ لینا (लेना) ہے۔ دونوں کو ملا کر ارتھ ہوا लीला लातीति लीयं جس سے لے लय ہونا یعنی تدروپتا پراپت ہو۔ وہ خصوصی عمل (کریا) یعنی PROCESS۔ اور اب اس پرسنگ CONTEXT میں راس لیلا شبد کا ارتھ ہوا پورن برہم اوتار بھگوان کرشن جی میں لے (लय) کرانے والی کریا (PROCESS) یا جڑ جانے یعنی یگانگت کا معجزہ (یوگ آتمک چمتکار۔ کرشمہ) غرضیکہ راس لیلا وہ عمل ہے۔ جس کے ذریعہ لیلا تمک بھگوان کرشن روپ دھاری پورن برہم نے برج گوپیوں کو آتم سوروپ میں لے (लय) کر کے پرم پد کو پہنچا دیا۔ دھنیہ دھنیہ۔

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے گوپیوں کا پرم پریم یوگ بھگوان کرشن میں۔ آتم نویدن کی پورن اوستھا تک پہنچ چکا تھا۔ اور اس پورن آسکتی کا لازمی نتیجہ تھا کہ پریمی۔ محبوب کے سوا دنیاوی واسناؤں (چت برتیوں) سے مکت ہو جائے۔ اُن کا چت پورن طور پر بھگوان کرشن میں سما چکا تھا۔ وہ محبوب کے سوا اور کچھ نہ جانتی تھیں۔ نہ دیکھتی تھیں۔ اور یہ حالت پریمی کے سوا دل میں دوسری ہر چیز کو جلا ڈالتی ہے۔

" پیار کو تیرے میری جان دُعا دیتی ہے

آتش عشق گناہوں کو جلا دیتی ہے " (نریندر)

جہاں کیلئے دِل میں جا ہی کہاں ہے

تم ہی آ بسے ہو، خلا اب کہاں ہے (نریندر)

عربی کا ایک مقولہ ہے "عشق ایک دھدکتی آگ ہے، جو محبوب کے سوا سب کچھ جلا دیتی ہے"۔ عربی کا ہی ایک اور مقولہ ہے "عشق ذات رب سے واصل کرنے والی ایک آگ ہے۔ عشق تو وہی اللہ ہے، وہی اللہ ہے"۔

ایک فارسی کا اہل نظر کہتا ہے۔ "جب میں سر سے پاؤں تک تیری تمنا میں خود ہی صرف ہو گیا۔ تب کچھ باقی ہی نہیں رہا۔ جس کی تمنا کروں"۔

اور پھر بھگوان گیتا جی ۱۷۔ ادھیائے، شلوک ۳۔ ۴ میں فرماتے ہیں۔ سبھی منشوں کی شردھا (بھگتی) اُن کے انتہ کرن کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ منش شردھامئے ہے۔ اِس لئے جیسی شردھا والا ہے، وہ خود بھی وہی ہے۔

حضرت اکبر الہ آبادی نے مزاحیہ انداز میں یہ حقیقت بیان کی ہے۔

بولا منصور۔ خود خدا ہوں میں	ڈارون بولے بوزنا ہوں میں	۔۔ بندر
سُن کے بولے میرے اِک دوست	فکر ہر کس۔ بقدر ہمت اوست	

بھگوان کرشن نے زبانِ مُبارک سے شریمد بھاگوت میں فرمایا ہے:- "وشیوں کا دھیان کرنے والا چت وشیوں میں لین ہو جاتا ہے اور مجھے سمرن دھیان کرتا ہوا چت مجھ میں لین ہو جاتا ہے۔ سکند ۱۱، ادھیائے ۱۴، شلوک ۲۷ —— اب میں پیارے کرشن پریمی پاٹھکوں سے معافی چاہتا ہوں۔ وہ خود وچار کر جہاں کہیں کمی یا غلطی ہو، دُرست کر لیں۔ کرشن پریمی تو ہمیشہ ہی آستک ہیں۔ اُن کا سمادھان تو سروِیشور خود ہی کرتے رہتے ہیں، خوش بخت ہیں وہ جن کی شری کرشن میں بھگتی ہے۔

" جو مانگا جس نے جہاں بھر دیا وہیں دامن

عطا متاعِ محبت پہ خال خال کرلے " (نریندر)

کرشن پریم کے پیاسے پاٹھکو، آئیے۔ اپنے رسک مادھو سے پریم کے لئے منت گذاری کریں۔

کیا اضطراب میں مُبتلا اے شفیق تُو نے یہ کیا کیا	تیری گود میں تھا سکون سے کیوں ازل میں خود سے جُدا کیا
میں بھٹک رہا ہوں ہراس میں۔ ہوں سکون کی میں تلاش میں	گئی عمر فکرِ معاش میں۔ مجھے مبتلاء رنج کیا (۔۔ خون)
تیری راہ پہ چلنا میں ہر قدم۔ جو جہاں کے ہوتے نہ مجھ کو غم	تجھے یاد کرتا میں دم بدم۔ مجھے عشق کیوں نہ عطا کیا
مجھے کاش گر تُو کہیں ملے۔ میرا حال زار کبھی سُنے	ذرا اتنی بات بتا تو دے۔ کیوں ستم یہ مجھ پہ روا کیا
ہیں نریندر اُس کے عجیب رنگ۔ کیا سمجھ میں آئیں ہے عقل دنگ	یہی خستگی ہے کرم کا ڈھنگ۔ اسی غم کو تیری دوا کیا

آٹھ پہر دھیائیے گوپال
نانک درسن دیکھ نہال

گُور بانی

ماجھ محلہ ۵

پار برہم اپرم دیوا
اگم اگوچر الکھ ابھیوا
دین دیال گوپال گوبندا
ہر دھیایا وِد گُورمکھ گاتی جیو
گُورمُکھ مدھو سُودن نستائے
گُورمکھ سنگی کرشن مُرارے
دیال دمودر گُورمُکھ پایئے
ہور تے کِتے نہ بھاتی جیو
نِرہاری کیشو نِر ویرا
کوٹی جَناں جا کے پُوجیں پیرا
گُورمکھ ہردے جاکے ہَرہَر
سوئی بھگت اکاتی جیو
اموکھ درشن بیئے اُنت اپارا
بڑ سمرتھ سَدا داتارا
گُورمُکھ نام جپیئے تِت تریئے
گَت نانک وِرلی جاتی جیو
سُن سُن جیوا سوئی تمہاری
تُوں پریتم ٹھاکر اَتی بھاری
تُمرے کرتب تُم ہی جانو
تُمری اُوٹ گوپالا جیو
تُمری کرپا تے ہُوئی پرکاسا
سرب متیا پرتپالا جیو
ست ست ست پربھو سوئی
سَدا سَدا سَدا آپے ہوئی
چلت تمہارے پرگٹ پیارے
دیکھ نانک بھئے نہالا جیو
ہُمر ہُنتاں دامودر دُکھ ہر بھئے بھنجن ہر رایا
سِری رنگو دیال منوہر بھگت وچھل بردایا
بھگت وچھل پُرکھ پُورن من ہی چیندیا پائیا
تم اَندھ کُوپ تے اُدھارے نام من وسائیا
سُر سدھ گن گندھرب مُنی جن گُن انک بھگتی گائیا

بنو نت نانک کرو کرپا پار برہم ہر رائیا
چیت منان پار برہم پرمیشور سب کلا جن دھاری
کرو نامے سمرتھ سوامی گھٹ گھٹ پران آدھاری
پران من تن جیاں داتا بے انت اگم اپارو
سرن جوگ سمرتھ موہن سرب دکھ بدارو
روگ سوگ سب دوکھ بنسے جپت نام مراری
بنو نت نانک کرو کرپا سمرتھ سرب کل دھاری

آٹھ پہر دھیایئے گوپال
نانک درسن دیکھ نہال

گوپی پریم

راگ دیو گندھاری محلہ ۵

اب ہم چل ٹھاکر پہ ہار جب ہم سرن پربھو کی آئی ۔ راکھ پربھو بھاویں مار
لوکن کی چترائی اپماتے بیسنتر جار ۔ کوئی بھلا کہو بھاویں برا ، کہیئو ہم تن دیو ہے ڈار
جو آوت سرن ٹھاکر پربھ تمری ۔ تس راکھو کرپا دھار
جن نانک سرن تمہاری ہر جیو راکھو لاج مرار
ہر گن گاویں ہوں تس بلہاری
دیکھ دیکھ جیواں سادھ گور درسن ۔ جس ہر دے نام مراری
تم پوتر پاون پرکھ پربھ سوامی ۔ ہم کیو نکر ملیں جوٹھاری

محلہ ۵

آپے گوپی کاہن ہے پیارا ۔ بن آپے گؤ چرا ہا
آپے ساول سندر اپیارا ۔ آپے بنسی بجا ہا
کو ولیا پیڑ آپ مرائیندا اپیارا ۔ کر بالک روپ پچاہا
آپ اکھاڑا پائیندا پیارا ۔ کر دیکھے آپ چوجا ہا

کر بالک رُوپ اُپائیندا پیارا چنڈور کنس کیس مارا ہا
آپے ہی بل آپ ہے پیارا بل بھنے مُورکھ مُگدا ہا
سب آپے جگت اُپائیندا پیارا دس آپے جگت ہتھا ہا
گل جیوڑی آپے پائیندا پیارا۔ جیوں پربھ کھینچے تیوں جا ہا
جو گربھے سو بچسی پیارے۔ جپ نانک بھگت سما ہا

مندرجہ بالا بانی کو سمجھنے کے لئے شریمد بھاگوت کا دسم اسکندھ ملاحظہ کریں۔ کیونکہ گورو مہاراج نے بھگوان کرشن کی تمام لیلاؤں کا مختصر ذکر کیا ہے۔ گؤ کو چرانا، بنسی بجانا، بالک رُوپ میں ہی کو دلیا پیڑ (ہاتھی) کو مارنا۔ چنڈور پہلوان کو پچھاڑتا۔ کنس کو کیسوں سے پکڑ کر پٹک دینا وغیرہ وغیرہ سب لیلائیں شریمد بھاگوت کے پڑھنے سے ہی سمجھ میں آسکتی ہیں ؛

پریم کا دیوتا بھگوان کرشن

از۔ مہانماٹی۔ ایل۔ وسوانی

ہمیں بتایا جاتا ہے۔ کہ تمام منڈل چمتکار سے پُر ہے۔ اس چمتکار کا ایک رُوپ روشنی ہے۔ جس کا تعلق ہماری آنکھوں سے ہے۔ اس چمتکار کے اور بھی رُوپ ہیں۔ جن تک انسانی آنکھوں کی رسائی نہیں ہے۔ مثلاً عکس ریز اور الٹراوائیلٹ ریز ہمیں بتایا گیا ہے کہ استھول پرکرتی ٹوٹ پھوٹ کر چمتکار کے رُوپ میں بدل جاتی ہے۔ پرکرتی کے پرمانو چھلانگ لگاتے ہیں اور چمتکار ہو جاتا ہے۔ کیا رُوحانی ارتقا (آتمک وکاس) میں چھلانگ نہیں لگائی جاتی۔ پرمانوؤں کا وکاس ان جیوؤں میں دیکھا۔ اور تصدیق کیا جاسکتا ہے۔ جن کا نام ہندو رشیوں نے اوتار رکھا ہے۔ کرشن، بُدھ، عیسےٰ۔ ہر اوتار ایک خاص رُوحانی شکتی ایک روشنی ایک چمتکار لے کر آیا۔

شری کرشن کے جیون میں میں کیا دیکھتا ہوں

۱۔ ایک آرٹسٹ کی جیوتی :- اُن میں حسن کا چمتکار تھا۔ انہوں نے ویراگ کا اُپدیش نہیں دیا۔ ہٹھ یوگ نہیں سکھایا۔ دُنیا سے ڈرنا نہیں بتایا۔ حسن میں اُن کا اعتقاد تھا، وہ مادہ کی پوترتا کے ذریعے پَترا اتھان میں

وشواس رکھتے تھے۔ یُورپ کے نشاۃ الثانیہ (پُنر اُتھان) میں بھی سُندرتا پر زور دیا گیا ـــــــــ
وہ سُندرتا شکتی سے کاٹ دی گئی تھی۔ سُندرتا آتم پُوجا بن گئی۔ تفریح کی چیز ہو گئی۔ کرشن کے لئے سُندرتا شکتی
تھی۔ چیتنا تھی۔ اس لئے کرشن نے یوگ اور ضبطِ نفس پر زور دیا ہے۔ موجودہ دَور کے انسان کو آتم سُکھ،
خود غرضانہ خوشیوں سے رغبت ہے۔ حُسن کا موجودہ معیار کرشن کے رُوحانی حُسن کے تصوّر سے بہت مختلف ہے۔

۲۔ دُور بینی کی روشنی :۔ گیتا اس روشنی سے پُر ہے۔ کرشن نے گیتا کا اظہار اندر پرست کے قریب دلّی میں کیا۔ جو برہم رشی دلیش کا مرکز ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ جس کے قبضہ میں دِلّی، اُس کے قبضہ میں ہندوستان۔
کوروکشیتر کے وسیع الارض میدان میں کرشن نے گیتا بکھانی۔ جس میں سب سے اُتم بھارتیہ گیان ہے۔

۳۔ پریم کا چمتکار :۔ ذرا کرشن کے پریم کا تصوّر کرو۔ وہ عاجزانہ طور پر ارجن کے رتھ بان بن گئے۔ کرشن تو ایک نقاب میں تھے۔ لیکن انہوں نے جب اپنے اندر کے جمال کا درشن ارجن کو کرایا، تو اُس نقاب کو اُٹھا کر پھینک دیا۔ ارجن اُنکے آگے جھک گیا۔ اُنہیں بھگوان کہا، اور معافی چاہی۔ کتنی ہی دفعہ ارجن کرشن کی حکم عدُولی کر چکا تھا، اور بھگوان سے بڑی بے وقوفانہ بے تکلّفی سے بات کی تھی۔

گیتا کا آدرش یہ ہے کہ یوگ شکتی کو نمرتا کے ساتھ ملایا جائے۔ گیان اور بھگتی کا سماویش کیا جاوے۔ جو پرانی ماتر پر دیا کرتا ہے، ہمدرد ہے، معاف کرتا ہے اور منکسر ہے، وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ چکا ہے۔ یہاں بودھ گرنتھ "نیک عمل کا کمل" میں بھی ہم یہی خیال پاتے ہیں۔ اس میں بودھی ستو کا ذکر ہے۔ جس کے جذبات کا ان الفاظ میں ذکر ہے :۔

جو زمانے میں ہیں دُکھ دَرد کے ہاتھوں بے چین
اُن کا تیمار، طبیب اور دَوا بن جاؤں
ناخُدا کیا ہُوں۔ کشتی میں مُسافر کے لئے
بُھولے بھٹکے کے لئے راہ نُما بن جاؤں
تھکے ماندوں کے لئے کام دُوں مَیں بستر کا
اور اندھیرے میں بھٹکوں کو دِیا بن جاؤں

گوکل اور برِندا بن میں کچھ لوگوں نے کرشن کا چمتکار گرہن کیا، اور کرشن اُن میں بس گئے۔ وہ کرشن کی موجُودگی میں کتنے آنند کا انُوبھو کرتے تھے۔ اُن کی بنسی کی دُھن میں وہ کتنی مستی محسوس کرتے تھے۔ ایک بڑی دلکش چھوٹی سی کہانی ہے۔ جو ودیاپتی نے اپنی حیرت انگیز شاعری میں نظم کی ہے۔
رادھا یہ محسوس کر رہی ہے کہ وہ مر رہی ہے، اور کرشن کی واپسی کے لئے بے تاب ہے۔ رادھا اپنی سکھی للتا کے آگے اپنا دل کھول کر رکھ دیتی ہے۔ "میں مر رہی ہُوں، لیکن میں اپنا کرشن کیسے دے جاؤں گی۔ اے سکھی میں مر رہی ہُوں، مجھے کرشن کے نام سے ڈھک دو۔ اور اے للتا۔ اے میرے دل کی پیاری جو آخری

نام میرے کان میں پڑے ، وہ کرشن کا ہو۔

"اُے سکھی میرے شریر کو جلانا نہیں۔ میری لاش کو جمنا میں تیرنے بھی نہ دینا ، بلکہ میرے جسم کو کامنی کے درخت کی شاخوں سے باندھ دینا۔ جس کا رنگ کرشن کے رنگ سے ملتا جلتا ہے۔ میرے جسم کو وہیں رہنے دینا۔ ممکن ہے میرا کرشن کبھی اُدھر آنکلے۔ اور جب وہ آئے گا اُس کی نظر پڑتے ہی میرے جسم میں جان آجائے گی۔ ہاں اُے سکھی! میرے کانوں میں کاہنا کا گیت گانا۔ کہ میں کرشن نام اُمرت کا پان کرتے ہوئے پران چھوڑ دُوں"!

ان مُبارک ہستیوں کی زندگیاں ابھلاشاؤں سے پُر رہی ہیں۔ جنہوں نے مختلف یُگوں میں اپنے آپ کو بھگوان کے سمرپن کر دیا۔ لٹریچر میں جو دِلآویز کہانیاں ہیں نے پڑھی ہیں۔ ان میں سے صفِ اوّل میں یہ کہانی ہے کہ چیتنیہ کس طرح بھگوان کے بھگت بنے۔ چیتنیہ گیتا پڑھ رہے تھے۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اور پہاڑوں ، دریاؤں اور سمندر کے گہرے شام رنگ میں ، جمنا میں اور خلیج بنگال میں انہیں کرشن ہی نظر آتے ہیں۔ چیتنیہ سمادھی میں چلے جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو کرشن کا بھنگی کہتے ہیں۔ ایک ملک التجار کا لڑکا اپنی دولت کرشن پریم میں آکر غریبوں میں لُٹا دیتا ہے۔ رگھوناتھ عیش کی زندگی بسر کرنے سے انکار کر دیتا ہے ، اور ایک غریب آدمی کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر میں آرام قبول کروں تو کرشن کا دھیان مدھم پڑ جاتا ہے۔ سورداس اور میرا نے بھگوان کرشن کا نام گا گا کر بار ہا آنسو بہائے۔ ایک گیت میں کہا ہے۔

"میری آنکھیں تیری راہ میں لگی ہیں
بھگوان میں تجھ سے کب مِلوں گا"

کرشن جنم اشٹمی کی تقریب آرہی ہے ، اور وہ یہ حوصلہ بڑھا رہی ہے ، کہ میری زندگی دِن دُونی رات چوگنی پریم کے دیوتا کے چرن کملوں میں اُرپن ہو۔ "اوم"

اک تُوں نظر آیا

از۔ سنتو ستیہ بھی کرشن ناتھ جی راجپوت

یا رب گل و گلزار میں اک تُوں نظر آیا
اور وادیِٔ پُرخار میں اک تُوں نظر آیا

جلوے تیری قدرت کے ہر جا نظر آئے
بحر و بر و کہسار میں اک تُوں نظر آیا

کہتا ہے تجھے کوئی کہ تُوں پردہ نشیں ہے
ہر کوچہ و بازار میں اک تُوں نظر آیا

گلشن میں تیرا گھر ہے بیاباں بھی تیرا گھر
کیا پھول میں کیا خار میں اک تُوں نظر آیا

ہر ساز کے پردہ میں صدا تیری سُنی ہے
سارنگی کی ہر تار میں اک تُوں نظر آیا

آواز میں بلبل کی تیرا سوز بھرا ہے
اور پھول کے رُخسار میں اک تُوں نظر آیا

زاہد کے دِل پاک میں تُو جلوہ نما ہے
بدمست مےخوار میں اک تُوں نظر آیا

صحت تیرا جلوہ ہے شفا ہے تیرا جلوہ
بیماری و آزار میں اک تُوں نظر آیا

تُوں امن و اماں میں ہی مجھ کو نظر آیا ہے
چلتی ہوئی تلوار میں اک تُوں نظر آیا

تُوں لُطفِ سُخن ہو کے سُخن میں ہؤا پنہاں
کوستائیں کے اشعار میں اک تُوں نظر آیا

شری کرشن جی کی شان میں

از۔ جناب قمر بدایونی



چلن انسانیت کے جب زمانہ بھول جاتا ہے
خودی کے زعم میں انسان جب فتنے اٹھاتا ہے

گھٹا شورش کی چھا جاتی ہے جب عزمِ صداقت پر
بغاوت غالب آجاتی ہے جب صدقِ ارادت پر

بدل دیتی ہے جب حسنِ عمل کو زشتِ کرداری
جہاں میں عام ہو جاتا ہے جب دورِ زبوں کاری

تمیز و نیک و بد لوگوں میں جب باقی نہیں رہتی
دلوں میں اصل مقصد کی طلب باقی نہیں رہتی

محبت اور ہمدردی کی جب عزت نہیں رہتی
حمیت سلب ہو جاتی ہے جب غیرت نہیں رہتی

فضائے امن آجاتی ہے۔ نرغے میں جہالت کے
بھڑک اٹھتے ہیں شعلے نفرت و بغض و عداوت کے

ہم آہنگی سماجوں میں سبھاؤں میں نہ میلوں میں
گذر جاتا ہے سارا وقت آپس کے جھمیلوں میں

دیئے جاتے ہیں دکھ مخلوق کو آرام کے بدلے
لہو کی ندیاں بہتی ہیں فیضِ عام کے بدلے

یہ حالت دیکھ کر جب رحم آجاتا ہے قدرت کو
تو کوئی خاص بندہ بھیج دیتی ہے ہدایت کو

انہیں مخصوص بندوں کے لقب ہیں ہادی و رہبر
چلاتے ہیں یہی بھٹکے ہوؤں کو سیدھے رستے پر

انہیں کو بھگت ان کے رحمتِ غفار کہتے ہیں
کہیں کہتے ہیں پیغمبر کہیں اوتار کہتے ہیں

انہیں میں کرشن بھگوان ایک منارِ حقیقت تھے
کہ جن کی بانسری کے بول پیغامِ محبت تھے

پیامِ امن و درسِ حریت کا نام گیتا ہے
قمر تبلیغ ربط و ضبط کا پیغام گیتا ہے

شری چیتن مہاپربھو کی
ایک دھوبی پر کرپا درشٹی

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند (حافظ)

دھوبی گھاٹ پر کپڑے دھو رہا تھا۔ چھوا چھُو کی آواز کی رٹ لگی ہوئی تھی۔ مہاپربھو چیتن دیو جی اُدھر سے گزرے۔ دل میں خیال آیا۔ یہ سب کے کپڑوں کو دھو کر شُدھ کر دیتا ہے، سب داغ دھبے چھڑا دیتا ہے۔ پرنتو اسکو کون شُدھ کرے گا۔ اِس کے ہردے سے مایا۔ موہ کے دھبے کون اُتارے گا۔ کیا یہ بیچارہ دُوسروں کو شُدھ کرتا ہُوا خود میلا ہی رہ جائے گا۔ بحرِ رحمت جوش میں آیا۔ دل میں دیا کے جذبے نے جوش کیا، اور نظرِ کرم اُٹھی اور دھوبی کو اُٹھا کر لے گئی۔

آپ دھوبی کے پاس پہنچے اور کہا بھائی "ہری بول"۔ دھوبی نے سر اُٹھایا اور ایک گیروے بستر دھاری سنیاسی کو کھڑے دیکھا اور منہ نیچے کر کے بولا۔ مہاراج یہ گھاٹ ہے۔ گھر نہیں ہے۔ میرے پاس آپ کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

مہاپربھو بولے۔ بھائی "ہری بول"۔

دھوبی نے پھر کہا۔ باوا جی۔ معاف کیجئے۔ یہ دُوسروں کے کپڑے ہیں۔ میں انہیں نہیں دے سکتا، اور میرے اپنے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

مہاپربھو مسکرائے۔ بھائی مانگتا وانگتا کچھ نہیں۔ صرف یہی چاہتا ہُوں کہ تُو ایک دفعہ "ہری بول"۔

دھوبی نے ترش رُو ہو کر کہا۔ معاف کیجئے اور اپنا راستہ لیجئے۔ میرے پاس ابھی بہت کام ہے۔ آپ کا اُپدیش سُننے کا وقت نہیں ہے۔

بھائی میں کب کہتا ہُوں کہ تم اپنا کام بند کرو۔ اپنا کام بھی کئے جا اور مُکھ سے "ہری بول"۔

دھوبی ——— کرپا کر کے چلے جایئے۔ نہیں تو دھکّے دے کر نکالے جاؤ گے۔

"مَیں نہیں جاؤں گا۔ چاہے آپ ناراض ہوں یا دھکّے دیں۔ مَیں مانگتا بھی کچھ نہیں۔ صرف یہی چاہتا ہوں تُو ایک دفعہ ہری بول"۔

"مَیں نہیں بولوں گا"۔

"اور مَیں نہیں جاؤں گا۔ بار بار کہے جاؤں گا۔ "ہری بول"۔ "ہری بول"۔

دھوبی نے دیکھا یہ سادھو بُری طرح پیچھے پڑ گیا ہے۔ ٹلے نہیں ٹلتا، کیا کروں۔ اِتنے میں مہاپربھو بولے۔ بس ایک دفعہ "ہری بول" اور مَیں چلا جاؤں گا۔ دھوبی نے بہ ہزار تامل مُنہ سے کہا "ہری بول"۔

مہاراج چل دیئے۔ اور دُور کھڑے ہو کر تماشہ دیکھنے لگے۔

دھوبی چھوا چھو بھول کر "ہری بول" "ہری بول" کہہ رہا ہے۔ گویا یہ شبد اُس کی زبان سے چمٹ گئے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد دھوبی نے کپڑے دھونے تو کر دیئے بند اور پانی سے باہر نکل کر دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا کر خوب زور سے "ہری بول" "ہری بول" کہہ کر ناچ رہا تھا۔ دھوبی کی یہ دشا دُوسرے دھوبیوں نے دیکھی، تو سمجھا کہ سادھو نے جادو کر دیا ہے، اور دھوبی باؤلا ہو گیا ہے۔ وہ اُس کو پکڑنے کے لئے آئے۔ جو جو ہاتھ لگاتا۔ ہاتھ لگاتے ہی "ہری بول" "ہری بول" کہہ کر ناچنے لگ جاتا۔ تھوڑی ہی دیر میں گھاٹ کے سب دھوبی ناچنے لگ گئے اور "ہری بول" کے نعروں سے سارا گاؤں باہر آ گیا۔

جادوگر مُسکراتے ہُوئے اپنی راہ چلے گئے، اور دھوبی کئی گھنٹوں تک متواتر ناچتے اور "ہری بول" کے نعرے لگاتے رہے۔ حتےٰ کہ سب تھک کر بے ہوش ہو کر زمین پر آ پڑے۔

وہ سب دھوبی اس مہاآتما کی دیا لتا سے بھگوت بھگت بن گئے۔

جو ڈھونڈتا ہے۔ وہ پاتا ہے، جو مانگتا ہے، وہ پاتا ہے۔ جو چلتا ہے وہ منزل مقصود کو پہنچتا ہے۔ مگر دانی وہ ہے جو بن مانگے دے۔ جو چل نہ سکتا ہو۔ اُس کو منزل مقصود پر پہنچانے والا اخضر راہ ہے۔

شُکھ دیویں دُکھ کو ہریں دُور کریں اپرادھ
کہیں کبیر وہ کب ملیں پرم سنیہی سادھ

رسالہ "اوم" کے خریداران توجہ دیں!

(۱) خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر (جو کہ پتہ والی چٹ پر چھپا ہوتا ہے) ضرور لکھا کریں۔ اگر نمبر یاد نہ ہو، تو کم از کم یہ ضرور لکھیں کہ "مَیں پُرانا خریدار ہُوں"۔ اور اگر نئے خریدار ہیں تو یہ ضرور لکھیں کہ "مَیں نیا خریدار ہُوں"۔ خریداری نمبر اپنی کسی نوٹ بک میں نوٹ کر رکھیں۔ (۲) ہر انگریزی ماہ کی ۲۹ یا ۳۰ تاریخ کو رسالہ "اوم" شائع کیا جاتا ہے۔ اگر وقت پر نہ ملے تو ۱۰ تاریخ کے بعد اور ۱۵ تاریخ کے اندر پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ضرور دیں۔ ہم دوبارہ مُفت بھیج دیں گے۔ لیکن دو دو، تین تین ماہ کے بعد شکایت کرنا بیسُود ہوگی۔ خریداری نمبر کا حوالہ دینے پر فوراً تعمیل ہوگی۔ "منیجر"

بجواب سوالات ایک برہمچاری پنڈت جی

سچّی اور لازوال شانتی کے اُپائے

از۔ شری ۱۰۸ سوامی گوبند آنند جی مہاراج

سوال نمبر ۱۔ ہے بھگون! منش ہر وقت کام کرودھ و بیماری وغیرہ دُکھوں سے اشانت اور دُکھی رہتا ہے۔ اسکا کوئی مکمل علاج تجویز فرمایئے؟

جواب۔ پیارے سچّی شانتی تو مکمل پرمارتھ سے ہی مِل سکتی ہے اور اُسی سے سرب دُکھ نورتی اور پرمانند کی پراپتی ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۲۔ بھگون! پرمارتھ کیا ہے؟

جواب۔ پرمارتھ کا شروع — ست اور اَست کا جاننے اور اخیر — کیول ست وستو کا ہی انوبھو ہے۔

سوال نمبر ۳۔ پرمارتھ میں ترقّی کے کیا اصُول ہیں؟

جواب۔ مِل (یعنی پاپوں کا ذخیرہ جس کے سبب بار بار وِشیوں کی طرف چِت جاتا ہے۔ جو نشکام کرم سے دُور ہوتا ہے) اور وِکھشیپ (یعنی من کی چنچلتا۔ جو اُپاسنا یعنی چِت برتی اکاگرہ کر کے کسی دھیان میں لگانے سے دُور ہوتا ہے) دونوں دوشوں کو دُور کر کے ذیل کے چاروں سادھن سمپت ہوتے ہوئے گورو شروتری برہم نشٹھی سے ست اُپدیش کا شروَن ودھی پوربک کر کے اُس کا منن ندھیاسن کرنا ہی پرمارتھک ترقّی کے اصُول ہیں۔ وہ چاروں سادھن یہ ہیں:-

(۱) وویک۔ نِت انِت کا وِچار۔ (۲) ویراگ۔ انِت پدارتھوں میں راگ نہ ہو کر ان کے تیاگ کی اِچھا۔

(۳) کھٹ سمپتی۔ جو چھ مل کر ایک سادھن بنتا ہے۔

(۱) شم۔ مَن کا اپنی جگہ پر قائم ہونا، (۲) دم۔ اِندریوں کا وِشیوں سے روکنا، (۳) اُپرتی۔ وِشے اور وِشی پُرشوں سے دُور رہنا، (۴) تِتکھشا۔ دُکھ سُکھ، گرمی، سردی، بھوک، پیاس وغیرہ کا سہارنا (۵) شردھا۔ ست گورو اور ست شاستر کے واکوں پر ست ہونے کا پورا یقین۔ (۶) چِت کو باہر سے ہٹا کر انتر مکھ ٹھہرانا۔

۴۔ ممکشتا۔ مکتی کی پوری خواہش جو دُور ہونے والی نہ ہو۔

اِن سادھنوں کے سمپت ہوتا ہوا جب یہ جگیاسو ست اُپدیش یعنی تت توم اسی तत्वमसि وید کے مہا واکیہ کا ارتھ وستھانت سمجھ کر اپنی جگہ وِچار کرنا شروع کرتا ہے، تب اُس کو معلوم پڑتا ہے کہ استھول شریر (جو پانچ بھوتوں کی پچیس

پرکرتیوں کا بنا ہوُا است جڑ دُکھ پرچھن رُوپ ہے) مَیں نہیں ہُوں، اَور نہ ہی مَیں سُوکشم شریر (ستّائیہ تتووُں والا) ہوُں اَور نہ ہی میں کارن شریر (اودیا یا بے خبری رُوپ) ہوُں۔ مَیں تو ان کا جانن ہار دیکھنے والا درشٹا ساکشی آتما ان سب جڑ وی کلّی تینوں شریروں اُور ان کے دھرموں اور اچھے بُرے نتیجوں سے اتیت سچدانند پُورن ہُوں۔ ایسا وچار کر کے جب آپ کو آتما برہم نشچے کر لیتا ہے۔ تب ہی اِس کے ادھیاتمک (مانسک) اُدھی بھوتک (شاریرک) اَور ادھی دَیوِک (بیرُونی) تینوں قسم کے دُکھ دُور ہو جاتے ہیں۔

سوال نمبر ۴۔ جنہوں نے پرمارتھ میں کمال حاصل کیا۔ وہ کن کن اصُولوں پر کاربند ہوتے ہیں؟

جواب۔ جب تینوں شریروں ڈِشٹی، سمشٹی کو مع ان کے دھرموں کے متھیا جان کر ان کا بادھ کر دیا جاتا ہے۔ اُور متو ناشں واسنا کھشئے ہو کر شیش ایک بُروشیش آتما اُدویت ہی رہ جاتا ہے، تو اُس اوستھا میں پرمانند کی پراپتی جسے لازوال شانتی بھی کہا جاتا ہے، پراپت ہوتی ہے اور کوئی دُکھ یا شوک وغیرہ اِس اوستھا میں نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ آتما ان سے اتیت یا پرے ہے۔ یہاں اِس پرمارتھ کے کمال سے مُراد درڑھ اپرو کھش اَنو بھو لی جائے گی۔ اِس کے بعد نشچے گیان، مُکھ بھکتی ورتن ویراگ کے اصُولوں پر گیان وان موصُوف کاربند یا عامل ہوتا ہے۔

(ا) نشچے گیان، تمام نام رُوپ سنسار کو انتر میں متھیا سمجھتے ہُوئے ان کا بادھ کر کے شُدھ برتی دوارا اپنے آتما کو اُدویت سچدانند اپروکش (سنشیہ وپر یہ رہت) انوبھو کر کے انتر بدھی ہیں اِس نشچے کا ہمیشہ بنا رہنا ہی نشچے گیان کہلاتا ہے۔

(ب) مُکھ بھکتی۔ ایکانت میں جس شُدھ برتی کے ذریعہ برہم کو آتم رُوپ سے انو بھو کیا ہے۔ اُس برتی کا پرواہ جاری رہنا اصلی بھکتی گیان وانوں کی ہے۔ اَور بیوہار کال میں آتم بھاؤ نا رکھتے ہُوئے سب سے پیار کرتے ہُوئے سب کے ہت میں برتنا یہ بھی اُس بھکتی میں داخل ہے

(ج) ورتن ویراگ۔ اَور شٹ انُو سار یا پہلے سو بھاؤوں سے اگر چت کسی پدارتھ کی طرف چلا جاوے، تو اُسکو متھیا درشٹی کے بل سے اِس طرف سے ہٹا لینا۔ اگر بالغرض ورتن میں بھی آ جاوے تو اُس پدارتھ یا شے کو متھیا دیکھتے ہُوئے اُس میں آسکت نہ ہو کر اِندریہ آدکوں سے اس کا استعمال اَور نشچے میں ان سے آسکتا اور نر لیپتا یہی گیان وان کا ورتن ویراگ ہے۔

سوال نمبر ۵۔ پرمارتھ سے پتن کے کیا کارن ہیں۔ یعنی کئی پہلے بڑے شوق اَور ویراگ سے تیاگ کرتے ہیں۔ بڑی اُونچی استھتی کو پہنچتے ہیں۔ مگر بعد میں پھر سنسار میں پھنس جاتے ہیں۔ اَور اُن میں پھر راگ دویش (ماتا کنچن وغیرہ) میں پربرتی ہو جاتی ہے۔ اَور اُن میں دنیھ ابھمان اَور زیادہ آ جاتا ہے۔ اِس کا کیا کارن ہے؟

جواب۔ بڑی اَور اُونچی استھتی نام تو مکمل پرمارتھ یعنی درڑھ گیان کی اوستھا کا ہے۔ اُس سے تو کبھی تنزل یا پتن نہیں ہو سکتا۔

اگر عام لوگوں یا چیلوں کی پرتشٹھا یا شُہرت یا کسی سدھی کا ہو جانا یا دھیان آدکوں کا لگا کر بیٹھنا یا شکھشا

کافی سہانا یا گل پدارتھوں کا بیرونی تیاگ دیکھ کر اُس کو اُونچی استھتی کہا جاوے اور شاستری اور کومل گیان دیکھتے ہوئے ان کو گیان وان سمجھا جاوے، تو پھر سنسار میں پدارتھوں کے سنگ دوش اور اُس کے پُرانے سبھاؤں کو جن کو ویراگ اور وچار کے بل سے تبدیل نہیں کر سکتا، اور عام گیانیوں یا نقلی ویراگ وانوں یا صرف شاستری گیانی پُرشوں کی طرف ہی اِس کی نظر اور سنگت رہتی ہے۔ یہی کارن اُس میں دنبھ ابھمان وغیرہ کا ہو کر پھر پدارتھوں میں راگ دوش پیدا ہو کر پروت ہو جاتا ہے اور یہی پرمارتھ سے پتن یا زوال کا کارن ہے جس سے اشانتی بنی رہتی ہے۔ اور شانتی کا مکھ نہیں دیکھ سکتا۔

نوٹ :- جب پُرش کی سہج استھا درڑھ گیان اور برہم ابھیاس کے بل سے ہو جاتی ہے یعنی بوہار اور پرمارتھ میں فرق نہیں پرتیت ہوتا یا سب برتنیوں اور نام روپ میں وہی ایک آتما جلوہ زن ہوتا ہے تو وہی پُرش تتو گیان منوناش واسنا کھشے کے مکمل ابھیاس سے بھومکا آرڈرھ ہو جاتا ہے۔ تب ہی پورن پرمانند اور پورن شانتی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اِس اوستھا میں آتم وتیا گیان وان پُرش سب شوکوں سے تر جاتا ہے اور یہی سچی شانتی کی اودھی ہے۔

"اوم شانتی شانتی شانتی اوم"

مئے وحدت کا اثر

از۔ شری ۱۰۸ اسوامی پری پورنانند جی مہاراج

پی کر شراب وحدت مستانہ ہو گیا ہوں
عقل و خرد سے یارو بیگانہ ہو گیا ہوں

کہنے کی کچھ زباں سے کس کو ہے ہوش فرصت
ساقی کی شمع رو پہ پروانہ ہو گیا ہوں

جو حالت مری اے یارو بیاں تک ہے بیخودی کی
ساقی سبُو ہوں میں خود پیمانہ ہو گیا ہوں

جب سے پلایا بھر کے ساقی نے جام وحدت
اُس دن سے گویا خود ہی میخانہ ہو گیا ہوں

یارو بتاؤ دل کیونکر حاصل ہوئی یہ مستی
ساقی کی خاک پا پر نذرانہ ہو گیا ہوں

ہستی مٹا کے اپنی نابود نہیں ہوا ہوں
قطرے سے بحر ہو کر فرزانہ ہو گیا ہوں

ہر دو جہاں میں مجھ سا عاشق ملے نہ ہرگز
صورت پہ آپ اپنی دیوانہ ہو گیا ہوں

فضل و کرم سے ساقی کے ہم نشست ہوں میں
شاہوں کے ساتھ مل کر شاہانہ ہو گیا ہوں

رنج و الم کہاں اب ڈھونڈے ملیں نہ مجھ میں
فرحت خوشی کا پورن کاشانہ ہو گیا ہوں

امرت بانی

(گورو گرنتھ صاحب سے) ——— (مترجم ایڈیٹر)

ماٹی میں دھن پائیو ہری نام

من میرو دھاون تے چھٹیو کر بیٹھو بسرام
مایا ممتا تن تے بھاگی اپجیو نرمل گیان
لوبھ موہ ایہہ پرس نہ سکیں گہی بھگت بھگوان
جنم جنم کا سنسا چوکا رتن نام جب پایا
ترشنا سکل بناسی ہوتے نج سکھ ماہیں سمایا
جا کو ہوت دیال کرپا ندھ سو گوبند گن گاوے
کہو نانک ایہہ بدھ کی سمپے کوؤ گور مکھ پاوے
(گورو گرنتھ)

بھاوارتھ: اس سنسار میں شانتی ایک انینت دُرلبھ پدارتھ ہے۔ اور دُرلبھ پدارتھ وہ ہوتا ہے۔ جو مقدار میں کم ہو۔ چنانچہ پرتیکش دیکھنے میں آتا ہے کہ تقریباً سارا سنسار دکھ شیپ روپ اگنی میں دھک دھک کر کے جل رہا ہے۔ اگرچہ شانتی اور سکھ کے لئے ہی سب کوشاں ہیں۔ لیکن اس کی پراپتی بہت تھوڑوں کو ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ اُن سب کی ڈھونڈ بھال غلط ہے بلکہ اُن پدارتھوں میں ہے۔ جہاں اگرچہ شانتی نظر تو ضرور آتی ہے۔ مگر ہے نہیں جس طرح کلر کی بھومی میں پانی نظر آتا ہے۔ مگر وہاں ہے نہیں لیکن جو ہرن اس بات سے آگاہ نہیں ہوتے وہ چمکتے ہوئے کلر کو ہی سچ مچ پانی تصور کرتے ہوئے بھٹک بھٹک کر پیاسے ہی مر جاتے ہیں اور اُن کو پانی نصیب نہیں ہوتا۔ اسی طرح اودیکی پرانی بھی اس سنسار میں جو کہ سکھ سے بالکل شُون ہے۔ سکھ روپ جان کر اُس کے چمکیلے لیکن بالکل جھوٹھے پدارتھوں پر لٹو ہو سکھ اور شانتی کے لئے بریتھا ہی اپنے سمے کو گنواتے ہیں۔ اور اس دیو دُرلبھ منش جیون کو کھو بیٹھتے ہیں جس جیون سے سچی اور حقیقی شانتی کی پراپتی ہونی تھی۔ اگر تلاش غلط نہ ہو، تو کوئی وجہ نہیں کہ سچی شانتی پراپت نہ ہو۔ اِس لئے بگاڑ یہ ہے، تو صرف سچ اور جھوٹ کی پہچان میں۔ چونکہ پرانی ویک نہیں کرتا، اور بنا سوچے سمجھے دوڑ دھوپ کرتا رہتا ہے۔ اسی سبب پورن اور مکمل شانتی کو نہیں پاتا۔

بھرتری ہری شتک کا

ویراگ شتک (مسلسل)

منظوم از شری ساحر سناحی - ایم - اے

شلوک نمبر ۱۰۶

جو نہیں سمجھے برہم گیانی اُن کے ہیں کیسے اصول
جانتے ہیں کپڑا، عورت، مال و زر سب کو فضول
ترک کر دیتے ہیں وہ سامان سارے عیش کے
بے تعلق بے غرض رہتے ہیں وہ ہر چیز سے
اور اِک ہم ہیں کہ یہ نعمت ہمارے قلب کو
پہلے حاصل تھی نہ اب ہے، نہ وہ آئندہ ہی ہو
کیونکہ جو کچھ اپنی قسمت سے میسر ہے ہمیں
چاہتے یہ ہیں کہ کچھ اس سے سوا حاصل کریں

شلوک نمبر ۱۰۷

شیر کی مانند پیری ہم کو دھمکانے لگی
مثلِ دشمن ناتوانی چھاؤنی چھانے لگی
عمر گھٹتی جا رہی ہے آئے دن کچھ اس طرح
پھوٹے مٹکے سے بہا کرتا ہے پانی جس طرح
پھر تعجب ہے کہ اس صورت میں بھی نادان لوگ
کام وہ کرتے ہیں جو بن جائے تکلیف اور روگ

شلوک نمبر ۱۰۸

جسم سکڑا، حال بگڑا اور ٹوٹے دانت بھی
روشنی آنکھوں کی کانوں کی سماعت بھی گئی
رال منہ سے بہتی ہے کرتے ہیں نفرت سب عزیز
چھوڑ کر تعظیم ہم کو جانتے ہیں بے تمیز
اپنی بیوی تک کو بھی خدمت سے ہوتا ہے گریز
بلکہ چلتی ہے زباں باتوں میں اُس کی تیز تیز
کیا قیامت ہے کہ جب انسان ہوتا ہے ضعیف
بیٹیاں بیٹے بھی ہو جاتے ہیں سب اُس کے حریف

شلوک ۱۰۹-۱۱۰

عبرت و افسوس کے قابل ہے حالِ زندگی
بچپنے سے بڑھ کر جواں ہوتا ہے ہر اک آدمی
صاحبِ زر ہے کبھی نادار و مفلس ہے کبھی
بوالہوس، عیاش، زانی ہے تو بے حس ہے کبھی
بوڑھا ہو جاتا ہے ہو جاتے ہیں بال اُس کے سفید
زندگی اور موت میں رہتا نہیں ہے کوئی بھید
الغرض نٹ کی طرح ہر دم بدل کر تازہ روپ
موت کے پردے میں جا چھپتا ہے کر کے دوڑ دھوپ

شلوک نمبر ۱۱۱

دولت ہو یا سانپ کی مانند دشمن ہو کوئی
سیج پھولوں کی ہو، یا کوئی چٹان اک کوہ کی
جھاڑ کے کانٹے ہوں یا ہو نازنینوں کا ہجوم
سب برابر ہوں نظر میں وہ سخی ہوں یا ہوں شوم
بس ہیں خواہش ہو کر اب پوتر اور صاف
نام شو جی کا جپیں ہم ہو نہ کوئی اور تاک

(ختم شد)

یوگ — اور — اس کا مقصد

از۔ شری سوامی شیوانند جی سرسوتی

دُنیاوی زندگی بہت شور و غل سے بھرپور ہوتی ہے۔ اس میں مصیبتیں، تکلیفیں، بے چینی اور بڑے اُتار چڑھاؤ ہوتے ہیں۔ دُنیادار رُوحانی دیوالیہ ہوتا ہے خواہ اس کے پاس روپیہ پیسہ بہت ہو بہت ہوشیار اور سمجھدار ہو۔ اور سوسائٹی میں بڑا اعلےٰ رتبہ رکھتا ہو۔ رُوحانی دولت ہی اصلی کبھی ختم نہ ہونے والی دولت ہے۔ رُوحانی گیان ہی سچا گیان ہے۔ رُوحانی زندگی ہی اصلی زندگی ہے۔ ایک پُورن یوگی ہی تمام دُنیا کا اصلی شہنشاہ ہے۔

دُنیاوی تکلیف کا کارن زندہ رہنے اور سنسار کے بھوگ بھوگنے کی خواہش ہے۔ پاتنجلی مہرشی نے اس زبردست خواہش کا نام "ابھی نویش" رکھا ہے۔ خواہش کا کارن اگیان ہے۔ اگر آتم گیان حاصل کرنے سے یہ بنیادی سبب اگیان دُور ہو جاوے تو تمام خواہشات اور زندگی سے محبت اور تمام تکلیفیں بالکل ختم ہو جاویں گی۔ شوپن ہورنے "ابھی نویش" کی بجائے "جینے کی خواہش" استعمال کیا ہے۔

خود غرض آدمی نیک نہیں ہوتا۔ لگاؤ اور جُدائی کا خیال ہمیں بڑے درجہ تک موجود رہتا ہے۔ اس میں وہ خوبیاں جو یوگ کے لئے ضروری ہیں، آ نہیں سکتیں۔ یوگی بننے اور یوگ سیکھنے کی خواہش اسی شخص میں پیدا ہو سکتی ہے، جو خود غرضی سے آزاد ہے، جو نیک ہے اور جس کے وچار دھارمک ہیں۔ خود غرضی دل کو تنگ بناتی ہے اور آدمی کو مجبور کرتی ہے کہ دُوسروں کو نقصان پہنچائے، اور ناجائز طریقوں سے اوروں کا مال و جائیداد پر قبضہ کرے۔ یہ خود غرضی ہی ہے، جو لوگوں سے پاپ کرواتی ہے۔

یوگ آتم اُنتی کے لئے ایک مکمل عملی طریقہ ہے۔ اس سے شریر من اور آتما کی اُنتی ہوتی ہے۔ یہ ایک مکمل سائنس ہے اس سے تمام قُدرت کے اُوپر پُوری فتح حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ اخلاقی اُنتی حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے، من کو یکسو کرتا ہے۔ اور آتمک شکتیاں کھولتا ہے۔ یہ سادھک کو تین گنُوں سے علیحدہ ہو کر سمادھی کے ذریعے بھگوان سے مل کر پُورن سوتنترتا یا کیولیہ عطا کرتا ہے۔ یہ انسان کو خدا بناتا ہے۔ مایوسوں کے لئے اُمید کا پیغام لاتا ہے۔ پژ مُردہ دلوں کو خوشی، کمزوروں کو طاقت، ناخواندوں کو گیان بخشتا ہے۔ یوگ پُورن آنند اور شانتی کے سلطنت کے دروازوں کی پوشیدہ کُنجی ہے۔

تمہاری رُوحانی ترقی کی پیمائش اس اَمر سے ہوتی ہے کہ تم نے بیرُونی حالات، تکلیفوں، مشکلوں وغیرہ پر کس قدر فتح حاصل کی ہے۔ ایک یوگی یا رشی ہر حالت میں من کا توازن قائم رکھتا ہے۔ وہ چٹان کی طرح سخت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک نہائت مضبوط بُنیاد یعنی اَمر آتما کے اُوپر کھڑا ہے، اور اسی لئے اُسے "دھیر" کہتے ہیں۔ بھگوان کرشن ارجن کو کہتے ہیں

جس شخص کو یہ دونوں تکلیف نہیں دیتے، جو دُکھ سُکھ میں یکساں رہتا ہے۔ وہی موکش کے قابل ہوتا ہے۔

جس طرح ایندھن کے ختم ہو جانے پر آگ اپنے منبع میں جاتی ہے۔ اسی طرح سنکلپ اور خیالات کے ناش ہونے پر من بھی اپنے منبع آتما میں مل جاتا ہے۔ تب ہی کیولیہ حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن تمام خیالات ایک دن میں ناش نہیں ہو سکتے۔ مانسک ورتیوں کے ناش کا طریقہ بڑا مشکل اور طویل ہے۔ لیکن گھبرا کر اور نا اُمید ہو کر راستہ میں ہی کوشش چھوڑ نہ دینی چاہیئے۔ تمہاری پہلی کوشش خیالات کو قابو کرنے کی ہونی چاہیئے۔

پہلے اپنی ضروریات اور خواہشات کو کم کرو۔ تمام خیالات کم ہو جاویں گے۔ آہستہ آہستہ وہ بالکل ناش ہو جاوینگے۔ خیالات سمندر کی لہروں کی طرح ہیں۔ وہ بے شمار ہیں۔ تم شروع میں شاید غضبناک ہو جاؤ۔ کچھ خیالات دب جاویں گے۔ لیکن پھر ایک ندی کی طرح پھوٹ پڑیں گے۔ وہی پرانے خیالات جو ایک دفعہ دب گئے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر نمودار ہو جاتے ہیں۔ کسی وقت بھی نا اُمید نہ ہوں۔ کامیابی تمہیں ضرور حاصل ہوگی۔ پرانے زمانے کے تمام یوگیوں کو بھی یہی مشکلات پیش آئی تھیں۔ جو اب تم محسوس کر رہے ہو۔

ہوشیار اور سمجھدار یوگی ہر وقت اپنی تیر کمان لئے اپنے آوارہ اور شرارتی اور بھگوڑے من کو مارنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ وہ اخلاقی اُنتی حاصل کرتا ہے۔ جو اس کو قابو میں رکھتا ہے۔ سانس کو باقاعدہ بناتا ہے۔ خوراک میں اعتدال رکھتا ہے۔ ویریہ کی رکھشا کرتا ہے۔ اور آخیر میں براہ راست من پر حملہ کرتا ہے۔ پھر وہ گہری اسمپرگیات سمادھی میں داخل ہوتا ہے۔ منڈک اُپنشد میں لکھا ہے۔ کہ "پرنو کمان ہے۔ من تیر ہے اور برہم نشانہ ہے۔ اگر انسان ذرا ہوشیاری سے نشانہ پر تیر چلاوے۔ تو وہ اُس کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے۔"

جس طرح ایک شکاری جال پھیلا کر ہرن پکڑتا ہے۔ اسی طرح یوگ کا ودیارتھی نادیا اناہت آوازوں سے جو اس کے دائیں کان میں آتی ہیں۔ من کو پکڑتا ہے۔ نادیا میٹھی دلکش آوازیں جو کانوں میں سُنائی دیتی ہیں۔ پہلے پہل من کو کھینچتی ہیں۔ پھر وہ اُس کو باندھ لیتی ہیں، اور آخر مار دیتی ہیں۔ من ناد کے اندر جذب ہو جاتا ہے۔ من کو باندھنے سے مُراد ہے من کو ستھر کرنا۔ من کو مارنے سے مطلب ہے۔ من کو آواز کے اندر جذب کرنا۔ پھر وہ اِدھر اُدھر دوڑ نہیں سکتا۔

مہرشی پاتنجلی کے مطابق تپسیا، دھارمک پُستکوں کا مطالعہ، کسی منتر کا جاپ، بھگوان کی بھگتی یا شرن آگتی۔ کریا یوگ کہلاتا ہے۔ یہ دُوسرے اُدھیائے سادھن پد کا پہلا سُوتر ہے۔ اس کریا یوگ کا عمل من کو سمادھی کی اوستھا کے لئے تیار کرتا ہے۔ یہ من کو شُدھ کرتا ہے۔ اور پانچ ودیا دھیاں یعنی اودیا، خودی، موہ، نفرت اور جیون کی خواہش کو دُور کرتا ہے۔ پوتر اور بے غرض لوگ ہی ایشوری روشنی کو حاصل کرنے کے قابل بن سکیں گے۔

اُوپر بیان کیا ہوا عمل یوگ کا ذریعہ ہے۔ یہ سب سے اُونچی قسم کا عمل ہے۔ یوگ کے ودیارتھی کو یہ ابتدائی یوگ ضرور پوری تن دہی اور ایک من سے کرنا چاہیئے۔ اگر اُس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک دم دھیان جمانے کی کوشش کرو گے تا کہ جلدی سدھیاں حاصل ہوں تو تمہیں کامیابی نہیں ہوگی۔ رُوحانی ترقی میں دیر ہوگی۔ یوگ میں ہر ایک قدم بہت ضروری ہے۔ پہلے قدم پر پُوری مہارت حاصل ہو جاوے۔ پھر دُوسرے قدم کے لئے تیار ہوگے۔ نئے نئے لڑکے بہت بے صبر ہوتے ہیں اور ایک دم

سمادھی چاہتے ہیں۔ وہ لوگوں میں شہرت، عزت اور ناموری حاصل کرنے کے لئے سدھیوں کے بہت خواہشمند ہوتے ہیں۔ اُنہیں اپنی تعریف کی بہت پیاس ہوتی ہے۔

یوگ ودیا یا راج یوگ کی سائنس کے مخلص اور سنجیدہ طالب علم کے لئے مہرشی پاتنجلی کی راج یوگ کی کتاب میں بے بہا خزانے موجود ہیں۔ لیکن ایک گورو کی مدد کے بغیر جس نے خود عملی طور پر سب یوگ کی کریا کی مشق کی ہوئی ہو۔ اس پوتر پستک کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ لیکن اس پر عمل کرنے سے تمہارا شریر طاقت ور، قوت ارادی مضبوط اور اپنے اوپر قابو کرنے کی طاقت بہت زیادہ ہو جاوے گی۔ قدرت کی اندرونی اور بیرونی طاقتوں کے تم مالک ہو جاؤ گے۔ تم قدرت پر حکومت کرو گے۔ قدرت کے تمام راز تمہارے سامنے کتاب کے صفحہ کی طرح کھل جائیں گے۔ تمام پوشیدہ قوتیں اور طاقتیں تمہارے سامنے چھپی ہوئی نہیں رہ سکیں گی۔

یوگ کے طالب علم کو یم۔ نیم۔ آسن۔ پرانایام میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد پرتیاہار کا عمل کرنا چاہیئے۔ حواس کو اُن کی خواہشات سے کھینچنے کا نام پرتیاہار ہے۔ اسی عمل سے ہی اصلی اندرونی زندگی شروع ہوتی ہے۔ پرتیاہار سے ہی مَن تمہارے لکش یا نشانہ پرجم سکتا ہے۔ جس طرح گاڑیبان اڑیل بیلوں کو کھینچ کر گاڑی میں جوت دیتا ہے۔ اسی طرح بھاگتے ہوئے حواس کو آہستہ آہستہ کھینچ کر ہوشیاری سے قابو میں کرو۔

مَن کمانڈر انچیف ہے۔ حواس سپاہی ہیں۔ مَن کی مدد کے بغیر حواس کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر تم مَن کو حواس سے علیحدہ کر سکتے ہو، تو حواس خود بخود ہی ٹھیک ہو جاویں گے۔

ایک بھگت پرتیاہار نہیں کرتا، وہ اپنے آپ کو بھگوان کے پریم میں ڈبونے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے مَن کو اس کے چرن کمل میں یا سُندر چہرے پر جمانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ خود ہی پرتیاہار کی مہارت حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن ایک راج یوگی کو ارادتاً پرتیاہار کا عمل کرنا پڑتا ہے۔ گیان یوگی بھی پرتیاہار نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے آپ کو سنکلپوں اور ناموں سے علیحدہ کر کے پرم آتما سے جوڑتا ہے۔ ——— "ہری اوم تت سِت"

ضروری نویدن :-

(۱) سالنامہ "یوگ انک" جنوری اور فروری ۱۹۷۶ء دو ماہ کا تصور کیا گیا ہے۔ ماہ فروری میں کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ اگلا پرچہ بابت ماہ مارچ مورخہ یکم مارچ کو ارسالِ خدمت ہوگا۔ ماہ فروری کے پرچہ کیلئے خط و کتابت کرنا بے سود ہوگا۔ (۲) "یوگ انک" کی قیمت دس روپے مقرر ہے لیکن سالانہ چندہ -/26 روپیہ میں مفت بھینٹ کیا جا رہا ہے۔ اس چندہ میں نئے خریداران کو "بالمیکی رامائن حصہ اول"، "گوبند ایلیش"، "گیتا سنکھشپت پاٹھ"، "یوگ ابھیاس" اور "گائیتری جاپ" چار پستکیں بھی مفت بھیجی جا رہی ہیں۔

(۳) منی آرڈر کوپن پر بھی اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط لکھا کریں اور اپنا خریداری نمبر بھی ضرور لکھیں۔ اگر آپ نئے خریدار ہیں تو یہ بھی ساتھ ضرور لکھیں کہ "میں نیا خریدار ہوں"۔ (۴) منی آرڈر صرف "رسالہ اُوم دہلی" کے نام بھیجیں کسی ذاتی نام پر نہیں چیک بنام THE "OM" DELHI ادم دہلی بھیجنا چاہیئے۔

"مینیجر"

اوم

وُہ

وُہ قدرت کے ہر ساز کی لَے میں پایا

سری کرشنا تھوڑل — دہلی

اُمیدوں کے رنگین سہاروں میں پایا
تمناؤں کے لالہ زاروں میں پایا
چمن کے مہکتے نظّاروں میں پایا
اُفق سے اُبھرتی بہاروں میں پایا
جو ڈھونڈا کھوج کی اُسکو ہر شے میں پایا
وُہ قدرت کے ہر ساز کی لَے میں پایا

ستاروں کی مخمور چھاؤں میں پایا
گلوں کی مُعطّر فضاؤں میں پایا
کبھی نغمے گاتی ہواؤں میں پایا
کبھی مے پلاتی گھٹاؤں میں پایا
جو ڈھونڈا کھوج کی اُسکو ہر شے میں پایا
وُہ قدرت کے ہر ساز کی لَے میں پایا

کبھی طائروں کے ترنّم میں پایا
کبھی محفلِ مہر و انجُم میں پایا

کبھی ہم نے رنگِ تبسّم میں پایا
کبھی آنسوؤں کے تلاطم میں پایا
جو ہی کھوج کی اُسکو ہر شے میں پایا
وُہ قدرت کے ہر ساز کی لے میں پایا

کبھی ہم نے پُرنور راہوں میں پایا
کبھی ہم نے دلکش نگاہوں میں پایا
کبھی ہم نے مفلس کی آہوں میں پایا
کبھی ہم نے کمزور باہوں میں پایا
جو ہی کھوج کی اُسکو ہر شے میں پایا
وُہ قدرت کے ہر ساز کی لے میں پایا

کبھی زندگی کے سفر میں ہے پایا
کبھی رقصِ شام و سحر میں ہے پایا
کبھی روئے شمس و قمر میں ہے پایا
کبھی دامنِ خشک و تر میں ہے پایا
جو ہی کھوج کی اُسکو ہر شے میں پایا
وُہ قدرت کے ہر ساز کی لے میں پایا

اوم

تذکرۃ الاولیا

از حکیم رسیلا رام مضطر

یعنی اللہ والوں کی باتیں

اہل اللہ اپنی زندگی کا انحصار اُس مالکِ حقیقی کی رحمت اور بخشش پر رکھتے ہیں۔ کسی بھی دنیاوی چیز یا فرد پر بھروسہ رکھنا ان کے نقطۂ نگاہ میں حد درجہ معیوب ہے۔ ایسے اہل اللہ نہ صرف خود مالک کی رحمت پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بلکہ اپنے نزدیک آنے والوں اور رہنے والوں کو بھی کسی نہ کسی صورت میں یہی نصیحت دیتے ہیں۔ کہ وہ بھی سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کسی کا بھروسہ نہ رکھیں۔

چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رح کے متعلق درج ہے۔ کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ مجھے "خداوند دکھا دیجئے"۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے نہیں سُنا۔ کہ حضرت موسیٰ کو کہا گیا تھا۔ کہ لن ترانی یعنی تم مجھکو دیکھ نہ سکوگے۔ اس نے کہا۔ ہاں یہ ملتِ محمدی ہے۔ کہ ایک شخص فریاد کرتا ہے کہ میرے دل نے پروردگار کو دیکھا۔ دوسرا نعرہ لگاتا ہے۔ کہ میں نے اس پروردگار سے عہد نہیں کیا جس کو دیکھا نہیں۔ آپ نے حکم دیا۔ اسے باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دو۔ لوگوں نے اسے باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈالدیا پانی اسے نیچے لے گیا۔ اور پھر اوپر لے آیا۔ اس نے کہا۔ ابن رسول اللہ الغیاث الغیاث۔ آپ نے فرمایا اے پانی اسے پھر نیچے لے جا۔ نیچے لے گیا۔ اور پھر دوسری بار اس کو اوپر لایا۔ حتیٰ کہ وہ اس کو اسی طرح نیچے لے جاتا تھا۔ اور اوپر لے آتا تھا۔ اور وہ حضرت صادق سے پناہ طلب کرتا تھا۔ اور جب دریائے دجلہ میں غرق ہو گیا۔ تو (اب) اس نے لوگوں سے اُمید منقطع کرلی۔ اور پھر جب پانی نے اس کو باہر اُچھالا تو اس نے کہا۔ "الہی الغیاث الغیاث" آپ نے لوگوں سے کہا۔ اسے باہر نکال دو۔ لوگوں نے اسے باہر نکال لیا۔ اور ایک ساعت اس کو اسی طرح رہنے دیا۔ تاکہ اس کے حواس ٹھکانے آجائیں۔ پھر آپ نے پوچھا۔ کیا تو نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا۔ کہ جب تک میں غیر کی پناہ چاہتا تھا۔ اس وقت تک حجاب تھا۔ جب میں نے پورے طور پر اس کی پناہ لینی چاہی اور بیقرار ہوا۔ تو میرے دل میں ایک روزن (سوراخ) کشادہ ہوا۔ پھر میں نے وہاں سے دیکھا۔ یہاں تک کہ میری بیقراری دور ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جبتک کہ تو خیال صادق کو بلاتا تھا جھوٹا تھا۔ اب اس روزن پر نگاہ رکھ۔ فقط

حضرت امام جعفر صادق رح کا فرمان ہے۔ کہ پانچ لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔

۱۔ جھوٹے آدمی سے ... کیونکہ اس کے ساتھ غرور میں ہوگے ... مطلب یہ کہ جھوٹا آدمی اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیئے اپنے آپکو باوقار بناکر گفتگو کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو باوقار بنانا غرور پیدا کرتا ہے

چونکہ جھوٹا آدمی مغرور بھی ہوتا ہے۔ اور ہر سمجھدار آدمی جانتا ہے۔ کہ غرور کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ اور کہ مغرور اور جھوٹا آدمی بارگاہ عالی تک رسائی نہیں کر پاتا۔ پھر جو آدمی ایسے شخص کی صحبت اختیار کریگا۔ تو اس صحبت کے اثرات سے مغرور اور جھوٹا بنے گا۔ نتیجہ یہ کہ مالک کی رحمت سے محروم رہیگا۔

(۲) احمق سے .... ہرچند کہ وہ تیری بھلائی کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن نہ جانتے ہوئے بھی تیرا نقصان کرے گا۔ مطلب یہ کہ بے وقوف آدمی اپنی دانست میں گو دوست کے فائدہ کی بات کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ دُور اندیش نہیں ہوتا۔ اسلئے اسکی تدبیر یا کام عقلمند انسان کی نظر میں نقصان دہ ہوتا ہے۔ اور اُسکی نظر میں درست۔ نتیجہ یہ کہ اُسکے دوست کو نقصان ہی پہنچتا ہے۔ پس مناسب ہے کہ بیوقوف کے ساتھ رابطہ قائم نہ کیا جاوے۔ بلکہ ایسے شخص سے راہ و رسم پیدا کریں۔ جو اپنے آپ سے زیادہ دانشمند ہو۔ ایسے آدمی سے تعلق رکھنے پر انسان ترقی کرتا ہے۔ اور کم عقل کی دوستی میں نقصان اُٹھاتا ہے۔

(۳) بخیل سے ... کیونکہ وہ تیرا سب سے اچھا وقت ضائع کریگا۔ ... مطلب یہ کہ بخیل آدمی کی صحبت بخیلی کے خیالات سُن کر دوسرے کے دل پر اثر ہوتا ہے۔ اور وہ بھی صحبت کا اثر قبول کر کے بخیل بن جاتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ روحانی منزل طے کرنے کیلئے سخاوت کا ہونا نہائیت ضروری ہے۔ دوسرے الفاظ میں سخاوت (دان) وہ شاہ راہ ہے۔ کہ جس پر گامزن ہو کر انسان اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ جب بخیلی سدِ راہ بن جاتی ہے۔

(۴) بزدل آدمی سے ... کیونکہ وہ مصیبت کے وقت تجھے چھوڑ دے گا ... مطلب یہ کہ جو شخص دل کا کمزور ہے۔ وہ ناموافق حالات میں گھبرا جاتا ہے۔ اور جو اپنے ناموافق حالات میں گھبرا جاتا ہے وہ اپنے دوست کی کیا مدد کرے گا؟ یعنی نہیں کر سکتا۔ اور دوست جس کو اسکی امداد پر بھروسہ تھا۔ مایوس ہو جاتا ہے۔ پس مناسب ہے کہ جو شخص دل کا کمزور ہے۔ وہ دُنیاوی اور روحانی ترقی سے محروم رہتا ہے۔ اور ایسے آدمی سے بے تعلق رہنا ہی مفید ہے۔ کہ دھوکا نہیں ملتا۔

(۵) فاسق سے ... کہ وہ تجھے ایک لقمے کے عوض فروخت کروا دے گا .... مطلب یہ کہ خود غرض انسان دوستی کی قدر و تصدیق نہیں جانتا۔ اسکی محبت کی بنیاد خود غرضی پر ہوتی ہے۔ اور وہ کسی بھی وقت اپنی غرض کی تکمیل کی خاطر دوست کا نقصان کرنے سے گریز نہ کرے گا۔ پس ایسے انسان کی دوستی نازیبا ہے۔ دوست ایسا ہو جو اپنے دوست کے لئے اپنی خوشی قربان کر سکے۔ اور دینی اور دُنیاوی طور پر ہمدردی کر سکے۔ یا رہبری کر سکے۔

عام لوگ اُس خالق حقیقی۔ معبود حقیقی۔ مالک حقیقی۔ رازق حقیقی کی جس طریقہ سے عبادت کرتے ہیں۔ اِس عبادت کو بلند درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ یہ عبادت نہ کرنے سے تو گو اچھا ہے۔ مگر جو برگزیدہ ہستیاں مالک حقیقی کی شانِ کبریائی سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اور حقیقی عبادت کرنا جانتے ہیں۔ اُن کا

طریقِ عبادت عام دُنیا داروں کی عبادت سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ جو عبادت عام انسانوں کے روبرو کی جاتی ہے۔ اِس سے اِن کی شہرت ہو جانے کے سبب اِن کے اندر غرور پیدا ہونے کا اِمکان ہوتا ہے۔ اِس لئے وہ ہمیشہ گوشۂ تنہائی میں اس طرح عبادت کرتے ہیں۔ کہ کسی بھی اِنسان کو پتہ نہیں ہوتا۔ .... ہاں پتہ ہوتا ہے یا تو عابد کو اور یا معبود کو اور ایسی عبادت کا ثمر (نتیجہ) کیا ہوتا ہے۔ اِس کے لئے حضرت اویسؒ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ملاحظہ فرمایئے۔

حضور علیہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا ... کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ستر ہزار فرشتے اویسؒ کی شکل کے (ہمشکل) پیدا کرے گا۔ تاکہ میدانِ قیامت میں اویسؒ اِن کے درمیان آئے اور بہشت میں داخل ہو۔ تاکہ کوئی مخلوق اِس بات سے واقف نہ ہو کہ اِن (ستر ہزار فرشتوں) کے درمیان اویسؒ کون ہے کیونکہ وہ دُنیا میں (دُنیا داروں سے) پوشیدہ رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ اور اپنے آپ کو لوگوں سے علیحدہ رکھتے تھے۔ اور (اب) آخرت میں بھی وہ لوگوں کی نظروں سے محفوظ رہیں۔ میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں سوائے میرے اِن کو کوئی نہیں جانتا۔ (تذکرۃ الاولیا)

یہ ہے حقیقی عبادت۔ اور معبودِ حقیقی کی رحمت۔ کہ جس کو حاصل کرنے کیلئے اِس کے مقبول بندے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ یادِ حق میں مشغول رہتے ہیں۔ اور بالآخر اپنا دامنِ اُمید اس کی رحمت کے پھولوں سے بھر پاتے ہیں۔

یادِ حق پر ایک شاعر کا کلام بھی ملاحظہ فرمایئے۔ ؎

یادِ حق میں غرق ہو کر حق سے واصل ہو گئے
کس قدر۔ کتنا ہی نیک انجام ہے یادِ خُدا

حضرت اویس قرنیؒ کا فرمان ہے۔ کہ جو شخص تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔ دوزخ اسکی رگِ گردن سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ اور وہ تین یہ ہیں۔ (۱) اچھا طعام کھانا۔ (۲) لباس عمدہ پہننا۔ (۳) امیروں کی دوستی۔

وضاحت

(۱) اچھا طعام کھانا۔ یعنی مقوّی اور مکلّف غذا استعمال کرنا۔ مقوّی اور مکلّف غذا کھانے سے قوّتِ حیوانی بڑھ جاتی ہے۔ خون میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ جسکی وجہ سے نفسانی خیالات پیدا ہو کر سکونِ قلب (جو کہ حقیقی دولت ہے) ختم ہو جاتا ہے۔ اور ساتھ انتشارِ قلب (بیقراری دِل) کی وجہ سے عبادت میں لُطف نہیں آتا۔ اور اِس کے علاوہ گرمیٔ خون کی وجہ سے انسان غُصّے میں ایسے کام اور کلام کرتا ہے کہ جس کا ازالہ زندگی بھر ناممکن ہے۔ ....

بزرگوں کا فرمان ہے۔ کہ انسان جس قسم کے خیالات سوچتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اور خیالات

کی پیدایش کی بنیاد انسان کی غذا پر ہے۔ اگر کوئی انسان حیوانی یا نفسانی جذبات کو بھڑکانے والی مکلف غذا کھائے گا۔ تو اس کے اندر اسی قسم کے حیوانی اور نفسانی خیالات پیدا ہوکر اصلی روحانی زندگی کو برباد کردیں گے۔ پس ایک روحانی زندگی بسر کرنے والے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ وہ مکلف غذا سے پرہیز کرے اور سادہ غذا کھائے۔ اگر کوئی شخص ہمیشہ ہی مکلف غذا استعمال کرتا ہے تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اس کی ساری زندگی نفسانی خیالات اور خواہشات میں گذرے گی۔ عاقبت کے لئے وہ کچھ بھی نہ کر پائے گا۔ اور جو شخص انسانی قالب پاکر صرف زبان کے ذائقہ کی خاطر لذیذ تر غذا استعمال کرتے ہوئے عاقبت کی فکر نہیں کرتا۔ تو انسانی قالب چھوڑنے کے بعد اصلی روح دوزخ (نرک) میں رہیگی مطلب یہ کہ ایسا آدمی اپنے لئے دوزخ کا سامان پیدا کر رہا ہے۔

(۲) عمدہ لباس پہننا جسم کو گرمی سردی سے بچانے کے لئے لباس ضروری ہے۔ مگر روحانی زندگی بسر کرنے والے کیلئے لباس کا سادہ ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ بھڑکیلا اور قیمتی لباس پہننے سے انسان کے اندر غرور پیدا ہوجاتا ہے۔ قیمتی لباس پہنکر وہ اپنے آپ کو باقی انسانوں سے بہتر و برتر اعلیٰ تصور کرتا ہے۔ اور لباس فاخرہ نہ پہننے کی وجہ سے وہ کسی نیچے کی جگہ پر بیٹھنا پسند نہ کرے گا۔ اور خاص کر فقیروں اور فقیر دوست آدمیوں کے ساتھ بیٹھنا تو وہ اپنی کسر شان سمجھے گا۔ اور جب ایسا شخص کسی فقیر یا اولیا کی صحبت میں ہی نہیں بیٹھے گا۔ تو عقبیٰ کی بھلائی کے متعلق اسے کچھ بھی واقفیت نہ ہوگی۔ جب کہ حقیقت یہ ہے۔ کہ سہ

اگر اکسیر کی خواہش ہے تو خدمت کر فقیروں کی
یہ دولت مل نہیں سکتی امیروں کے خزانے میں

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو شخص نیک آدمیوں یا خدا پرستوں کی صحبت اختیار نہیں کرتا۔ اس کے اندر روحانی خیالات پیدا نہیں ہوتے۔ اور جب روحانی خیالات ہی پیدا نہیں ہونگے تو روحانی زندگی بسر نہیں ہوسکتی۔ زندگی میں مقصد زندگی حاصل کرنے کیلئے اہل اللہ کی صحبت کے متعلق مولانا روم صاحب نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے۔ کہ سہ

ہم نشینی ساعتے با اولیا — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

چونکہ مکلف غذا کھانے سے منتشر خیالی پیدا ہوکر خدا پرستوں کی صحبت سے محرومی رہتی ہے۔ اور ایسا آدمی نفس کا غلام بن کر نفسانی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کا انجام سوائے دوزخ کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ پس غرور اور غرور کے نتائج سے بچنے کے لئے لازمی ہے کہ انسان لباس فاخرہ سے پرہیز رکھے۔ بقول مذکور۔ کہ لباس فاخرہ دوزخ کے پاس لے جاتا ہے۔

۳۔ امیروں کی صحبت۔ کسی بزرگ کا فرمان ہے۔ سہ

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

یعنی نیک آدمی کی صحبت سے انسان نیک بنتا ہے اور بد کی صحبت سے بد۔ پس جو انسان امیروں کی صحبت میں رہے گا۔ لازمی طور پر اس کے دل میں بھی امیرانہ زندگی بسر کرنے کا شوق پیدا ہوگا۔ اور پھر وہ اپنے اس شوق کی تکمیل کے لئے ہر جائز یا ناجائز طریقہ سے دولت پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ اور اب اس کا دل دولت کی فراہمی کے چکر میں ایسا غلطاں اور پریشان ہوگا۔ کہ نہ تو اس کو کچھ عاقبت کی فکر ہوگی۔ اور نہ ہی موجودہ زندگی میں سکون قلب کی سچی دولت حاصل کرنے کی۔ پھر جب شخص کو نہ تو یہاں سکون حاصل ہے۔ اور نہ ہی عاقبت کی بہتری کے لئے توشۂ آخرت جمع کرتا ہے۔ تو موجودہ چند روزہ زندگی کے ختم ہو جانے کے بعد اس کی رُوح کی جو حالت ہوگی وہ ہر سمجھدار انسان سمجھ سکتا ہے۔

اس لئے اہل اللہ کی نظر میں دُنیا دار (امیر) کی صحبت سے پرہیز لازمی ہے۔ تاکہ اس کی رُوح عاقبت کی تکالیف سے محفوظ رہے۔

انسان خاص کر وہ انسان جو خودی سے مغلوب ہو چکا ہے۔ مالک کی بخشی ہوئی چیزوں کو دوستوں کو۔ رشتہ داروں کو اور تعلقداروں وغیرہ کو پا کر مغرور ہو جاتا ہے۔ وہ ان سب کو پا کر مالک کو بھول جاتا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ وہ اپنے مالک کی بخشی ہوئی ہر ایک نعمت کا احساس کر کے اُس سے لطف اندوز ہوتا ہوا مالک کا شکریہ ادا کرے۔ کہ جس نے یہ سب کچھ بخشا ہے۔ اور اپنی زندگی میں جو بھی کام کرے۔ اُس کے متعلق دل میں یہ خیال رکھے۔ کہ یہ سب بھی اُس کے فضل و کرم اور رحمت سے ہو رہا ہے۔ اور کہ وہ خود آپ ہی میرے اندر سے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔۔۔" مگر نادان انسان مالک سے لاتعداد نعمت پا کر اس قدر خود سر ہو جاتا ہے کہ وہ ہر ایک کام کا کرنے والا مالک کو نہیں۔ بلکہ خود کو سمجھتا ہے۔ ایسی حالت میں اسکی رگ رگ میں غرور بھر جاتا ہے۔ اور نہایت فخر سے اس بات کا اظہار کرتا ہے۔ کہ میں نے یہ کیا۔ میں نے وہ کیا۔ اور میں وہ کروں گا۔ مگر اللہ والے اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ وہ ہر ایک کام کا فاعل اسی ذات واحد کو مانتے ہیں۔ کہ جس کے حکم کے بغیر ایک پتہ تک نہیں ہل پاتا۔ چنانچہ اسی خیال کے مدِ نظر ایک اللہ والے کا فرمان ملاحظہ فرمائیے۔

ایک دُنیا دار آدمی کسی فقیر صاحب کے پاس گیا۔ فقیر صاحب جو کہ عیال دار ہوتے ہوئے بھی عارف کامل تھے اور خدا پرست بھی۔ اس سے خیریت وغیرہ پوچھی اور اسی طور پر اس کے حالات بھی دریافت فرمائے۔ فقیر صاحب کا حالات پوچھنا تھا۔ کہ وہ شخص اُدھڑ پڑا۔ کہنے لگا فقیر صاحب۔ اب کی دفعہ تو میں نے اتنا کام کیا ہے کہ کھیت لہلہا رہا ہے۔ میں نے اتنے اونٹ خریدے ہیں۔ میں نے اب اتنی بھینسیں لے لی ہیں۔ اب کی بار تو میں نے اپنی بیل گاڑی بھی بنوالی ہے۔ میں نے اتنی گائیں رکھی ہوئی ہیں۔ میں نے اتنا سونا خرید کر زیور بنوالیا ہے۔ اور فقیر صاحب اتنے من اناج میں نے غریبوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔ غرضیکہ ہر کام میں

"میں نے میں نے" کی رٹ لگاتا رہا۔ فقیر صاحب خاموشی سے یہ سب کچھ سنتے رہے۔ آخر کہتے کہتے جب وہ آدمی خاموش ہو گیا۔ تو فقیر صاحب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ کیوں بھائی اور بھی کچھ کہنا ہے؟ بولا۔ نہیں۔ اب فقیر صاحب نے کہا۔ کہ بھائی۔ جتنے کام تو نے کئے ہیں۔ ان میں سے ایک دو کام تو خداوند کریم کے لئے رکھ دیتے۔ اور کہتے۔ کہ یہ کام خدا کی رحمت اور طاقت سے ہوا ہے۔ ارے نادان۔ کیا سارے کام تو نے کئے ہیں۔ اور اس طاقت کل نے کچھ بھی نہیں کیا۔ جو کہ تیرے خون کے قطرہ قطرہ میں موجود ہے۔ وہ شخص سوچ میں پڑ گیا۔ فقیر صاحب پھر بولے۔ اگر تمہارے اندر وہ طاقت اور زندگی نہ ہو تو تم کیا کر سکو گے؟ وہ بولا کچھ بھی نہیں۔ اب فقیر صاحب نے دریافت کیا۔ کہ ذرا سوچ کر بتا۔ کہ سب کام کس نے کئے؟

اللہ والے اپنے دل کا تعلق صرف اسی ذات پاک کے ساتھ رکھتے ہیں یہی زندگی کو کامیاب سمجھتے ہیں۔ جبکہ عام دنیا دار لوگ جسمانی ضروریات کی چیزیں حاصل کر کے اور فانی چیزوں پر قبضہ جما کر خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ عام دنیا دار لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ سچی خوشی تو بے تعلق زندگی میں ہے۔ کیونکہ دنیاوی تعلقات روحانی زندگی میں زنجیر کا کام کرتے ہیں۔ جو کہ انسان کو روحانی پرواز میں رکاوٹ پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن اللہ والے لوگ حتی الامکان بے تعلق زندگی بسر کرتے ہوئے سچی خوشی سے بہرور رہتے ہیں۔ دنیاوی تعلقات اور لوازمات ان کو روحانی زندگی میں ایک دیوار کی طرح نظر آتے ہیں جس سے وہ محسوس کرتے ہیں کہ جبتک ہمارے اور ہمارے مالک کے درمیان یہ دنیاوی تعلقات کی دیوار موجود رہیگی۔ تب تک ہم دیدار الٰہی سے محروم رہینگے! اسلئے وہ ہر ممکن طریقہ سے اپنے آپ کو دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں! اور دنیاوی باتوں کو ایک جھنجھٹ جان کر اپنے آپ کو اس سے آزاد رکھتے ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ وہ اپنی چشم بصیرت سے ان باتوں سے خود بھی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو نصیحت سے فیض یاب کرتے ہیں۔

مثلاً روایت ہے۔ کہ ایک روز حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس کوئی ان کا معتقد امیر کچھ رقم لے کر آیا۔ اور عرض کی۔ کہ چونکہ آجکل سردی کا موسم ہے۔ آپ کے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے۔ آپ یہ رقم لے کر ایک گرم کمبل منگوا لیں۔ تاکہ سردی کے دن آرام سے گذر جائیں۔ پہلے تو انہوں نے انکار کیا لیکن اسکے بار بار اصرار کرنے پر آپ نے اسکی التجا منظور کر لی۔ اور خادمہ کو حکم دیا۔ کہ جا۔ اس رقم کا بازار سے ایک کمبل خرید لا (اسوقت جب یہ امیر آدمی رقم لایا تھا آپ ایک دریا کے کنارے تشریف رکھتی تھیں) جب خادمہ کو کمبل لانے کا حکم دیا۔ تو خادمہ نے رقم ہاتھ میں لے کر پوچھا۔ کہ کمبل سفید رنگ کا ہو سیاہ رنگ کا؟ آپ نے یہ لفظ سنے۔ تو تھوڑی دیر کے لئے بالکل خاموش ہو گئیں۔ جیسے کوئی سوچ میں پڑ گیا ہو۔ اور پھر خادمہ کو دی ہوئی رقم اپنے ہاتھ میں لے کر دریا میں پھینک دی۔ اور فرمایا۔ کہ ابھی تک تو

کمبل آیا نہیں۔ کہ سیاہ سفید کا جھگڑا پیدا ہو گیا؟ اس کے آجانے پر نا معلوم کیا فتنہ (فساد) کھڑا ہو جائے۔۔۔۔۔ یہ ہے اللہ والوں کا استغنا۔"

لوگوں نے حضرت اویسؓ سے کہا۔ کہ آپ کے قریب ایک آدمی رہتا ہے۔ تیس سال ہوتے کو آئے ہیں۔ وہ قبر میں بیٹھتا ہے اور گلے میں کفنی ڈالے ہوئے ہے۔ اور روتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے وہاں تک لے چلو۔ تاکہ اسے دیکھوں۔ لوگ آپ کو اس کے نزدیک لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ زرد و حقیر ہو چکا ہے۔ اور روتے روتے سوکھ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے فلاں۔ قبر و کفن نے تجھے مشغول کر دیا ہے اور تو انہیں دونوں پر رہ گیا ہے۔ اور یہ ہر دو تیرے راستہ میں حجاب ہیں۔ اس آدمی نے آپ کے نور سے اس آفت کو اپنے میں پایا۔ (یعنی اسے صاف دکھائی دینے لگا کہ میرا دل ان میں اٹکا ہوا ہے۔) راز منکشف ہو گیا۔ نعرہ لگایا اور اسی قبر میں جان دیدی۔

مطالب۔ اگر راہ حق میں گور و کفن بھی حجاب ہیں۔ تو دوسری چیزوں کے متعلق خیال کریں کہ وہ کیا ہونگی؟ یعنی عام دنیا دار لوگ جو ایک سوئی سے لے کر اپنی تمام جائداد یعنی مال ملکیت زمین و مکان وغیرہ سے دلبستگی رکھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی دیدار الٰہی کی تمنا بھی۔ ان کے لئے مذکور فرمان ہوش لانے کے لئے کافی ہے۔ ایک ایسا انسان جو دیدار الٰہی کا مشتاق ہے۔ تمام دنیا اور دنیا داروں سے منہ موڑ کر صرف کفن کو اپنی جائداد اور قبر کو اپنا گھر تصور کر چکا ہے۔ ایسے تارک الدنیا انسان کو بھی اللہ والے اہل بصیرت فرماتے ہیں۔ کہ یہ گور و کفن کا تصوّر دیدار الٰہی میں پردہ ثابت ہوگا۔ اس لئے اپنے دل کو ان کے خیال سے بھی خالی کر دے۔ خلاصہ یہ کہ جبتک انسان کے دل میں کسی فانی (ناپائیدار) چیز کا خیال رہتا ہے۔ اس کا دل دیدار الٰہی کا اہل نہیں ہوتا۔ خیال ماسوا دیدار الٰہی کے لئے ایک پردہ ہوتا ہے۔ خواہ وہ خیال اپنے جسم کا ہی کیوں نہ ہو۔

اب غور طلب یہ ہے۔ کہ جس شخص نے اپنے دل میں اپنے تمام خاندان کی۔ اپنے دوستوں کی۔ اپنے تعلق داروں کی۔ اور اپنے مقبوضات کی یاد بھر رکھی ہے۔ اس کو اسقدر فانی تعلقات کے ہوتے ہوں کی موجودگی میں دیدار خدا کا فیض کس طرح نصیب ہوگا؟ یعنی نہیں ہوگا۔ پس لازم ہے کہ انسانی وجود کی قدر و منزلت اور مقصد کا خیال رکھتے ہوئے۔ انسان ہر وقت یاد خدا میں محو رہے۔ جب بھی ماسوائے خدا اور کوئی بھی خیال انسان کو تکلیف دہ محسوس ہو۔ تب انسان سمجھے کہ اب مجھ پر فضل الٰہی ہو رہا ہے۔ اور میں جلدی دیدار الٰہی سے فیضیاب ہونگا۔

حضرت اویس قرنیؓ کے متعلق درج ہے۔ کہ آپ نے تین روز تک کھانا پانی نہ کھایا۔ چوتھے روز باہر تشریف لائے اور ایک دینار زرد (سکہ) راہ میں پڑا دیکھا۔ مگر نہ اٹھایا۔ کہ کسی کا گر پڑا ہوگا۔ چلے گئے۔ پھر دیکھا۔ ایک بکری چلی آرہی ہے۔ اور اس کے منہ میں گرم روٹی پکڑی ہے۔ اس بکری نے وہ روٹی

آپ کے آگے ڈال دی۔ حضرت اویسؒ نے خیال کیا۔ کہ شاید یہ بھی کسی کی اُٹھالائی ہے۔ (تب اِس بکری نے زبانِ حال سے کہا۔ کہ میں اُس خدا کی غلام ہوں۔ جس کے آپ ہیں۔ جب آپ نے روٹی کو اُٹھالیا۔ تو وہ غائب ہوگئی۔ (مطلب یہ کہ قربِ خدا یا فقیری بغیر خوراک حق حلال کے نہیں مل سکتی۔ جبتک انسان نیک کمائی سے حق و حلال کی روزی نہیں کھاتا۔ یعنی دوسرے انسانوں کی چیز پر اپنا ناحق قبضہ کر کے اس ناجائز سرمایہ کے ذریعہ حاصل کردہ روٹی کھاتا ہے۔ اس کے دل سے کدورت دور نہیں ہوسکتی۔ لیکن جو شخص ناجائز روٹی کھانے کی نسبت بھوکا رہنا پسند کرتا ہے۔ اُس کے خانۂ دل میں نورِ الٰہی جگمگا اُٹھتا ہے۔ اور دل کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی ایسے نیک انسانوں کی نگہداشت وہ نگہبان حقیقی خود فرماتا ہے۔ یہاں ضرورت ہے صرف صدق و یقین کی اور عاجزی و تقویٰ کی۔)

آپ کا فرمان ہے کہ جس شخص نے خدا کو پہچان لیا۔ اُس پر کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔ یعنی خدا کو خدا سے پہچانا جاتا ہے۔ سلامتی تنہائی میں ہے۔ اور تنہا وہ ہوتا ہے جو خود ہوتا ہے۔ اور وحدت یہ ہوتی ہے کہ غیر کا خیال نہ کرے۔ (یعنی عارف لوگ جو وحدت کاملہ پر یقین رکھتے ہیں اس بات پر زندگی بسر کرتے ہیں کہ ؎

ہر چہ بینی بداں کا مظہر اوست (یعنی جو کچھ دیکھ رہا ہے۔ سمجھ کہ وہ اس ذاتِ اقدس کا اظہار کر رہی ہے)

اور فرمایا۔ کہ ظاہری تنہا رہنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ شیطان دو آدمیوں سے بھاگ جاتا ہے۔ اور فرمایا۔ کہ دل کو حاضر رکھ۔ کہ غیر اس میں جگہ نہ پاوے۔ (یعنی انسان کو چاہئے۔ کہ ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہے اور اپنے دل میں سوائے یادِ خدا کے کسی کو جگہ نہ دے۔ یہی دل کی حاضری ہے) اور فرمایا۔ کہ میں نے بلندی طلب کی تو عاجزی میں پائی۔ (اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جبتک کوئی انسان اپنے اندر عاجزی اختیار نہیں کرتا تب تک وہ بلند مرتبہ حاصل نہیں کر پاتا۔) اور فرمایا۔ کہ میں نے سرداری کو چاہا۔ تو اُسے سچائی میں پایا۔ (مطلب یہ کہ سچے انسان کی عزت ہوتی ہے۔ اور سچا انسان ہی اپنے قرب و جوار میں سردار تسلیم کیا جاتا ہے۔)

حضرت اویس قرنیؒ کا فرمان ہے۔ کہ۔ (۱) میں نے فخر کو ڈھونڈا تو اسے فقر میں پایا۔ (یعنی عام دُنیادار لوگ۔ عزت۔ شان۔ دولت۔ حکومت اور طاقت وغیرہ حاصل کر کے فخر کرتے ہیں۔ وہ ان میں سے کسی بھی چیز کے حصول کے بعد اپنے آپ کو خوش قسمت اور خوش بخت تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں کوئی بھی چیز یا حالت پائیدار نہیں ہے۔ تمام تر حالتیں انتہائی تیزی کے ساتھ فنا کی طرف رواں ہیں۔ ایک دم بھر بھی کسی حالت کو قیام نہیں۔ جو بھی شخص ان فانی چیزوں کا یا حالت کا

فخر کرتا ہے۔ وہ نادان ہے۔ اور اس کے دل پر جہالت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ لیکن بخلاف اس کے جس شخص کو مالک حقیقی نے فقیری کی دولت سے مالامال کیا وہ تمام دنیاوی جاہ و حشمت سے بے نیاز ہوا۔ کیونکہ اسے وہ دولت بخشی گئی ہے۔ جو پائیدار اور لازوال ہے۔ جسے کوئی تقسیم نہیں کرسکتا۔ جسے کوئی چوری نہیں کرسکتا۔ اور جس کے متعلق کبھی بھی کوئی جھگڑا فساد بھی پیدا نہیں کرتا۔ چنانچہ حضرت موصوف نے اسی سچے فخر کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ اور فقر ہی سچا فخر ہے۔ اور پھر فرمایا ہے۔ کہ

(۲) میں نے بزرگی کو ڈھونڈا تو اسے قناعت میں پایا۔ (یعنی عام دنیادار آدمی اپنے آپ کو بڑا آدمی بنانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ لوگ ان کو بڑا آدمی سمجھیں! اور شایان شان ان کی عزت کریں۔ ان کی زبان سے جو بھی بات نکلے اس کی تعمیل کریں۔ وہ جہاں بھی جائیں لوگ ان کی راہ میں آنکھیں بچھاویں۔ اور ان کے دیدار کے مشتاق ہوں۔ وغیرہ۔ اور وہ ایسی حالت حاصل کرنے کے لئے کئی قسم کے طور و اطوار استعمال میں لاتے ہیں کہیں تقریریں کرتے ہیں کہیں روپیہ پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ کہیں دوست بناتے پھرتے ہیں۔ اور کسی کو گراتے پھرتے ہیں۔ ان سب کارستانیوں کی تہ میں صرف ایک خیال ہوتا ہے۔ یعنی بزرگی حاصل کرنا (بڑا آدمی بننا) گو ایسا انسان گاہے بگاہے اپنی تدابیر سے کامیابی حاصل کرکے بڑا آدمی بن بھی جاتا ہے۔ اور چند روز کیلئے واہ واہ ہو جاتی ہے۔ مگر تا بہ کے یعنی کب تک۔ قانون قدرت کے مطابق جب سورج سر پر آجاتا ہے۔ سے ہر کمال را زوال کے ماتحت ان لوگوں کی بھی چند روزہ واہ واہ کے بعد زمانۂ عروج ختم ہو جاتا ہے۔ اور بزرگی زوال کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اور بالآخر ایسا وقت آجاتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو اس بڑے آدمی کو کبھی آنکھوں میں جگہ دیتے تھے۔ اب ان آنکھوں سے دیکھتے بھی نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آدمی نے جھوٹی چیزوں سے بزرگی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جھوٹ نے آخر ختم ہونا ہی تھا۔ اور اس کے ساتھ بزرگی بھی ختم۔ اور اللہ والے جس چیز سے بزرگی حاصل کرتے ہیں۔ وہ ہے۔ قناعت۔ یہ وہ دولت ہے۔ جو سچی ہے۔ جس کیلئے کسی کے آگے دست نگر ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ وہ دولت ہے جو لازوال ہے یہ وہ دولت ہے۔ کہ جس سے حقیقی بزرگی حاصل ہوتی ہے۔ اور انسان دین و دنیا میں سرخرو رہتا ہے۔"

موت

خالق حقیقی کا وہ اٹل حکم ہے۔ کہ جس کو کوئی بھی شخص کسی بھی تدبیر سے ٹال نہیں سکتا۔ مندرجہ ذیل واقعہ سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کے متعلق درج ہے۔ کہ آپ ایک دفعہ روم گئے۔ اور وزیر سے ملاقات کی۔ تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھے۔ وزیر نے کہا۔ ہم ایک جگہ جاتے ہیں۔ کیا آپ بھی چلیں گے؟"

آپ نے جواب دیا۔ ہاں چلیں گے۔ وزیر نے حکم دیا کہ ایک گھوڑا انکی سواری کے لئے لایا جاوے۔ گھوڑا آیا۔ سب لوگ ایک صحرا کی جانب روانہ ہوئے۔ وہاں حضرت حسنؒ نے دیکھا ایک خیمہ ہے۔ جو قیمتی کپڑے کا بنا ہوا ہے۔ اسکی طنابیں (رسیاں) ریشم کی اور میخیں سونے کی تھیں۔ اور مسلح سپاہی دیکھے۔ جو اس خیمے کے گرد چکر لگاتے تھے۔ کچھ کہتے جاتے تھے۔ اور آگے کو بڑھتے جاتے۔ اس کے فیلسوفیوں (دانا بزرگوں) کو دیکھا۔ جن کی تعداد چار سو تھی۔ وہ بھی خیمے کے گرد پھرتے۔ اور اسی طرح کچھ کہتے ہوئے چلے جاتے تھے اس کے بعد دو سو مہ جبینوں کو دیکھا۔ کہ ہر ایک کے سر پر جواہرات کا ایک طبق (تھال) تھا۔ وہ بھی خیمے کے پاس آتی تھیں۔ اور کچھ کہہ کر چلی جاتی تھیں۔ اس کے بعد بادشاہ اور وزیر خیمے میں داخل ہوئے اور پھر باہر آئے اور چلے گئے۔

حسنؒ کہتے ہیں۔ کہ میں حیران ہوگیا اور کہا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ چنانچہ وزیر سے دریافت کیا۔ تو اس نے کہا۔ قیصر (بادشاہ) کا ایک نہایت خوبصورت لڑکا تھا۔ جو بہت عالم اور بہادر بھی تھا۔ باپ ہزار جان سے اس پر عاشق تھا۔ ناگہاں لڑکا بیمار ہوگیا۔ شاہی طبیب حاذق اس کے علاج سے عاجز آگئے۔ آخرکار وہ فوت ہوگیا۔ اور اس کو اسی خیمے میں دفن کیا گیا۔ ہم لوگ سال بھر میں ایک بار یہاں آتے ہیں زیارت کرتے ہیں۔ اول جو لشکر گراں (سپاہی) آپ نے دیکھا ہے۔ اس خیمے کے گرد پھرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے شہزادے یہ جو حالت (موت) تجھ پر واقع ہوگئی ہے۔ اگر یہ جنگ سے رفع ہوسکتی تو ہم جان فدا کر دیتے۔ اور تم کو چھڑا لیتے لیکن یہ حالت اس کی پیدا کی ہوئی ہے۔ کہ جس سے کوئی بھی لڑ نہیں سکتا۔ پھر فیلسوف بزرگ آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اے شہزادے۔ اگر عقلمندی اور دانائی سے یہ حالت رفع ہوسکتی تو ہم اپنی پوری طاقت خرچ کرتے۔ یہ کہتے ہیں۔ اور چلے جاتے ہیں۔ پھر پیران محترم آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر شفاعت اور زاری کے ساتھ ہم تیری اس حالت کو بدل سکتے تو ضرور بدل لیتے۔ لیکن یہ حالت اس کی پیدا کی ہوئی ہے جس کے سامنے شفاعت اور زاری بالکل بیکار ہے۔ پھر ان کے بعد خوبصورت لونڈیاں جواہرات کے طبقوں کے ساتھ آتی ہیں اور کہتی ہیں۔ کہ بادشاہ زادے۔ اگر مال وجمال سے ہم تجھکو بچا سکتیں۔ ہم سب اپنے آپ کو تجھ پر فدا کر دیتیں۔ لیکن یہ حالت اس کی پیدا کی ہوئی ہے کہ جس کے آگے مال وجمال کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ وزیر نے کہا۔ کہ اس کے بعد آخر میں قیصر اور وزرا (وزیر) خیمہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اندر جا کر قیصر اس طرح کہتا ہے۔ کہ اے جان پدر۔ تیرے باپ کے ہاتھ میں کیا ہے۔ (یعنی جو کچھ ہے نہ ہونے کے برابر ہے) میں تیرے لئے لشکر گراں لایا ہوں۔ فیلسوف اور بزرگ لایا ہوں۔ خوبصورت لونڈیاں اور ہیرے جواہرات لایا ہوں اور خود بھی مع وزیروں کے آیا ہوں۔ اگر ان تدابیر سے کسی بھی تدبیر سے یہ حادثہ رفع کرنا ممکن ہوتا تو میں ان سب کو تیرے کام میں لاتا۔ اور جو کچھ بھی مجھ سے ہوسکتا بکل میں لاتا۔ لیکن یہ حالت اس شاہ عالی

کی پیدا کی ہوئی ہے۔ کہ تیرا باپ اور جو کچھ بھی اِس کائینات عالم میں ہے بسبب اُس کے قبضۂ قدرت میں عاجز ہیں۔ یہ کہہ کر اور آخر میں یہ کہہ کر کہ "میرا اسلام ہو آئیندہ سال تک" بادشاہ اور تمام وزیر خیمے سے باہر آجاتے ہیں۔ اور گھر کو چل دیتے ہیں۔

ان باتوں کو حضرت حسن بصری نے سُنا۔ تو دل پر ایسا اثر ہُوا۔ کہ دُنیا اور دُنیا کے کاروبار سے آپ کا دل اُچاٹ ہو گیا۔ اور واپس بصرے میں آنے کی صلاح کی۔ بصرہ واپس آئے۔ اور قسم کھائی کہ آئیندہ دُنیا میں نہیں آئیں گے۔ (یعنی دُنیا سے دلبستگی نہیں رکھیں گے) اِس یقین کے ساتھ آپ نے اپنی باقی زندگی یادِ خدا میں صرف کر دی۔ (عبادت میں گذار دی)

حضرت حسن بصریؒ۔

(۱) لوگوں نے آپ سے پُوچھا۔ اگر لوگ کثرت سے آپ کے واعظ میں آئیں۔ تو کیا آپ خوش ہوتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا۔ کہ میں کثرت سے خوش نہیں ہوتا۔ اگر ایک درویش سوختہ آئے تو میں خوش ہوتا ہُوں۔ یعنی وعظ تلقین سُننے والے تو بہت ہیں۔ لیکن اس پر عمل کرنے والا کوئی ہوتا ہے۔ اور اس پر عمل وہ شخص کرتا ہے۔ جو عشق الٰہی میں سرشار ہے۔ یا آتشِ عشق سے اپنی خواہشات نفسانی کو جلا کر خاکستر کر دے۔

(۲) لوگوں نے کہا۔ دین کی اصل کیا ہے۔؟ "

آپ نے جواب دیا۔ پرہیز گاری۔ لوگوں نے کہا۔ وہ کیا چیز ہے جو پرہیز گاری کو تباہ کرتی ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ طمع (یعنی طمع وہ روحانی بیماری ہے۔ کہ جس کیوجہ سے سکونِ قلب ختم ہو جاتا ہے۔ طامع شخص دولت حاصل کرنے کیلئے اس طرح پریشان رہتا ہے۔ کہ جس طرح تیز ہوا میں شوکھا تنکا اور طامع آدمی اس بات کو بھول جاتا ہے کہ جو کچھ مقدر میں لکھا ہے۔ وہی کچھ ملے گا۔ خواہ مخواہ اپنے دل کو پریشان کرنے کی نہ ضرورت ہے۔ اور نہ کوئی فائدہ۔ طامع شخص چونکہ ناجائز طریقے سے بھی دولت حاصل کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ اِس لئے وہ پرہیزگار بھی نہیں رہ سکتا۔ اور جب پرہیزگاری نہیں۔ تو روحانی زندگی کہاں؟) "

(۳) لوگوں نے پُوچھا۔ جناب عادل کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ کہ وہ ایک سونے کا محل ہے۔ جس میں سوائے پیغمبروں۔ شہیدوں۔ صدیقوں۔ یا عادل بادشاہوں کے اور کوئی نہ جائے گا۔ (یعنی عدل و انصاف کے محل میں صرف پیغمبر۔ فانی زندگی کی پرواہ نہ کرنے والے شہید صادق کہ جنہوں نے اپنی زندگی صدق و صفا میں گذاری ہو۔ اور وہ اہل حکومت جو کسی کی رو رعایت نہ کر کے ہمیشہ عدل و انصاف سے امورِ سلطنت سرانجام دیتے رہے۔ داخل ہو سکیں گے۔ عام دُنیادار لوگ اس سنہری محل میں داخل نہیں ہو سکتے۔)

(۴) لوگوں نے پوچھا۔ بیمار طبیعت دوسروں کا علاج کیسے کرے؟ "

فرمایا۔ پہلے اپنا علاج کرے۔ اور پھر دوسروں کا علاج کرے۔ (یعنی روحانی امراض کہ جن کا تعلق جسم سے نہیں بلکہ دل و دماغ سے ہوتا ہے۔ کا روحانی علاج صرف روحانی معالج ہی کر سکتے ہیں۔ کہ جن کے دل و دماغ روحانی طور پر درست ہوں۔ جو شخص خود ہی کسی نہ کسی روحانی تکلیف میں مبتلا ہے۔ جو خود ہی اپنے جذبات پر خیالات پر اور خواہشات پر قابو پانے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ وہ جذبات خیالات اور شہوات پر قابو پانے کے اسباق دوسروں کو نہیں دے سکتا۔ یعنی جو خود پابند ہے وہ دوسروں کو رہائی نہیں دلا سکتا۔)

(۵) پھر فرمایا۔ کہ بات سُن لیا کرو۔ کیونکہ میرا علم تمہارے لئے مفید ہے۔ اور میری بے عملی تمہارے لئے نقصان نہیں رکھتی۔ (یعنی کوئی بھی بزرگ جو نیکی تلقین کرتا ہے۔ اُسکی بات کو نہایت غور سے سُننا چاہیئے۔ ایک ایک لفظ کو اپنے دل میں جگہ دینی چاہیئے۔ اور پھر اُس نصیحت کو عملی جامہ پہنانا چاہیئے۔ یہ دیکھنا مناسب نہیں کہ وہ خود کیا کرتا ہے۔ بلکہ یہ کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اُس کی نیک نصیحت پر عمل کر کے سُننے والا + دین اور دُنیا میں اپنے لئے بہتری کے سامان پیدا کر سکتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں کسی کی نیک صلاح کو نظر انداز کر کے اُس کی عملی زندگی پر توجہ دینا تو یہ مطلب رکھتا ہے کہ جس طرح سیپ میں سے موتی نکال کر پھینک دینا۔ اور سیپ کو رکھ لینا۔ حقیقت یہ ہے کہ نیک صلاح ایک موتی ہے۔ اور کہنے والا سیپ۔ پس واجب ہے۔ کہ سیپ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے موتی لے لینا چاہیئے۔ تاکہ انسان کی زندگی میں آب و تاب پیدا ہو۔ فقط"

حضرت ابراہیم ادھم

مرسلہ حکیم رملیا رام جی مضطر

حضرت ابراہیم ادھم کا نام اکثر صوفیوں کی زبان پر عام طور پر رہتا ہے۔ "تذکرۃ الاولیا" نامی کتاب میں فرید الدین عطار نے صاحب موصوف کے حیرت انگیز حالات کی بابت بہت کچھ لکھا ہے۔ کبیر صاحب کے بھجنوں میں بھی اس پاک ہستی کی بابت بہت کچھ اشارے آئے ہیں۔ کبیر صاحب اپنے ایک بھجن میں اس طرح فرماتے ہیں۔ ؎

"سلطاناں بلخ بخارے دا"

جن کے اوڑھن شال دوشالے اور تار و ستارے کا — سو تو لاگے بھار اُٹھاون نو من گدڑا الجھارے کا

جن کے بھوجن چھپن بھوگ اور میوہ مصری کھانڈ چھوارے کا — اب تو لاگے ٹکڑا سانجھ سکارے کا — اب تو نذر کرن وہ لاگے ٹکڑہ سانجھ سکارے کا

جا کے سنگ کٹک دل بادل و شو گھوڑ قندھارے کا — سو سب تج کر بھئے اوہی۔ رستہ پکڑ کنارے کا

چُن چُن کلیاں سیج بچھائی دامن نیارے نیارے کا　　سو سب تیاگ چلے دنیا سے دیکھو گیان وچارے کا
سُولاں سو تجی سکھی سہیلی صاحب نام تمہارے کا
کہہ کبیر سنو سلطاناں. جھگڑ بھئے اکھاڑے کا

بلخ کے بادشاہ سے مطلب حضرت ابراہیم سے ہے۔ ان کے پتا ادہم شاہ کی نسبت بہت کم لوگوں کو علم ہے۔ صوفیوں نے آپ کے حالات ضرور کہیں درج کئے ہونگے مگر معمولی آدمیوں کو انکا پتہ نہیں ہے۔ "سلطان بودھ" نامی کبیر صاحب کے گرنتھ میں سوامی جگلانند جی بہاری نے کسی اردو کتاب کی نظموں سے جا بجا مدد لی ہے۔ مگر افسوس کہ کتاب کا نام نہیں دیا گیا۔ ہم اس سلطان بودھ کے آدھار پر ادھم شاہ کے پرانے قصّے کو اپنی زبان کا نیا مگر سادہ اور صوفیانہ لباس پہنا کر یہاں پیش کرتے ہیں۔

ادھم شاہ کہاں کے رہنے والے تھے کسی کو معلوم نہیں۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ وہ فقیر تھے۔ اور پرماتما کی پورن بھگتی میں ہی مست رہتے تھے۔ اور نہ ہی ایک جگہ رہتے تھے۔ کبھی عرب میں کبھی شام میں۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے ؎

درویش رواں رہے تو بہتر　　آب دریا بہے تو بہتر

ادھم شاہ گھومتے پھرتے ہوئے بلخ میں داخل ہوئے۔ شہر کی سیر کرتے کرتے شاہی محل کے نیچے آنکلے۔ نگاہ اوپر گئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کی لڑکی کھڑکی سے منہ نکالے آنے جانے والوں کو دیکھ رہی ہے۔ اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر فقیر کا دل بے قرار ہو گیا۔ تن بدن کی سُدھ جاتی رہی۔ دماغ پر عشق سوار ہو گیا۔ ادھم اپنی بے خودی کی شراب کی مستی میں شاہی دربار میں جا پہنچا۔ بادشاہ کی نگاہ اس ننگ دھڑنگ فقیر پر پڑی۔ اُس کو اپنے پاس بُلایا۔ پوچھا بابا تیرا کیا سوال ہے؟ بے خوف ادھم نے جواب دیا۔ "تیری دختر نیک اختر کے عشق کا سودا ہے۔ اُس کے ساتھ شادی کرنے کا خیال دامن گیر ہے۔"
یہ گستاخی اور یہ بے ادبی۔ اگر کوئی اور شخص ہوتا تو اس طرح زبان کھولنے کی ہمت نہ کرتا۔ مگر اس فقیر پر تو کوئی بھوت سوار تھا۔ بادشاہ دنگ۔ وزیر۔ امیر حیران۔ اہلکار پریشان۔ بادشاہ فقیر پرست تھا۔ اُس کو فقیر کی بد دعا کا ڈر تھا۔ وزیر نے بادشاہ کی یہ حالت دیکھی تو سوچ میں پڑ گیا۔ آخر اس کو ایک بات سوجھ گئی۔ اور فقیر سے مخاطب ہو کر بولا۔ "بابا شہزادی سے شادی کرنا آسان نہیں۔ شاہی خزانے میں ایک بیش بہا موتی ہے۔ اُس کا کہنا ہے۔ کہ جو کوئی اس موتی کا جوڑا ملا دے گا۔ وہی میرے ہاتھ کا حق دار ہوگا۔" فقیر بولا۔ "موتی تو دکھاؤ۔" وزیر نے اُسی وقت موتی منگا کر سامنے رکھ دیا۔
اس نے دیکھا اور پھر سوال کیا۔ موتی لانے پر شادی ضرور ہو جائیگی۔ اور پھر تم کوئی اگر مگر تو نہ کرو گے؟

وزیر بولا۔ ہرگز نہیں۔ ؎ قول مرداں جان دارد۔ یعنی مردوں کی ایک ہی بات ہوتی ہے۔

ادھم رخصت ہوا۔ وزیر سمجھا کہ سر سے بلا ٹلی۔ بادشاہ اور وزیر دونوں خوش ہوئے۔ اُن کو پورا پورا یقین ہو گیا۔ کہ نہ نو من تیل ہوگا۔ اور نہ رادھا ناچے گی۔ ایسا نادر موتی بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔ بھلا یہ بھیک مانگنے والا کہاں سے لائے گا؟ مگر حضرت یہ نہیں جانتے تھے۔ کہ خدا بھی جب ملتا ہے۔ فقیر کو ہی ملتا ہے۔ بادشاہ کو خدا کب ملتا ہے۔ اور جب خدا جیسی چیز (ہستی) فقیر کے حصے میں آ جاتی ہے۔ تو پھر موتی کا ہاتھ آ جانا کونسی مشکل بات ہے؟

ادھر یہ اپنے کام میں لگے۔ اُدھر ادھم نے اپنی گُدڑی سنبھالی۔ کسی سے سُن رکھا تھا کہ موتی سمندر میں ہوتے ہیں۔ وہ بغیر سوچے سمجھے سمندر کی طرف چل دیئے۔ سمندر کے کنارے پہنچے۔ اونچی لہریں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ پانی جوش پر تھا۔ جوار بھاٹا آ رہے تھے۔ اور کوئی شخص ہوتا تو ہمت ہار بیٹھتا۔ ڈر جاتا۔ مگر ادھم کی لگن سچی تھی۔ ؎

یا تن رسد با جاناں ؛ یا مُراد من بر آید

یا تو موتی مل کر رہیگا۔ یا جان ہی اُس کی تلاش میں چلی جائے گی۔ اور تو کچھ نہ بن آئی۔ لگے دونوں ہاتھوں سے سمندر کا پانی باہر پھینکنے۔ اندھیر ہے۔ کسی نے اپنی ننھی ننھی ہتھیلیوں سے سمندر کو کب خشک کیا ہے۔ مگر حضرت عشق کے سامنے غیر ممکن کا بھی امکان ہے۔ اس کیلئے ہر طرح کی مشکل بھی آسان ہے۔ دُنیا کی عقل و تمیز والے اس کو جھوٹ اور پاگل پن بتائیں گے اور اصلیت کے نقطے یا بھید کو نہ سمجھیں گے۔ اُن کو کیا معلوم کہ انسان کا دل تمام طاقتوں کا خزانہ ہے۔ قوتِ ارادی یا دردِ دل نشچے کی دیر ہے۔ وہ چاہے تو دُنیا کا تختہ اُلٹ دے۔ ... یہ سمندر خشک کر رہے تھے۔ کہ کسی کامل یا پُورن پُرش کا اسی طرف گذر ہُوا۔ پُوچھا بابا یہ کیا کر رہے ہو۔؟ جواب ملا۔ جب تک نایاب موتی کا جوڑا نہ ملے گا شہزادی میرے ساتھ شادی نہ کریگی۔ اسی خیال سے اس سمندر کو خشک کر رہا ہوں۔" وہ بولے مگر یہ کام تمہاری شکتی سے باہر ہے۔ ادھم نے کہا۔ مجھکو اپنی طاقت کی جانچ پڑتال کرنے کی فرصت نہیں ہے۔ یا تو اسی میں مر مٹوں گا۔ یا موتی نکال کر چھوڑوں گا۔ آپ کرپا کر کے یا تو کوئی اُپائے بتایئے۔ یا پھر تشریف لے جایئے۔ اور مجھکو میری قسمت یا تقدیر کے حوالے کر جایئے۔

فقیر نے دیکھا۔ اس میں سنساری پریم کا پورا پورا اثر گھر کر گیا ہے۔ دل میں خوش ہوا۔ اشٹ پد کے پراپت کرنے کا یہ سنساری گیان بھی ایک زینہ یا سیڑھی ہے۔ دُنیا ہی کے جان نثار شور بیر یا سچے پریمی یا جان پر کھیلنے والے عاشق پُورن پُرش ہیں، شرط پُورنتا کی ہے۔

فقیر نے دیا کی۔ اور اپنی جھولی کھول دی۔ اس میں انیک پرکار کے اور بڑے بڑے دُرِ نایاب سچے موتی تھے۔ بابا ناحق جوکھم میں نہ ڈال اور انہیں لے جا۔ یہ میرے کسی کام کے نہیں ہیں، اگر تیرا ہی کام بن جائے تو اچھی بات ہے۔"

کیسی ادبھت لیلا ہے۔ .... "نا تاک نظریں کریں نہال" والی بات بن گئی۔ ؎

سُکھیہ دیویں دُکھے کو ہریں۔ دُور کریں اپرادھ
کہہ کبیر وہ کب ملیں پرم سنیہی سادھ

اندھا کیا چاہے؟ دو آنکھیں۔ دل کی مراد پوری ہوئی۔ دل میں خوش ہوئے۔ ادھم نے اس مرد کامل یا پورن پرش کے چرن کملوں میں اپنا سر جھکایا۔ جب سر اُٹھایا تو فقیر غائب تھا۔ در اصل تو خدا ہی فقیر کے بھیس میں اس کی منو کامنا پوری کرنے آیا تھا۔ ادھم موتی لے کر شاہی دربار میں حاضر ہوا۔

بادشاہ اور اہل دربار نے جب اس قدر قیمتی موتی دیکھے۔ تو حیران و ششدر رہ گئے۔ وزیر اپنی زبان سے پھر گیا۔ اور اُس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ جو اس کو دربار سے باہر لے گئے۔ اور شہر سے دور جنگل میں لے جا کر اس کی خوب مارپیٹ کی۔ اس کو اس قدر مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ اور یہ آدمی اُس کو مُردہ سمجھ کر واپس چلے گئے۔

شہزادی کے من پر انتری پریم کا اثر

میرے نالوں کے اثر سے دل ترا ہل جائے گا ؛ ورنہ مرا تو ناز تیرا خاک میں مل جائے گا

دین دُکھی کی آہ بُری ہوتی ہے۔ بے بس اور بے کس کا دُکھ تمام سنسار کو تباہ کر دیتا ہے۔ ؎

تُلسی آہ غریب کی ہری سوں سہی نہ جائے ؛ بنا سانس کے چام سوں لوہ بھسم ہو جائے

ادھر ادھم کو وزیر کے آدمیوں نے مار کر جنگل میں پھینک دیا۔ ادھر کانوں کان یہ خبر محل تک پہنچی۔ ایسی واردات کب چھپی رہ سکتی ہے۔ شہزادی نے بھی سُنا۔ کہ اس کا چاہنے والا فقیر اس کے پریم میں پھنس کر مار کر پھینک دیا گیا ہے۔ اور ہزاروں آفتیں جھیل کر کسی پرکار موتی لایا تھا۔ وہ غریب بنا کسی قصور کے خاک و خون میں ملا دیا گیا ہے۔ وہ بہت ہی سوکھشم پرکرتی کی لڑکی تھی۔ اس خبر کے سُنتے ہی بیہوش ہو گئی۔ پیٹ میں ایسا درد شروع ہو گیا۔ کہ جو ناقابل برداشت تھا۔ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑی۔ طبیب اور حکیم لوگ آئے۔ مگر نبض چھوٹ گئی۔ شریر ٹھنڈا پڑ گیا۔ بادشاہ اور بیگم نے اپنا سر پیٹ لیا۔ تمام شہر میں کہرام مچ گیا۔ آخر جنازہ اُٹھایا۔ قبرستان میں لے جا کر لاش کو نہلانے کے بعد قبر میں دفن کر دیا۔ اور سب روتے پیٹتے واپس آ گئے۔ بلخ کی راجدھانی آج کے دن سنسان ہو گئی۔ کیونکہ بادشاہ کی یہ ایک ہی اولاد تھی۔

موت کا ساتھ دینے والا سچا پریمی

ایشور کی لیلا بڑی وچتر ہے۔ اس میں جیتے مرے ہوئے پرتیت ہوتے ہیں، اور مُردہ جی اُٹھتے ہیں۔ یہ پرکرتی کا نیم بھی ایک وچتر پہیلی ہے۔ ایشور کی مایا میں سب کچھ سامرتھ ہے۔ بیچارے ادھ مرے ادھم کے جسم میں ٹھنڈی وایو کے جھونکوں نے نئی جان ڈال دی۔ ہوش آیا۔ آنکھ کھولی۔ دیکھا کہ چاروں طرف

بیابان جنگل ہے۔ شریر کے روم روم میں درد ہے۔ لیکن واہ رے سچے پریمی۔ اِس نے سوچا۔ ایک دفعہ نہیں، سو دفعہ مریں گے۔ مگر پریم کے نام کو بٹّہ نہ لگائیں گے۔ ؎

پریم پیالہ وہ پیئے جو شیش دکھشنا دے — لوبھی شیش نہ دے سکے نام پریم کا لے

ادھم اُٹھا۔ ادھیں قدمی کرتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ یہاں ہر طرف اُداسی چھا رہی تھی۔ ایک سجن سے پوچھا۔ کہ یہ سنسان کیوں ہے؟ جواب ملا۔ کہ بادشاہ کی اکلوتی بیٹی مر گئی ہے۔ ایک فقیر اسکی موت بن کر آیا تھا۔ اُس کی بددعا نے یہ حال کر دیا۔ اتنا سننا تھا۔ کہ غریب کا کلیجہ دہل گیا۔ جی میں آیا کہ وہ بھی وہاں ختم ہو جائے۔ اور اپنی جان دیدے۔ مگر ساتھ ہی اسے خیال آیا۔ کہ کم سے کم معشوق کی مردہ صورت تو دیکھ لوں۔ اگر جیتے جی ملنے کی اچھا پوری نہیں ہوئی۔ تو مرنے کے بعد تو ایک دفعہ اُس کا درشن کر لوں۔ یہ سوچ کر اُس نے شاہی قبرستان کا پتہ لیا۔ وہاں آیا۔ چوکی پہرے کا بندوبست دیکھ کر ڈرا۔ جیسے کیسے دن گذرا۔ جب آدھی رات ہوئی۔ اور پہرے دار خواب غفلت کی نیند سو گئے۔ تو اس نے قبر کو کھودا۔ مردہ کو پیٹھ پر اُٹھا کر اپنی جھونپڑی میں لے گیا۔ کفن اُتارا۔ لاش کو نہلایا۔ پھر کپڑے پہنائے۔ اور دیوار کے ساتھ اس کو بٹھلا دیا۔ اس کے چہرے میں ذرا بھی فرق نہ آیا تھا۔ بلکہ زندہ کی طرح جلال برستا تھا۔ اور وہ ایسے معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کسی دیوی کی مورتی ہو۔ وہ رو رو کر اس مورتی کے سامنے یوں کہنے لگا۔ مانو وہ سن ہی رہی ہو۔ ؎

اے بُت سنگین دل نا آشنا — کیوں کیا مجھ کو بلا میں مبتلا۔
کیوں دکھا کر ایک دم اپنی پھبن — رنج میں ڈالا تھا اے نازک بدن۔
درد و غم میں اپنے کر کے مبتلا — ایک مدت تک مجھے رسوا کیا۔
عہد کر تجھ کو وفا کرنا نہ تھا — مجھ کو زندہ چھوڑ کر مرنا نہ تھا
تجھ میں کچھ بوئے وفاداری نہیں — یار ہو کر شیوۂ یاری نہیں
تجھ کو گر دنیا سے کرنا تھا سفر — ساتھ مجھکو لینا تھا اے سیم بر
روح تیری باغ جنت کو گئی — نے گئی اس سمت جاں کو بے کلی
حال کی میرے خبر ہے کچھ تجھے۔ — کل نہیں پڑتی کسی کروٹ مجھے
باغ جنت میں کیا تُو نے وطن — میں رہا روتا یہاں ہی جان من
حیف ما عد حیف۔ دیدار حبیب — بعد مرنے کے ہوا مجھکو نصیب

واہ رے قسمت میری۔ واہ۔ واہ
کیسا دکھ مجھ کو دیا۔ آہ۔ آہ

یہ کہہ کر زار زار رونے لگا۔ مورتی کے پجاری بھی اس پرکار اپنی پتھر کی مورتی کے آگے روتے

اور جان کھوتے ہیں۔ کیا ادھم میں مُردہ پرستی آ گئی تھی؟ نہ یہ مُردہ پرست (پجاری) تھا۔ نہ بُت پرست۔ نادان دُنیا کیا جانے اس راز کو۔ اصلی بھید کا اس کو پتہ نہیں۔ نہ مورتی پتھر کی ہے۔ نہ لاش بے جان ہے۔ ساری کرامات تو لگن یا بھاؤ کی ہے۔

رویا۔ رویا۔ اور خوب رویا۔ مُنہ آنسوؤں سے دھویا۔ سُنسان جنگل میں۔ فقیر کا جھونپڑا ہے۔ کون سُنے۔ ہاں سُننے والا پرماتما تو حاضر و ناظر ہے۔ دین دُکھیوں کی سہایتا کرنے والا تو موجود ہے۔ وہ سرو شکتیمان ہے۔ ہر ایک جیو جنتو کے ہر ذرہ میں براجمان ہے۔ وہ سب کا پریرک ہے۔ وہی مُردہ میں جان ڈال سکتا ہے۔ ادھم اب خاموش ہو گیا۔ اور اُس مالک کُل سے دعائیں مانگنے لگا۔ کہ "اے خداوند کریم یا تو میری جان نکال لے۔ یا اس مردہ جسم میں پھر روح ڈال دے۔ تو کیا نہیں کر سکتا؟ تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

سرو شکتی مان دیا ندھان کی دیا

اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو اُس سے مایوس اُمیدوار

ادھر ادھم بے چین ہیں۔ اُدھر مالک کُل (ایشور) کے دربار میں اُنکی پرارتھنا سُنی گئی۔ ایک سوداگروں کے قافلے نے وہاں سے کچھ فاصلے پر ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ رات میں اُنہیں آگ کی ضرورت پڑی۔ جھونپڑے میں آگ روشن تھی۔ سمجھا یہاں کوئی فقیر رہتا ہے۔ اپنے ایک آدمی کو آگ لینے کیلئے وہاں بھیجا۔ وہ آیا۔ ادھم کو اُس کے پاؤں کی آہٹ سُنائی دی۔ ڈرا کہ کہیں پہرے دار ہی لاش کی تلاش میں نہ آ گیا ہو۔ چور کی داڑھی میں تنکا" وہ خوف زدہ ہو کر ایک طرف چھپ گیا۔ وہ آدمی آیا۔ مگر یہاں کی حالت دیکھ کر اُسے نہ صرف تعجب ہوا۔ بلکہ وہ بھی مارے ڈر کے کانپنے لگا۔ آگ جل رہی ہے۔ اور کسی انسان کی لاش اُس کے سامنے بے جان مورتی کی طرح بیٹھی ہوئی ہے۔

وہ اُلٹے پاؤں واپس گیا۔ ساتھیوں کو عجیب و غریب واقعات کا حال سُنایا۔ اُن کے سردار کو اچھا ہوئی۔ کہ اس وچتر پہیلی کا کچھ پتہ لگانا چاہیئے۔ اُس کے ساتھ ایک حکیم بھی تھا۔ تینوں جھونپڑے کی طرف آئے۔ حکیم نے بڑے غور سے دیکھا۔ معلوم کیا۔ کہ لاش میں تو کوئی جان معلوم نہیں ہوتی۔ مگر چہرے کی چمک جیوں کی تیوں بنی ہوئی ہے۔ یہ ایک بڑے تعجب کی بات ہے۔ ممکن ہے کہ یہ عورت مری نہ ہو۔ اور مورچھا کی حالت میں اس کے گھر والے اسے یہاں چھوڑ گئے ہوں۔ یہ کہکر حکیم نے لاش کو اپنے ہاتھوں سے ہلایا۔ شریر میں نشتر لگایا۔ خون بہنے لگا۔ اب تو اس کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ زندہ ہے۔ اس نے اُس کا مُنہ کھول کر حلق کے اندر دوا ٹپکائی۔ اُس نے ہوش میں آکر آنکھیں کھول دیں۔ وہ بڑے تعجب میں رہ گئی۔ رنگ محل ہے۔ نہ نوکر چاکر۔ شرمائی۔ لجائی۔ بالآخر اسے بولنا ہی پڑا۔ اُس نے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ میں کہاں ہوں؟ یہ کونسی جگہ ہے؟ مجھے کون یہاں لایا ہے؟ اُن لوگوں کو

کسی بات کی کیا خبر تھی۔ صرف آگ کی تلاش میں یہاں آنے کی وجہ اور اُس کے زندہ کرنے کا حال کہہ سُنایا۔ اور اس سے پُوچھا۔ کہ کچھ حال تو بتاؤ۔

شہزادی نے اپنی ساری داستان کہہ سُنائی۔ اب ادھم کو بھی یقین ہو گیا۔ کہ یہ پہرہ دار نہیں ہیں بلکہ مسافر ہیں۔ بے دھڑک سامنے آ گیا۔ پہلے اُس موہنی مورتی کو سر نوایا۔ اور پھر سوداگر سے بات چیت کرنے لگا۔

سُنو بھائیو! میں ادھم فقیر ہُوں۔ اس شہزادی کے عشق نے میرا یہ حال کر دیا ہے۔ موتی لانے کا اقرار تھا۔ وزیر بے ایمان اپنے قول و اقرار پر قائم نہ رہا۔ مجھکو مار کر جنگل میں پھینک دیا۔ خُدا کی مہربانی سے میں زندہ بچ گیا۔ پھر شہر میں آیا۔ شہزادی کے مرنے کی خبر سُنی۔ اور جیتے جی دوبارہ مر گیا۔ آخر ہزار دقّت سے جیسے تیسے اسکی لاش کو کھود کر پہرے داروں سے چوری چھپے یہاں لایا ہُوں۔ اور ارادہ یہ تھا۔ کہ اِس کے ساتھ میں بھی جان دیدوں۔ اتنے میں آپ لوگ آ گئے۔ میں نے سمجھا کہ پہرہ دار آ گئے ہیں۔ اس لئے میں چھُپ گیا تھا۔

پھر سوداگر شہزادی سے پوچھنے لگا۔ کہ "حکم ہو تو ہم آپ کو محل میں پہنچا دیں۔ ماں باپ پریشان ہونگے" وہ بولی۔ فقیرنی کو اب محل سے کیا لینا ہے؟ کیا آپ لوگوں کو اس فقیر کے سچے پریم کا ابھی تک پورا یقین نہیں ہُوا۔؟ اس نے میرے لئے یوگ کمایا۔ مجھے اس کی بیراگن بننے کی ضرورت ہے۔ اس نے میری خاطر کیسی کیسی مصیبتیں اُٹھائیں یہ کتنی افسوس اور ظلم کی بات ہوگی۔ اگر میں اس کا ساتھ نہ دُوں۔ اگر اس فقیر نے زندگی اور موت دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دیا ہے۔ تو مجھ پر سو ہزار لعنت ہے۔ جو اس کا ساتھ چھوڑ دوں۔ سچ پوچھو تو مُجھے دوبارہ زندگی۔ اسی نے بخشی ہے۔ نہ یہ یہاں لاتا۔ اور نہ آپ مجھکو دوا دارو کھلا کر زندہ کرتے۔

تینوں یہ بات سُن کر دنگ رہ گئے اپنی شرح شریعت کے مطابق اُسی وقت حکیم نے انکا نکاح پڑھ دیا۔ سوداگر اور نوکر اس پر گواہی ہو گئے۔ اور اب وہ میاں بیوی کی طرح رہنے لگے۔

سوداگر کے قافلے نے تو صبح ہوتے ہی بادشاہ کے ڈر سے کوچ کر دیا۔ کہ شاید اس نکاح کا نتیجہ ان پر کوئی آفت بپا نہ کر دے۔ فقیر اور فقیرنی دونوں اس جھونپڑے میں رہنے لگے۔ وہ باہر جا کر بھیک مانگ لاتا۔ اور دونوں اس پر کار جیون بتیت کرنے لگے۔ بھگوان کی یادمیں لگے رہتے۔ اسی طرح ایک سال گذرا۔ شہزادی کے ایک بہت ہی دِوّیہ رُوپ لڑکا پیدا ہُوا۔ جو شہزادی کے رُوپ سروپ سے بالکل ملتا جلتا تھا۔ ادھم نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔ اب یہ پانچ برس کا ہُوا۔ شہزادی نے کہا۔ اس کو دین کی تعلیم بھی سکھانی چاہئے۔ اس کو لے جا کر مسجد کے کسی مُلّاں کے سپرد کر دو۔ دن بھر وہاں قرآن شریف پڑھا کرے۔ شام کو پھیری سے لوٹتے پر تم اس کو اپنے ساتھ لے آیا کرو۔ ادھم نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور بلخ کی جامع مسجد کے مُلّاں کے پاس لے جا کر

ادھم نے ابراہیم کو اس کے حوالہ کر دیا۔ جب وقت یہ لڑکا قرآن شریف پڑھتا۔ تو سب لوگ سن کر دنگ رہ جاتے کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات "

اب کچھ بادشاہ کا حال سنئیے۔ شہزادی کی موت نے اس کے لئے دنیا اندھیر کر دی۔ اب خدا کی عبادت سوجھی۔ اور ہفتہ عشرہ میں دو تین بار مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جانا شروع کر دیا۔ اور پڑھنے والے چھوٹے چھوٹے بچوں سے قرآن شریف کی آیتیں سن کر ان کو انعام اکرام دیتا۔ اتفاق کی بات ایک دن اس کی نظر ابراہیم پر پڑی اس کی صورت اپنی لڑکی کے ہوبہو مشابہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ لڑکی کی یاد آگئی۔ آنسو نکلنے کو ہی تھے کہ اس نے ضبط کر لیا۔ اور لڑکے کو اپنی گود میں لے کر کہا۔ "قرآن شریف سناؤ،" ابراہیم نے جب پڑھنا شروع کیا، تو آواز ایسی پیاری تھی۔ کہ بادشاہ کا دل تڑپ گیا۔ آواز میں کشش بالکل لڑکی کی تھی۔ بادشاہ سے رہا نہ گیا۔ لڑکے کو چھاتی سے لگا لیا۔ اور دل کھول کر رویا۔ ملاں سے پوچھا۔ کہ یہ کس کا لڑکا ہے؟ اس نے کہا۔ کہ یہ ایک فقیر ادھم کا لڑکا ہے۔ ادھم کا نام سننا تھا۔ کہ بادشاہ کے حواس باختہ ہو گئے۔ وزیر کا ظلم۔ شہزادی کا پریم اور موتیوں کا لانا۔ وغیرہ۔ اس کو سب باتیں یاد آگئیں۔ دل میں سوچا کہ اس میں ضرور کوئی بھید ہے ورنہ اس لڑکے کے ساتھ کیوں اس قدر پریم مجھے ہو گیا ہے۔ کیوں نہ اس لڑکے کو محل میں لے جا کر بیگم کو دکھاؤں۔ ملاں کو کہا کہ میں اس لڑکے کو ساتھ لے جاتا ہوں۔ جب اس کا باپ آئے تو اس کو ساتھ لے کر محل میں آجانا۔

دونوں محل میں آئے۔ بیگم نے چھوٹی عمر کے اس بالک کو دیکھا تو کہا۔ کہ کہیں میری پیٹ جائی لڑکی تو اس لڑکے کا بھیس بدل کر نہیں آگئی؟ وہ بے ہوش ہو گئی۔ لخلخہ سنگھایا گیا۔ ہوش میں آئی۔ عورت تھی۔ دل کے بھاؤ کو روک نہ سکی۔ جلدی سے لڑکے کو اٹھا کر گود میں لے لیا۔ اور پریم میں مگن ہو کر آنسوؤں کے موتی نچھاور کرتے ہوئے۔ لڑکے سے پوچھنے لگی۔ کہ بیٹا۔ تو سچ بتا۔ تو کس کا لڑکا ہے۔ لڑکے نے باپ کا نام بتایا اور پھر ماں کا نام بتایا۔ یہ وہی نام تھا۔ جس نام سے وہ محل میں پکاری جاتی تھی۔ اب تو بیگم کو یقین ہو گیا۔ کہ اس کا دوہتہ ہے لیکن سات برس ہوئے لڑکی تو مر گئی تھی۔ تو کیا فقیر ادھم کی دعا سے وہ پھر زندہ ہو گئی " سب کو بڑا تعجب ہوا۔ دوپہر کے بعد جب ادھم مسجد میں بچے کو لینے کے لئے پہنچا۔ تو ملاں اس کو ساتھ لے کر محل میں پہنچا۔ بادشاہ اور بیگم نے ادھم سے تمام حالات دریافت کئے۔ جن کو سن کر محلوں میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ اس سج دھج کیساتھ بادشاہ بیگم اور سب اہلکار ادھم کے جھونپڑے کی طرف روانہ ہوئے۔ ماں باپ بیٹی تینوں گلے سے ملے۔ بادشاہ اسے گھر لے آیا۔ خوشیاں منائی گئیں۔ بادشاہ نے ابراہیم کو یوراج بنا دیا۔ اب وہ شاہی محل میں لاڈ پیار سے رہنے لگا۔ اور شاہی تعلیم حاصل کرنے لگا۔ ادھم اور شہزادی نے محل میں رہنے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے جھونپڑے ہی کو لوک اور پرلوک دھام کر اسی میں رہے۔ اور ساری عمر مالک کی یاد میں گذاری۔

بادشاہت

اپنے ناناکے پرلوک سدھارنے کے بعد ابراہیم ادھم اُن کے تخت پر بیٹھے۔ راج کاج بڑی شان و شوکت سے کرتے تھے۔ غریب سے غریب آدمی کی داد و فریاد سُنی جاتی تھی۔ وہ حد درجہ کے نیک اور ایشور بھگت تھے۔ ایشور نے ان کو کسی خاص مقصد کیلئے پیدا کیا تھا۔ اسی کارن اُنہوں نے اپنے شاہی ٹھاٹھ کو فقیر گُدڑی میں بدل لیا تھا۔

دیویوگ سے ایک دن تخت پر بیٹھے بیٹھے نیند آگئی۔ سوپن میں کیا دیکھا۔ کہ محل کی چھت زور زور سے ہل رہی ہے۔ اور کوئی آدمی اوپر آرہا ہے۔ آپ نے پوچھا کون ہو؟ جواب ملا۔ "آشنا" پھر پوچھا۔ "یہاں آنے کی ضرورت" اُس نے عرض کیا۔ کہ "میرا اونٹ کھو گیا ہے۔ اُس کی تلاش میں یہاں آنکلا ہوں" بادشاہ ہنسا۔ نادان چھت پر اونٹ کا کیا کام؟ شائد تیری عقل ماری گئی ہے۔ جا کہیں اور جگہ تلاش کر۔ اُس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔" مجھ سے کہیں تو نادان ہے۔ جو اس شاہی ٹھاٹھ۔ اور پوشاک میں خدا کی تلاش کر رہا ہے۔ تیرے ہوش و حواس ٹھیک نہیں۔ ورنہ تو ایسا کام نہ کرتا۔ ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر خدا کی تلاش میں لگ جا۔ اتنے میں حضرت ابراہیم کی آنکھ کھل گئی دل میں ڈرے اور یہ نشچے کیا۔ کہ واقعی خدا کی تلاش ان سب بندھنوں سے مُکت ہو کر ہی کرنی چاہئے۔

دوسرے دن پھر رات کو خواب دیکھا۔ کہ سارا محل جگمگا رہا ہے۔ روشنی اس قدر تیز ہے۔ کہ آنکھوں کو چکا چوند کر رہی ہے۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ایک فرشتہ تخت پر بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا۔ کہ "آپ کیا لکھ رہے ہیں؟" فرشتہ نے جواب دیا۔ کہ میں خدا کا فرشتہ ہوں۔ اور اُن اشخاص کی فہرست بنا رہا ہوں۔ جو خدا کو بہت پیارے ہیں" حضرت ابراہیم نے پوچھا۔ اے خدا کے قریب رہنے والے ذرا دیکھو تو سہی کہ میرا نام بھی کہیں اس فہرست میں درج ہے کہ نہیں؟ اُس نے اپنا بہی کھاتا دیکھ کر کہا۔ کہ "نہیں" آپ بولے بیشک مجھ میں بندگی ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ مگر خدا کے لئے میرا نام بندگانِ خدا کے خادموں میں ضرور لکھ لیجئے۔

دوسرے دن حضرت ابراہیم کو پھر اُسی طرح آدھی رات کے وقت اُسی فرشتے نے درشن دیئے۔ اور کہا کہ اے نیک بخت خوش ہو۔ بندگانِ خدا کے خادموں میں نام درج ہونے کی برکت سے تیرا نام بندگانِ خدا کی فہرست میں سب سے اوّل خدا کے حکم سے لکھا گیا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

فقیری

ایک روز آپ تخت پر بیٹھے راج کاج میں لگے رہے تھے۔ کہ یکایک ایک ننگ دھڑنگ فقیر بے خوفی سے دربار میں آ دھمکا۔ حضرت نے پوچھا۔ "تو کون ہے" اور کس لئے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ یہ مسافر خانہ ہے۔ کچھ دیر یہاں ٹھہروں گا۔ اور پھر اپنی راہ لوں گا۔ حضرت نے کہا تو غلطی پر ہے۔ یہ سرائے یا دھرم شالہ نہیں ہے۔ وہ ہنس کر پوچھنے لگا۔ تم سے پہلے یہاں کون رہتا تھا؟ ابراہیم نے اپنے نانا کا نام بتایا۔ اس نے پھر پوچھا۔ ان سے پہلے یہاں کون رہتا تھا۔ حضرت نے اس بادشاہ کا بھی نام بتایا۔ اس پرکار کچھ دیر سوال و جواب ہوتے رہے۔ پھر فقیر نے ہنسکر کہا۔ کہ جب اتنے آدمی آئے اور چلے گئے۔ تو یہ سرائے نہیں تو اور کیا ہے۔ اچھا بھائی اب میں جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ دربار سے چل کھڑا ہوا۔ ابراہیم بھی اس کے پیچھے چل کھڑے ہوئے۔ بہت دور جنگل میں چلے گئے۔ وہ فقیر کہیں غائب ہوگیا۔ اب انہوں نے اپنی پوشاک اتار دی۔ اور فقیری اختیار کرلی۔ نو برس تک گھور تپسیا کی۔ نوشاہ پور میں ایک بہت بڑی گپھا ہے وہی انکی کٹیا بنی کبھی کبھی جب بھوک ستاتی تو جنگل سے لکڑیاں چن کر شہر میں لے جاتے۔ اور انکو فروخت کرکے روٹی خرید لاتے۔ آدھی کسی فقیر کو یا غریب کو دیدیتے۔ اور آدھی خود کھاکر گذر کرتے۔ سردی۔ گرمی۔ بھوک پیاس کو برداشت کرتے۔ ایک دفعہ سردی انتہا درجہ کی پڑی۔ انہوں نے حسب معمول پربھات کے سمے اٹھ کر ٹھنڈے پانی سے اشنان کیا۔ اور صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ سردی کی وجہ سے نمونیہ اور بخار ہوگیا۔ اور آپ کو اپنی زندگی خطرے میں نظر آئی۔ دل میں خیال آیا کہ اگر کوئی گرم کپڑا یا لحاف ہوتا۔ تو اوڑھ لیتے۔ یہ سنکلپ اٹھنے کی ہی دیر تھی۔ کہ آپ کو معلوم ہوا۔ کہ کسی نے ان کو پیٹھ پر گرم دوشالہ ڈال دیا ہے۔ سردی سے چھٹی ملی۔ سو گئے۔ آنکھ کھلی۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اژدھا (بہت بڑا سانپ) ہے جس نے آپ کو گرمی پہنچائی ہے۔ آپ نے خدا سے پرارتھنا کی۔ کہ اے خداوند کریم۔ آپ نے دیا کرکے میرے آرام کے لئے اسے بھیجا تھا۔ لیکن اب مجھے یہ کال روپ نظر آرہا ہے۔ مجھے اس قدر آزمائش میں نہ ڈال۔ اسی وقت اژدھا پیٹھ سے اتر کر کہیں غائب ہوگیا آپ اٹھے۔ اور مکہ شریف کی طرف چل نکلے۔ اور وہاں چودہ سال تک تپسیا کی مکہ شریف میں رہ کر حضرت ابراہیم جنگل سے سوکھی لکڑیاں لے آتے۔ اور انہیں فروخت کرکے اپنا پیٹ پالتے۔

بیٹے کی ملاقات۔

جب آپ بلخ سے روانہ ہوئے تھے۔ تو آپ کا ایک چھوٹی عمر کا لڑکا تھا۔ جب وہ تھوڑا بڑا ہوا۔ تو اس نے ماں سے اپنے باپ کا پتہ پوچھا۔ اس نے کہا سنا جاتا ہے۔ کہ وہ آجکل مکہ شریف میں رہتے ہیں۔ بچے نے کہا۔ اماں جان چلو۔ ان کے دیدار بھی کرینگے۔ اور مکہ شریف کی یاترہ بھی ہو جائیگی۔ ماں کی اجازت پاتے ہی سارے شہر بلخ میں منادی کرادی گئی۔ کہ جو شخص حج کے لئے

جانا چاہیے۔ اس کا سارا سفر خرچ شاہی خزانہ سے ملے گا۔ منادی ہوتے ہی چار ہزار آدمی مکہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ وہاں جا کر کچھ فقیروں سے پوچھا۔ کہ حضرت ابراہیم کہاں رہتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ وہ تو ہمارے پیر مرشد ہیں، اب جنگل میں لکڑیاں لینے گئے ہوئے ہیں۔ لڑکا اُن کی تلاش میں جنگل کی طرف روانہ ہُوا۔ ایک بوڑھے آدمی کو لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لاتے ہوئے دیکھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن ضبط کیا۔ اور اُن کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ انہوں نے حسب دستور لکڑیاں بازار میں فروخت کیں۔ اور روٹی خرید کر کچھ (فقیروں میں) بانٹ دی۔ اور کچھ کھائی۔ اور پھر پاٹھ پوجا میں لگ گئے۔ نماز کے بعد اُس لڑکے کی طرف پریم درشٹی سے دیکھا۔ اور قدرتی محبت جاگ آئی۔ سچ ہے اولاد کا موہ بڑا زبردست ہوتا ہے۔ چاہا۔ کہ اس کو گلے لگا لے۔ لیکن آسمان کی طرف درشٹی کی۔ اور خدا سے دُعا مانگی۔ کہ اے خدا۔ مجھے امتحان میں نہ ڈال۔ میں اب دُنیا کے بندھن میں پڑنا نہیں چاہتا (اتنا کہا ہی تھا کہ) اُسی وقت لڑکے کے پران پکھیرو اُڑ گئے۔ ؎

ابراہیم ادھم ویے وانگوں جاگ توں کرے کنارا

پُتر مرن قبول کیتو سُو، نہ چھڈیا اُس پیارا

حضرت ابراہیم پُورن تیاگی۔ اور کامل فقیر ہوئے۔ انہوں نے چالیس سال گھوم پھر کر لوگوں کو راہ راست پر لا کر نیکی کا راستہ دکھایا۔ فقط۔

بحر بقا

از قلم شری لکشمی چند گرو ورمہ شاہد

آغوشِ موت میں زیست بڑھتی نکھرتی دیکھی

جائے حیرت! یہ ذات اُچھلتی پھدکتی دیکھی

آنکھوں سے اوجھل پرے لگا کہ گہرا غوطہ

بحر بقا سے یہ پھر اُبھرتی مچلتی دیکھی

گرو ورمہ۔ شاہد

قطعہ

تیری فرقت

رو رو کے تیرے غم میں مرا جاتا ہُوں

ہنس ہنس کے غمِ فرقت کے نوا گاتا ہُوں

غم و رونے سے ہوتا ہے کثافت سے وضو

دھو دھو کے کثافت میں خدا پاتا ہُوں

شاہد

اوم

کرم یوگ

شری لکھشمی چند گرور ..
شاہد دہلی

عام اصطلاح میں یوگ چت یا من کی برتیوں کے نرودھ کو کہا جاتا ہے۔ یوگ کا اصلی مدعا آتما اور پرماتما کا ملاپ ہے۔ جیو کا بھگوان کے ساتھ مل جاتا ہے۔

یوگ کی کئی قسموں کا ذکر شاستروں میں آیا ہے۔ کرم یوگ۔ بھگتی یوگ۔ راج یوگ۔ اور گیان یوگ عام طور پر زبان زد خلائق ہیں۔ بھگتی یوگ من کو ایک ایسے اونچے معراج پر پہنچاتا ہے جہاں دوئی کا نام و نشان تک نہیں رہتا ہے۔ شروع شروع میں بھگتی یوگ میں دویت بھاؤ رہتا ہے۔ بھگت اپنے اشٹ دیو کی پوجا یا ارادھنا انتر بھاؤ۔ مثلاً پتی بھاؤ وداسی بھاؤ میں کرتا ہے۔ اور اپنے اشٹ دیو یا پرماتما میں ایسا ولین ہو جاتا ہے۔ کہ اس کی اپنی الگ ہستی نہیں رہتی۔ گیان یوگ جس کی غرض و غایت اپنے آپ کو پہچاننا ہے۔ کی بھی یہی معراج ہے۔ گیانی کو ستھول و سوکھشم جگت ایشور کا روپ بھاسنا ہے۔

طالبان حق کے لئے گیان کے شکھر پر پہنچنے کے لئے کرم یوگ ایک پہلا اور ابتدائی زینہ ہے۔ جس پر سالک یا سادھک بتدریج چلتا ہوا اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔

کرم کرنے کے ہنر کو کرم یوگ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یعنی اپنے دھرم و ورن آشرم کے مطابق بلند کام طور پر تمام کاریہ کو حسن و خوبی سے تکمیل دینے کے طریق کو کرم یوگ کہتے ہیں۔ فطرتاً کوئی شخص کرم یوگ کرنے سے نہیں چھوٹ سکتا ہے۔ کھانا پینا۔ سانس لینا وغیرہ سب کرم کے دائرے میں آجاتے ہیں۔ جب اصلیت یہ ہے تو انسان پر فرض ہو جاتا ہے۔ کہ وہ برے اور مذموم افعال کے سرزد کرنے سے اجتناب یا پرہیز کرے۔ اور ہر اس کرم کی طرف راغب ہو۔ جو اسکی روحانیت کے جذبہ کو بڑھانے میں ممد و مددگار ثابت ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ برے افعال کون سے ہیں۔ ہر وہ فعل جسکے کرتے میں من میں خوشی نہ ہو۔ اور خلق خدا کی بھلائی کے منافی ہو۔ مختصر طور پر برا کام یا فعل کہلاتا ہے۔ ہر وہ فعل جسکے کرنے میں خوشی ہو۔ اور شاستری کتب وید۔ سمرتی آدی و گوروکے احکام یا تلقین کے مطابق یا اپنی ضمیر کے انوکول ہو۔ اچھا فعل یا کرم کہلاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر وہ فعل جو مذموم ہو۔ اور جس میں خود غرضی کا لیش ماتر ہو انسان کو نہیں کرنا چاہئے۔ کرم یوگی کے متعلق جناب اخگر صاحب کا کہنا ہے۔ ؎

جس کے قول و فعل میں کوئی غرض پنہاں نہیں
فرض کے بدلے میں جو انعام کا خواہاں نہیں

جلوہ گر ہے جسکے دل میں ایشور کی پاک ذات
جس نے دل سے دور کر رکھی ہیں جھوٹی خواہشات

جو کسی سے فرض کی تکمیل میں ڈرتا نہیں
دل میں یہ سمجھے کہ کوئی کام خود کرتا نہیں

نشکام کرم کی مہانتا پر بھگوان شری کرشن مہاراج نے گیتا میں بہت زور دیا ہے۔

جناب اخگر صاحب کا کہنا ہے۔ ؎

کام میں جو خود غرض ہوتا ہے وہ مکار ہے
بے غرض جو کام کرتا ہے وہ نیکو کار ہے

سنت ونوبا بھاوے جی کا کتھن ہے۔ "نشکام کرم یوگ (بے لوث کام) میں انوکھی طاقت ہے۔ ایسے کرم سے خود اپنا اور سماج دونوں کا بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ فرض کے پورا کرنے والے کرم یوگی کا جسمانی سفر تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ مگر کام میں ہر وقت لگے رہنے سے اس کا جسم بے روگ اور تندرست بھی رہتا ہے۔ اسکے اس عمل کی بدولت اس سماج کو جسمیں وہ رہتا ہے۔ فلاح و بہبود ہوتی ہے۔ خود کو بھول کر اپنے آس پاس کے سماج سے ہم آہنگ ہونے والے کرم یوگی جس سماج میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس میں خوش نظمی خوشحالی و لطف رہتے ہیں۔"

کرم تین طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) سکام کرم۔ (۲) سکام اور نشکام۔ ملا جلا کرم۔ (۳) خالص نشکام کرم نشکام بھاؤ سے کرم کرنے والا انسان معمولی انسان نہیں وہ تو یوگی ہے۔ عارف ہے۔ مہاتما ہے۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

فعل سے وابستگی واجب نہیں تیرے لئے
فرض کی تکمیل کو۔ خواہش صلہ کی چھوڑ دے

کامیابی اور ناکامی کو یکساں جان لے
عارفوں کی زندگی کٹتی ہے اطمینان سے

نشکام بھاؤ سے کام کرنے والے انسان کا دل خوبصورتی سے معمور ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دل میں ایسی طاقت پیدا ہوتی ہے جو اسکی انتہائی خوشی کا باعث ہوتی ہے۔ دراصل یہی کرم کے قانون کا اصلی مطلب ہے جب دل لطیف ہو جاتا ہے تو وہ برہم گیان کا ادھیکاری ہو جاتا ہے۔ سچ پوچھئے صفائے قلب۔ گیان کے بند دروازے کی ایک چابی ہے۔ ایک مہاتما کا کتھن ہے۔ کہ "گیانی کو یہ ہدایت ہے کہ وہ وحدت کی نظر سے ہر شئے کو دیکھے۔ جس طرح بھگت کو ہدایت ہے کہ جملہ دھرموں کو چھوڑ کر ایک بھگوان کا ہو رہے۔ اسی طرح کرم یوگی کو ہدایت ہے کہ وہ اپنے جملہ کرم بھگوان کے ارپن کر دے۔ جملہ کرم بھگوان کے ارپن کرنے سے من و مائی کو پہلے چھوڑنا پڑیگا۔ جب انسان میں من و مائی کا دخل نہ ہوگا۔ وہ لازمی طور پر اسی درجہ میں پہنچ جائیگا جس پر گیانی۔ بھگت اور راج یوگی پہونچتا ہے۔"

قدرت سے ہمیں نشکام کرنے کی تلقین ملتی ہے۔ سورج روشنی پردان کرتا ہے۔ چاند اپنی چمک سے نباتات میں شیرینی پیدا کرتا ہے۔ درخت پھل دیتے ہیں۔ ہوا چلتی ہے۔ بارش برستی ہے۔ یہ سب اپنے لئے کچھ نہیں کرتے۔ بلکہ خلق خدا کی بہتری و بہبودی کا راز اسمیں مضمر ہے۔ دیکھئے ہر شئے اپنا کام نہایت خوش اسلوبی اور باقاعدگی سے نشکام طور پر کر رہی ہے۔ نا کہ کوئی احسان جتانے کے لئے۔

بھگوان شری کرشن مہاراج جی نے گیتا میں کہا ہے۔ کہ تمہارا ادھیکار پھل کی اچھیا کو تیاگ کر صرف کرم کرنے تک سیمت ہے۔ اس پرمنش کو واجب ہے کہ وہ پھل کی چاہ نہ کرتا ہوا اسکتی سے رہت کامرانی اور ناکامیابی سے بے نیاز ہو۔ اور اُن کو برابر سمجھتا ہوا یوگ میں سنتھت ہوکر کام کرے اور یہ سمتو بھاؤ ہی یوگ کا نام پاتا ہے۔

کرم اپنی قدرتی تقسیم کی وجہ سے تین طرح کے ہیں۔ (۱) سنچت۔ (۲) پراربدھ۔ (۳) کریمان۔ سنچت اُن کرموں کو کہتے ہیں۔ جو جمع کئے ہوتے ہیں۔ یعنی یہ وہ کرم ہیں جن کا نتیجہ موجودہ وقت میں نہیں مل رہا آگے ملے گا۔ بس یہی سنچت کرم آگے چل کر پراربدھ بنتے گا۔ کریہ مان کرم وہ کرم ہیں۔ جو ابھی کئے جا رہے ہیں۔ ان میں سے بہتوں کی سزا و جزا اسی وقت مل رہی ہے۔ چند ایک کرم سنچت ہو رہے ہیں۔ جو آئندہ وقت پراربدھ بن جائیں گے۔ سنچت۔ پراربدھ اور کریہ مان کرم ایک دوسرے کی کڑی کا کام دیتے ہیں۔ کرم کی گتی گہن ہے۔ اور اس کا مسئلہ بڑا پیچیدہ ہے۔ کرم کی بنیادی بات یہ ہے کہ یہ پھل دینے میں اچوک ہے۔ کوئی کرم کیا جائے۔ یا بیج بویا جائے۔ اسکے پھل پیدا نہ کرنے میں کسی کی طاقت نہیں ہے ہاں اگر کرم پوری طرح پرنشکامتا اور بے غرضی سے کیا جائے تو اسمیں اچھے یا بُرے پھل دینے کی شکتی مفقود ہو جاتی ہے۔

آخر کرم کسے کہتے ہیں۔ یہ ہے کیا چیز؟ اسکی بنیاد کس پر ہے۔ عام زبان میں کرم کہتے ہیں کام کرنے کو۔ کرم تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) مانسک (دلی) (۲) واچک (زبانی)۔ (۳) شریرک (جسمانی) کرم کی بُنیاد خیال ہے۔ ایک انسان کے دل میں بُرا خیال پیدا ہوا۔ اُس کے پیدا ہوتے ہی اس کے دل کو (زہریلا) مسموم بنا دیا۔ اب وہ کسی دوسرے کے ساتھ بدسلوکی کرے یا نہ کرے۔ خیالی طور پر اس نے جو کچھ کرنا تھا کر چکا۔ چاہے اُسپر اثر ہو یا نہ ہو جس انسان کے دل میں نیکی کے خیالات مجتمع رہتے ہوں اور دل کا نیک ہے۔ اُس پر بُرے انسان کے بُرے خیالات اثر پذیر نہیں ہوتے نتیجہ کے طور پر جو بُرے خیالات کی دھارا اس کی طرف بھیجی گئی تھی۔ وہ کہیں اپنے رہنے کی جگہ نہ پا کر واپس لوٹ گئی۔ اور بھیجنے والے کے دل میں مقام بنا لیا۔

اب بد قولی یا بد زبانی کی نسبت سنو۔ جب تک کسی آدمی کا دل زہریلا نہ ہوگا۔ اُسکی زبان سے بُرے الفاظ نکل نہیں سکتے۔ اسمیں کسی قسم کی گنجائش نہیں ہے۔ بدزبانی کی صورتیں ہیں کسی کو بدنام کرنا ناحق تہمت لگانا۔ دل دُکھانا وغیرہ وغیرہ۔

شاریرک کرم کی بنیاد بھی دل میں ہے۔ جب خیال زبان پر آتا ہے تب ہی بدکلامی کی سوجھتی ہے۔ بس یہاں ہی خیال کا جذبہ کارفرما ہے۔ ان سچائیوں کے پیش نظر یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ انسان اپنے اندر نیک خیالات کو جگہ دے۔ نیک خیالات جاگزیں ہونے کے لئے نیک صحبت

اور اچھی و عمدہ کتابوں کا مطالعہ امرت کا کام کرتے ہیں۔

ایک فلاسفر کا وچار ہے کہ آدمی حالات و ماحول کی پیداوار ہے۔ یہ بات کچھ حد تک ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن پُورے طور پر ٹھیک نہیں ہے۔ اتہاس میں ان مہاپرشوں کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ جنہوں نے اپنے کارہائے نمایاں سے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے۔ کہ انسان کرم کرنے میں مختار الفعل ہے۔ لیکن کرم کے پھل بھوگنے میں آزاد نہیں ہے۔ تب ہی تو کہا گیا ہے۔ ؎

خود مختار فاعل

اسیر حلقۂ لیل و نہار ہوں میں" کہتے ہیں۔ عاصی و گنہگار ہوں میں"

"پابند کہاں ؟ خود مختار ہوں میں" کہتا ہے شاہد۔ ہاں حقیقت ہے یہی

کرم یوگ کی فضیلت کو بھگوان کرشن مہاراج نے بار بار گیتا میں دہرایا ہے۔ بھگتی اور گیان انفرادی طور پر انسان کو اونچے درجے پر پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ کرم یوگ سے انسان اپنے من کو پوتر کر کے اور اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے کے ساتھ ساتھ خلق خدا اور دُنیا کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ یہی کارن ہے کہ لوکمانیہ تلک جی و دیگر بے شمار فلاسفر بھگتی اور گیان پر فوقیت دیتے ہوئے کرم یوگ کی سراہنا کی ہے اور اُن کے وچار میں کرم یوگ ہی گیتا کا اصلی سندیش ہے۔۔ اوم شم۔

نقل خط منجانب شری ۱۰۸ سوامی شاشوت آنند جی مہاراج بنام شری گورکھ ناتھ نندہ

از رشی کیش، بھگوان بھون ریلوے روڈ۔ مورخہ ۲۱/۱۱/۵

پرم پیارے آتمن - اوم آنند۔

کرپا پتر آپ کا کل ہمیں یہاں آتے ہی ملا۔

[illegible] بہت محنتی، ایماندار، نیک خصلت اور اُدچیہ دھارمک سنسکاروں اور مہاپُرشوں کا شردھالو وکتی ہے آپ نے [illegible] کام سونپ کر بالکل درست قدم اُٹھایا ہے۔ آپ کی زیر نگرانی وہ ادبی رسالہ کے کام سے روشناس ہو جاوے [illegible] آرام کا ہے کیونکہ بڑھاپا اور روگی شریر ہے۔ جہاں تک سمجھو ہو اب بقایا جیون کیول پرماتما [illegible] مناسب ہے۔

[illegible] عزیزہ اُرملا رانی بھی عملی طور پر پتی وتا اور ماتو کی جیون بنا کر پربھو پر بھروسہ رکھ کر اپنی [illegible] کی گاڑی کے دو پہیے کے بالکل ہمرکاب ہو کر چل رہی ہے [illegible] بہت [illegible] بہت ہو گیا اور ماتا پتا کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ یہ سب آپ کے پُنیہ پرتاپ کا پھل ہے [illegible] ستسنگ میں رہ کر آپ نے پراپت کیا ہے۔ ہماری تو سدا ہی مانسک اِچھا ہے کہ آپ سب جاتی کے ویک بچہ اس کا پرکاش سر تر پھیلاتے رہیں۔ فقط

شاشوت آنند تیرتھ

تو اور میں

از قلم کوی لوکناتھ ورل دہلی

تیرے اُونچے نیلے پتھ پر ۔۔۔ رنچھ رنچھ جائیں تارے
سیس اُٹھاکر دیکھیں تجھ کو ۔۔۔ پرشوت شکھر بچارے

تیرے میگھ ورن کے سنمکھ ۔۔۔ ناچیں بن کے مور
دیکھ تیرا مکھ چندر ہوں شیتل ۔۔۔ سب ستپت چکور

تیرے چرن پکھارنے کو ۔۔۔ سندھوئیں سب سرتائیں
دھو دھو کر پد پدم اُٹھے ۔۔۔ سوئے بھاگ جگائیں

کرنوں کی مالائیں لے کر ۔۔۔ نت پرتی اُوشا آئے
تیرے سنمکھ سندھیا بالا ۔۔۔ گیت وداع کے گائے

تاراگن کے دیپ جلاکر ۔۔۔ ہاتھ میں لے کر آرتی
رجنی دیوی آکر تیری ۔۔۔ آرتی سدا اُتارتی

شیتل مند سگندھ سمیر ۔۔۔ کرے نت تیری پوجا
چندن چرچت انگ شریر ۔۔۔ کرے نہ کوئی دُوجا

ون اپون کے [illegible] ۔۔۔ آکر تجھے رجھائیں
اپنی اپنی بولی میں سب ۔۔۔ اپنے بول سنائیں

ہے اسمرتھ تیرے گن گانے
میں جگ کا ہر پرانی
تیرے سامنے شیش شاردا
کی بھی کنٹھت وانی

تیری بھرکٹی کرتی سرجن
اور پرلیہ کی لیلا
تیرے اک سنکلپ سے ہوتی
استت اُدے کی لیلا

تُو ہے سرو کلا سمپورن
تُو اک رس سرویشور
تُو ہے پرم پتا پرماتما
تُو سچا پرمیشور

تُو سنسار میں گپت ہے انشی
میں ہوں انش اجاگر
میں اک نٹ ہوں جگت منچ پر
تُو پریتم نٹ ناگر

تُو اسیم ہے تُو اپار ہے
تُو ہے پربھو اننت
میرے اُر آنگن میں آ جا
بن کر سدا بسنت

میں دھرتی کا رج کن ہوں
تُو امبر کا اجیارا
کرپا کا مینہ سے برسا دے
اب تو اوی رل دھارا

ٹوٹا منکا اپنی مالا میں
اب سو یم پرو لے
یہ دل تیرا ہو نہ سکا
تُو ہی اس دل کا ہو لے

مہرشی رمن

مہرشی رمن کا جنم نام بنکٹ رمن تھا۔ ان کا جنم ۱۸۷۹ء میں متھرا کے قریب ایک گاؤں میں ہوا تھا۔ ان کے پتا سُندرم امر دھارمک خیالات پُرش تھے۔ اُن کے کئی پُوروج سنیاسی ہو چکے تھے۔ لیکن بنکٹ رمن کا رجحان دھرم میں نہ ہو کر پڑھنے اور کھیلنے کی طرف تھا۔ ان کی شدت روی سے بھی سب پریشان تھے۔

بنکٹ رمن جب سولہ برس کے تھے۔ تو ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ اُنکے ایک بوڑھے رشتہ دار متھرا، جہاں وہ اپنی ماتا اور بھائی بہنوں کے ساتھ رہنے لگے تھے۔ آئے اس بات کا علم ہو جانے پر کہ وہ اروناچل سے آتے ہیں۔ نوجوان بنکٹ رمن کا دِل خوشی سے اُچھل اُٹھا۔ اس کے بعد انہوں نے تامل سنتوں کی کتھائیں بھی پڑھیں مگر یہ تاثرات ان پر زیادہ دیر نہ رہے۔ وہ پھر اپنی پڑھائی اور فٹ بال جیسی کھیلوں میں مشغول ہو گئے۔

ان کے جیون میں ایک اہم موڑ آیا۔ ۱۶ برس کی عمر میں۔ خود ان کے الفاظ میں — ایک دِن مرتیو کے خوف نے مجھے گھیر لیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں مرنے جا رہا ہوں لیکن مجھے ڈاکٹروں کے پاس جانے کی چنتا تھی۔ نہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بلانے کی۔ میں سوچنے لگا۔ مرنے پر شریر مُردہ ہو جائے گا۔ لیکن اس کے بعد ؟ اور میں نے مرتیو کی تشخیص شروع کر دی ۔۔۔ آگے کیا ہوتا ہے یہ جاننے کے لئے میں نے اپنا سانس روک لیا اور منہ بالکل بند کر لیا۔ اور طے کیا منہ سے کوئی بھی لفظ "میں" لفظ بھی نہیں نکالنا چاہئے۔ اب اس شریر کو شمشان میں لے جا کر جلا دیا جائیگا۔ لیکن اس پر کیا "میں" ہے۔ یہ شریر شانت اور جڑ ہے۔ لیکن اس شریر کے بغیر بھی میں اپنے اندر "میں" کی آواز سن سکتا ہوں اور اپنی سچائی کی پوری طاقت کا احساس کر سکتا ہوں۔ اس لئے یہ "میں" ہی وہ ہے۔ جو ہمارے اندر ہے۔ شریر مر سکتا ہے۔ لیکن اندر کی آتما نہیں مرتی۔ میں وہی اُمر آتما ہوں۔"

اس احساس کے بعد بنکٹ رمن کا دِل سنسار کی تمام چیزوں سے آزاد ہو گیا اور اُن کا بیشتر وقت بھگوان کی حقیقتوں کا راز جاننے ۔۔۔ میں ہی گذرنے لگا۔

انکی یہ حالت دیکھ کر ان کے رشتہ دار اور سکول کے ادھیاپک ان پر ناراض رہنے لگے۔ کہ آخر ایک دِن کسی کو بتائے بغیر اروناچل جانے کا فیصلہ کر لیا۔ سکول جاتے وقت ان کے بھائی نے اپنی فیس جمع کرانے کے لئے پانچ روپے دیئے۔ میں اپنے پتا کی کھوج میں۔

بنکٹ رمن نے ان میں سے تین کا ینرودتاملے کا ریل کا ٹکٹ خریدا اور باقی دو روپے اور بھائی کے

نام پتر چھوڑ کر نکل پڑے "میں اپنے پتا کی کھوج میں اور اُنکی آگیا کا پالن کرنے جا رہا ہوں۔ یہ ایک پتر اُپ کرم کا آرمبھ ہو رہا ہے۔ اس لئے کسی کو اس بات پر چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرے آپکی فیس ادا نہیں کی گئی ہے دو روپے اس پتر کے ساتھ رکھے ہوئے ہیں۔"

خود کو "یہ" بتا کر اور دستخطوں کی جگہ پر "...." لکھ کر نیکٹ رمن نے یہ جتا دیا تھا۔ کہ اب وہ کوئی ویکتی نہیں ہے بلکہ برہم میں لین آتما ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کبھی اپنے بارے میں "میں" کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اور ہمیشہ "یہ" "اس" وغیرہ لفظوں کا ہی استعمال کرتے تھے۔

اُرونا چل پہنچکر انہوں نے اپنا سر منڈوا لیا۔ ایک لنگوٹی کے علاوہ باقی تمام کپڑے جلا دیئے۔ اور جو کچھ پاس تھا۔ وہ غریبوں میں تقسیم کر دیا۔ ان تمام چیزوں کا تیاگ کر کے وہ اس دکھاوے سے آزاد ہونا چاہتے تھے۔ کہ شریر ہی "میں" ہے۔ مندر کے ایک اندرونی کمرہ میں وہ کئی ہفتوں تک بالکل مون رہے۔ گھنٹوں سمادھی میں لین رہتے۔ ایک بھلا ان پر رحم کھا کر اُنہیں کھانا دے جایا کرتی تھی۔ مگر گرد و نواح کے بچے اُن پر پتھر پھینک پھینک کر ان کا مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ ان بچوں کی شرارتوں سے بچنے کے لئے وہ ایک گندے اور تاریک گڑھے میں چھپ کر رہنے لگے۔ جہاں بچھو۔ مچھر۔ اور چیونٹیاں انہیں تنگ کرنے لگیں۔ لیکن شرارتی بچوں نے انہیں یہاں بھی آرام وچین سے نہ بیٹھنے دیا۔

ایک بھگت نے انہیں اس گڑھے سے نجات دلا کر مندر کے ایک کمرے میں جگہ دے دی۔ وہ بھگت دس دس گھنٹے تک بھگتی میں لین رہنے والے اس نوجوان سوامی کا دھیان رکھتے اور انہیں زبردستی بھوجن کھلا کر زندہ رکھتے۔ سوامی جی کو ہر وقت بھگتی میں لین دیکھکر کئی بھگت ان کے پاس آ کر بیٹھنے لگے۔ سوامی جی کے پرتی ان کی شردھا اس قدر بڑھ گئی۔ کہ وہ انہیں ایک مندر میں لے گئے۔ جہاں پلنی سوامی کے نام کے ایک سادھو نے ان کی سیوا کرنے اور دھرم گرنتھ سنانے کی ذمہ داری خود سنبھال لی۔ وہ سادھو بیس برس تک ان کی سیوا میں لگا رہا۔

عام لوگوں کی نگاہ سے بچنے اور اپنے مون برت کو اکھنڈت رکھنے کے لئے وہ اپنا استھان بدلتے رہے۔ آخر وہ اُرونا چل پربت کے دامن میں اس مقام پر آ گئے۔ جو ان کی زندگی کے آخری ایام تک ان کا مستقل آشرم بنا رہا۔

اس طرح بالکل مون رہ کر انہوں نے تیس برس گذار دیے۔ اس عرصہ کے دوران ان کا شریر سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ اور ان کا جسم ہر وقت دھول مٹی سے اٹا رہتا تھا۔

ان کی ایسی حالت کے دوران میں ان کے چچا اور بھائی نے کئی بار انہیں منا کر واپس لے جانے کی کوشش کی مگر ہر بار انہیں مایوس ہو کر ہی لوٹنا پڑا۔ ایک بار جب بوڑھی ماں نے آنسو بہاتے ہوئے بیٹے سے گھر لوٹ جانے کا اصرار کیا۔ تو ایک شش شیہ کے بار بار کہنے پر انہوں نے تحریری جواب دیا۔ "جو ہونا ہے وہ ضرور ہوگا۔"

اور جو نہیں ہونا وہ کبھی نہیں ہوگا۔ اس کے لئے چاہے کوئی کتنی بھی کوشش کیوں نہ کرے۔ اس لئے مون دھارن کرنا ہی سرو اُتم ہے۔

سنہ ۱۸۶۶ء میں مہرشی کے بائیں کندھے پر ایک گانٹھ سی دکھائی دی۔ جو بعد ازاں بڑھ کر کینسر کے پھوڑے کی صورت اختیار کر گئی۔ ڈاکٹروں کے مطابق ان کا جیون ان کا بازو کاٹ کر ہی بچایا جا سکتا تھا۔ لیکن مہرشی نے جواب میں مسکرا کر کہا۔

"جسم خود ایک روگ ہے۔ اس کا انت ہونا ہی چاہیئے۔ انگ کیوں کاٹا جائے۔"

پورے دو سال تک وہ اس مہلک مرض میں مبتلا رہے۔ جب یہ پھوڑا ابھرتا آپریشن کے ذریعے اُسے ہر بار کاٹ دیا جاتا۔ انہیں بے حد تکلیف تھی۔ مگر ان کا دھیان اس طرف کبھی نہیں گیا۔ علاج بھی انہوں نے اپنے بھگتوں کے اصرار پر ہی شروع کرایا تھا۔

ان کی ۷۲ ویں ورش گانٹھ کے دن ارونا چل میں کن گائن ہو رہا تھا۔ کہ انکی نبض اچانک بند ہو گئی۔ اور چند ہی لمحات میں وہ اس دنیا کو چھوڑ گئے۔"

یادِ خدا

مرسلہ شری تیرتھ رام دیوانہ کلیان

(شری آذر جالندھر)

مسجد میں پڑھ رہے ہیں تیری نماز قاری
مندر میں پوجتے ہیں تجھکو تیرے پجاری

طائر چمن بھی مل کر گُن تیرے گا رہے ہیں
تجھ کو پکارتے ہیں تجھکو بلا رہے ہیں

دیتی ہے پتی پتی گل کی پیام تیرا
ہر خار کی زباں سے سنتا ہوں نام تیرا

لطف و کرم سے تیرے دریا میں ہے روانی
تیری ہوا کے بل پر لہرا رہا ہے پانی

جلوے سے تیرے جنگل پُرنور ہو رہا ہے
جس کوہ پہ نظر کی وہ طور ہو رہا ہے

تیری ضیا سے روشن خورشید بھی قمر بھی
محفل طرازِ عالم ہاں اک نظر ادھر بھی

آذر کو ایسا دل دے جو حق سے باخبر ہو
وہ آنکھ دے کہ جسکی تحقیق پر نظر ہو

نیچر کے منظروں میں شانِ کمال دیکھوں
ہر گل میں ہر شجر میں تیرا جمال دیکھوں

رباعیات

آذر

مرسلہ شری تیرتھ رام دیوانہ تاون

(۱)

جو راز کہ ہر اک سے نہاں ہوتا ہے
سچ یہ ہے کہ آنکھوں سے عیاں ہوتا ہے
موتی ہے محبت کی زباں آنکھوں میں
آنکھوں سے محبت کا بیاں ہوتا ہے

(۲)

پیسے کے ہیں دنیا میں طلبگار بہت
بن جاتے ہیں پیسے سے یہاں یار بہت
پیسہ ہو اگر پاس تو پھر اے آذر
غمخوار بہت مونس و دلدار بہت

(۳)

آ روح کی پرواز دکھائیں تجھکو
آ عالم بالا پر اُڑائیں تجھکو
جو دیکھنے والوں نے نہ دیکھا ہو کبھی
آ۔ آج وہ منظر بھی دکھائیں تجھکو

(۴)

اچھوں کی برائی جو کیا کرتے ہیں
اچھوں کی برائی جو سنا کرتے ہیں
وہ لوگ حقیقت میں برے ہیں آذر
وہ لوگ حقیقت میں برا کرتے ہیں

(۵)

یہ زور ہے عالم میں جفا کاروں کا
اس عہد میں ہے زور ستمگاروں کا
زر داروں کی محفل ہے یہ دنیا آذر
اس میں کوئی پرساں نہیں ناداروں کا

(۶)

یارب تو ہمیشہ کی خوشی دے مجھکو
یارب تو ہمیشہ کی ہنسی دے مجھکو
گر رکھنا ہے زندہ مجھے اس دنیا میں
مولا میرے تو زندہ دلی دے مجھکو

(۷)

منعم نظر آتے ہیں یہاں مال میں مست
مفلس نظر آتے ہیں یہاں کھال میں مست
مستی سے نہ دیکھو گے کسی کو خالی
ہر ایک نظر آئیگا اک حال میں مست

(۸)

دولت کو سنبھال نہ قوت کو سنبھال
عزت کو سنبھال نہ عظمت کو سنبھال
سب کچھ یہ سنبھل جائے گا آذر
تجھ سے جو سنبھل جائے طبیعت کو سنبھال

دنیا میں جو انسان کو راحت ہوتی
دنیا میں جو آرام کی صورت ہوتی
سوچو تو سہی دل میں تم اپنے آذر
کیوں جانے کی دنیا سے ضرورت ہوتی

اوم

بھگوان کے اننیہ بھگت
شری رُوپ اُور سناتن

بھارت ورش کی بھومی پر ایشور کی خاص انُوگرہ ہے۔ دیگر دیشوں میں تو بھگوان اپنے پیغمبر بھیجتا ہے لیکن بھارت کے بھگتوں اور سنتوں کے اُدھار کرنے کیلئے کرشن اور رام کے رُوپ میں خود پرگٹ ہوتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے بھگت اپنا تن من دھن بلکہ اپنا آپ بھی اپنے پیارے پربھو کے لئے ارپن کر دیتے ہیں۔ وہ بھگتی کی آخری منزلیں طے کرتے ہوئے گیان کی چوٹی پر پہنچ جاتے ہیں۔ پھر اُن میں اور بھگوان میں کوئی بھید نہیں رہتا۔ اُنکے سامنے تمام قدرت ہی قادر رُوپ ہو جاتی ہے۔ ذرہ ذرہ میں اُس چیتن ستّا کا ظہور ہوتا ہے۔ اور بھگت کو سوائے بھگوان کے کچھ اور نظر ہی نہیں آتا۔ وہ ہر جگہ کرشن ہی دیکھتا ہے۔ کلجُگ میں انیک بھگت ہو چکے ہیں۔ جن میں شری رُوپ اور سناتن خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ آج ہم پریمیوں کے لئے اس پرچہ میں ان دو بھائیوں کے کرشن پریم کی کتھا درشن کرینگے۔ جس کے پڑھنے سے بھگتی اور ویراگ کا سمندر ٹھاٹھیں مارے گا۔

"ایڈیٹر"

رُوپ اور سناتن دو حقیقی بھائی تھے بڑے پریمی اور پربھو کے سچّے بھگت۔ گو اُنکا وقت زیادہ تر دُنیا کے کاروبار میں صرف ہوتا تھا۔ مگر دل ہمیشہ بھگوان کے چرنوں میں لگا رہتا تھا۔ انہیں سنساری تعلقات بندھن پر تیت نہیں ہوتے تھے۔ یہ دونوں مہاتما بنگال کے گوڑ دیش کے رہنے والے تھے۔ اُس وقت بنگال میں مسلمانوں کا راج تھا۔ اور بادشاہ وقت کی طرف سے ان دونوں کو شاہی منصب عطا ہُوا تھا۔ مال و دولت کی گھر میں کمی نہیں تھی۔ حکومت اور اختیارات بھی حاصل تھے۔

گو یہ لوگ بڑے ذی رسوخ آدمی تھے۔ مگر انکی زندگی میں کبھی نہیں سُنا گیا کہ انہوں نے اپنی عزت حکومت اور دولت کا کبھی ناجائز فائدہ اُٹھایا ہو۔ یا کسی شخص کو یونہی تکلیف دی ہو۔ ہندو اور مسلمان دونوں ہی ان کے برتاؤ سے خوش تھے۔ اور دونوں ہی کے دل میں ان کیلئے جگہ تھی۔ یہ پبلک کا کام نہایت خوشی خوشی کرتے تھے۔ ہر ایک کی تکلیف کو رفع کرنا ان کا مقصد تھا۔ پبلک کو تنگ کر کے رشوت لینا وہ گناہ عظیم سمجھتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ گورنمنٹ پبلک کی سیوا کیلئے بنائی جاتی ہے۔ محض ٹیکس لگا کر غریبوں کا خون نچوڑنے کے لئے نہیں۔ سرکاری ملازم در اصل پبلک کے

خادم ہوتے ہیں۔ اُن کا آدرش "پبلک سیوا" ہونا چاہیئے۔

رُوپ اور سناتن نے بہت عرصہ تک شاہی منصبداری کے فرائض انجام دیئے۔ لوگ دعائیں دیتے کہ وہ اسی طرح گوڑ دیش کے حاکم بنے رہیں۔ اور عام باشندے انکی وجہ سے امن و امان کی حالت میں رہیں۔ مگر رُوپ سناتن دنیا میں کسی بہتر کام کے لئے مخصوص ہوئے تھے۔ موجودہ حالت آنے والی حالت کا پیش خیمہ تھی۔ اور اسکے امتحانات اور تجربات کے سلسلہ میں انکے رُوحانی جذبات نشوونما پا رہے تھے آخر ایک وقت ایسا آگیا کہ اس مرحلہ کو طے کر کے کسی اور بہتر طبقے پر رسائی حاصل کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی اور قدرت نے انکے دل کو اعلیٰ خدمت کے قابل پاکر آناً فاناً ترقی کا منصب عطا کیا۔

ایک دن کا ذکر ہے جب یہ صبح کے وقت سندھیا سے فارغ ہوکر منصبی کام کی طرف رجوع ہو رہے تھے ایک باولا فقیر مکان کی طرف سے گذرا اور اس نے صدا دی۔

بند بگسل باش آزاد اے پسر چند باشی بند سیم و بند زر

رُوپ اور سناتن نے یہ صدا سُنی۔ سنسکرت کے علاوہ وہ فارسی بھی جانتے تھے اُس کو سُنکر مسکرائے اور رُوپ نے سناتن سے کہا۔ سُنتے ہو۔ فقیر صاحب کیا کہہ رہے ہیں؟ سناتن نے کہا یہ آواز غیب ہے۔ اس کے پردہ میں سچی ہدایت کا سامان چھپا ہُوا ہے۔ اور کتنے افسوس کی بات ہوگی اگر اس پیغام کیطرف کان نہ کئے جائیں۔ فقیر کو خیرات دیکر یہ سرکاری فرض کی جانب متوجہ ہوئے۔ دن بھر توجہ کے ساتھ کام کیا۔ شام کو گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں آواز آئی۔

رات گنوائی سوئے کر دوس گنوایو کھائے ہیرا جنم امول تھا۔ کوڑی بدلے جائے

کے سونا کے کھاونا۔ اور نہ کوئی چیت سنگور شبد لیسار یا۔ آوا تنت کا میت

کبیرا یہ تن جات ہے سکے تو راکھ بہور خالی ہاتھوں وہ گئے جن کے لاکھ کروڑ

دل کو چوٹ لگی۔ یہ سوچنے کیلئے مجبور ہوئے۔ دُنیا میں کتنے آدمی ہیں۔ جو روز فقیر اور سادھوؤں کی صدا سُنتے ہیں۔ مگر پرواہ نہیں کرتے۔ پرواہ صرف اُن کو ہوتی ہے۔ جو ادھیکاری ہوتے ہیں یہ آواز سُنانے والے کیطرف مائل ہوکر پوچھنے لگے۔ سادھو! یہ امرت بانی دائمی زندگی کے بخشنے والی ہے اس کے لفظ لفظ سے ٹپکنے والی دھاروں میں پریم اور بھگتی کی رُوح ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ایسے شبدوں کی عزت و توقیر کے کانوں سُنتے ہیں۔ سادھو اکتارا بجاتا ہُوا پھر بولا۔

آج کہے میں کل بھجوں گا۔ کل کہے پھر کال آج کل کے کرت ہی۔ اوسر جاسی چال

کال اچانک مارسی۔ جیوں تیتر کو باج پاؤ پلک کی سدھ نہیں کرے کال کا کاج

زیادہ سننے کی ضرورت نہیں رہی۔ آنکھوں سے پریم کے آنسو بہنے لگے۔ سادھو کی آؤ بھگت کی کچھ دے کر رخصت کیا اور دونو بھائی پریم کے آنسو بہاتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔

شام کی سندھیا کی۔ تھوڑا بہت کھانا کھایا۔ اور پھر دنیاوی کام کاج کی طرف متوجہ ہوئے۔ اُس رات اُن کو اپنے گھر کے مال و دولت اور سرکاری خزانہ کا حساب کرنا تھا۔ شمع روشن ہوئی۔ بہی کھاتے لیکر حساب کرنے لگے۔ اور دل کی یکسوئی کے ترنگ میں اس طرح مستغرق ہوگئے کہ اپنے آپ کو بھول گئے۔ ساری رات حساب کتاب میں گذر گئی۔ صبح کا تارا نمودار ہوا۔ اُن کو خیال تک نہ آیا۔ کہ رات کیسے گذری۔ آخر حساب ختم ہوا اور قریب تھا کہ یہ تھوڑی دیر کے لئے آرام کرتے مگر پھر صبح کیوقت بھیروی راگ میں سُنانے والے کے شبد کان میں پڑے۔ سہ

مانش جنم دُرلبھ ہے۔ ملے نہ بار مبار
ترور سے پتہ جھڑے۔ بہُرنہ لاگے ڈار
پانی کا سا بلبلہ۔ اس مانش کی ذات
دیکھت ہی چھپ جائیگے جیوں تارا پربھات

سناتن بولے۔ روپ بھائی! دیکھو ساری رات دُنیا کے کام کاج میں ایسی گذری کہ خبر تک نہ ہوئی آج یہ تیسرا موقعہ ہے کہ ایسے چتانے والے شبد کانوں میں پڑے ہیں۔ کیا اب ضروری نہیں ہے کہ ہم زندگی کے بہتر طبقہ میں داخل ہوکر اس کو سنبھل کر لیں۔ اگر یہی وقت بھگوت بھگتی اور ست سنگ میں صرف ہوتا۔ تو کتنی اچھی بات تھی۔

رُوپ بولے: بات تو سچی ہے۔ آؤ گھر بار کا انتظام کر کے۔ اب ہمیشہ کے لئے آزاد ہوجائیں۔ سہ

تو مت جانے باورے۔ میرا ہے سب کوئی
پنڈ پران سے بندھا۔ یہ نہیں اپنا ہوئے

آواز خاموش نہیں ہوئی تھی۔ گانے والا یا نک پر ہانک لگائے چلا جا رہا تھا۔

جا گھٹ پریت نہ پریم رس۔ پُن رسنا نہیں نام
تے نر یہ سنسار میں اوپج مرے بے کام

رُوپ نے کہا۔ مہاراج آپ سُنتے ہیں۔ بانی کیا کہہ رہی ہے۔

سناتن بولے۔ مالک کی بھگتی کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ رُوپ نے پوچھا مالک کی بھگتی کیسے کی جائے۔ پھر آواز آئی۔ سہ

جا کو مورت بر ہما تھکے۔ سُر نر مُنی دَلیا
کہیں کبیر سُن سادھوا۔ کر ستگور سیوا۔

سناتن نے کہا۔ بھائی۔ اٹھو۔ وقت آگیا۔ پس و پیش کرنا فضول ہے۔ قدرت ہوشیار کر رہی ہے اُس کے اُپدیش کے الفاظ صاف ہیں۔ اب وقت ضائع نہ کرنا چاہیئے۔

یہ کہکر دونو بھائی اُٹھے۔ اُس زمانہ میں شری چیتنیہ مہاپربھو کا بنگال میں ظہور ہُوا تھا۔ پریم کے بادل زندگی کے آسمان پر چھائے ہوئے تھے۔ اور انکی خوشگوار بوندوں سے بنگال کی سرزمین میں خاص قسم کی شادابی اور سیرابی آگئی تھی۔ اور جن پر پریم کی بوندیں پڑتی تھیں وہ کرتیہ کرتیہ ہوجاتے تھے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے جب دُنیا میں کوئی روحانی سُورج آتا ہے۔ ہر چہار طرف روحانیت کا نُور چمک اُٹھتا ہے۔ اور جن پر یہ نُور برستا ہے۔ وہ نورانی شکل والے ہوجاتے ہیں۔ اور ہزاروں و لاکھوں آدمیوں کی زندگیاں

رُوحانی ہو جاتی ہیں. یہی کیفیت اُس وقت بنگال کی تھی. پریم اور بھگتی کا سُورج اودے ہو گیا تھا. اور ہزاروں کی تعداد میں ایشور کے بھگت پیدا ہو گئے تھے.

رُوپ اور سناتن دونوں بھائی مہاپربھو چیتن کی خدمت میں پہنچے. بھجن کیرتن ہو رہا تھا. وجد اور مستی کی حالت طاری تھی. پریم کا منڈل بندھ رہا تھا. سب کے سب جو اُس منڈل میں تھے. بے خود اور مست تھے. یہ دونو بھی مست ہو گئے. مہاپربھو کی نگاہ ان پر پڑی. پُوچھا کیسے آئے ہو؟ دونوں روتے ہوئے چرنوں پر گر پڑے. ع

نام دان اب ستگورو دیجئے کال سناوے سوا النسا چھیجے
دُکھ پایا میں نے نسدن بھاری گہی آئے سوامی اوٹ تہاری
مانگوں نام نہ مانگوں دان جس چاہو تس دو موہی دان
کنکا نام کہے میرا کاج ہے ستگورو میری تم کو لاج

چیتن سوامی کی آنکھ سے خود پریم کے آنسو جاری ہوئے. اُن کو دکشا دی. کچھ دنوں ست سنگ کرایا. بھگتی مارگ کا راستہ دکھایا. پھر کہنے لگے: "رُوپ اور سناتن! تم کو مالک نے کسی خاص کام کے لئے بنایا ہے. جاؤ برج میں وہاں تم کو گھاس گھاس اور پتے پتے سے اُپدیش ملے گا. اور تمہاری ذات سے بے شمار ایشور کے بندے بھگتی مارگ پر آروڑھ ہوں گے."

گورو کا حکم سویکار کر کے دونوں بھائی بنگال سے اُسی وقت چل پڑے اور پاپیادہ سفر کرتے ہوئے فقیرانہ لباس میں متھرا کے قریب آئے برج بھومی واقعی سچے پریم کی سرزمین تھی. جیوں جیوں وہ اُسکے قریب پہنچتے گئے. اُن کے دل میں نئی نئی اُمنگ اور نئی نئی خوشی پیدا ہوتی گئی.

راہ میں دو چار گوالے لڑکے گائیں چرا رہے تھے. انہوں نے پوچھا. کیوں لڑکو برج بھومی کہاں ہے؟ لڑکے بولے. یہی تو برج بھومی ہے. جہاں کاہنا بنسی بجایا کرتے تھے.

دونوں بھائیوں نے زمین پر گر کر اُس مبارک سرزمین کو ڈنڈوت پرنام کیا. دھنیہ وہ بھومی جہاں کرشن چندر جی نے لیلا کی تھی. آگے چلے. برندا دیوی کا مندر ملا. رات کو وہاں قیام کیا. روایت ہے کہ یہ مندر رُوپ اور سناتن ہی کا استھاپن کیا ہوا ہے. اور چونکہ اِن کے ورکت ہونے کے بعد ہی اُن کا بھتیجا بھی فقیر ہو کر اُنکی تلاش میں وہاں آ نکلا تھا. انہوں نے اس دیوی کا پُوجاری مقرر کیا.

برج بھومی میں آ کر رُوپ اور سناتن پر محویت اور بےخودی کی حالت طاری ہوئی. ہر وقت مستی اور سرور میں رہا کرتے تھے. اکثر لوگ ان سے ملنے کیلئے آیا کرتے تھے. اور اُن کو بھگتی مارگ کا اُپدیش دیتے رہتے تھے. ایک دفعہ راجہ مان سنگھ ان کے درشن کو آیا کہنے لگا حکم دیجئے میں آپ کے آرام کا سامان مہیا کرا دوں گا. وہ قہقہہ مار کر ہنسے. راجہ! ہم کو مالک کے پریم کے سوا کچھ بھی درکار نہیں.

مال دنیا تن پرستاں را حلال
ما غلام ملک عشق لازوال
اے خنک جانے کہ بہر عشق و حال
بدل کردہ خانماں و ملک و مال
کرد ویراں خانہ را از گنج زر
بعد ازاں گنجش کند معمور تر

مسلمانوں کا وقت تھا۔ فارسی زبان کا رواج تھا۔ اس وقت فارسی بولنا لیاقت اور قابلیت کا معیار مقرر ہو چکا تھا۔ راجمان سنگھ ان فقیروں کی زبان دانی اور ان کی بھگتی بھاؤ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا۔ اگر آپ کوئی سیوا نہیں بتاتے تو مجھ کو درشن کا لابھ کیا ہوگا۔ انہوں نے کہا۔ اچھا اگر تجھ کو یہی منظور ہے۔ تو گوبند دیوجی کا مندر بنوا دو۔ راجہ نے قبول کیا۔ ان دنوں آگرہ کا قلعہ سنگ سرخ سے تعمیر کرایا جا رہا تھا۔ راجہ نے اکبر بادشاہ سے حکم لیا اور ایک شاندار مندر بنوایا جس کی صرف مزدوری اور مصالحہ پر تیرہ لاکھ روپے صرف ہوئے تھے۔ یہ مندر اب تک برنداین میں موجود ہے۔ اور صنعت و نفاست کے لحاظ سے قابل تعریف ہے۔ بعد ازاں محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں راجہ جے سنگھ گوبند دیوجی کی مورتی کو جے پور اٹھا لے گیا۔ اور برنداین میں دوسری مورتی ستھاپن کی۔

روپ سناتن اب برنداین میں مقیم ہوئے۔ سارا وقت کتھا وارتا میں صرف ہوتا تھا۔ دونوں بھائی سنسکرت کے عالم بھی تھے انہوں نے چند ہی مہینوں میں پانچ لاکھ شلوک تصنیف کئے۔ ان کے گرنتھ اب تک موجود ہیں۔ ان کے نام۔ رس سدھانت۔ اجل نیل منی۔ بھگت رس۔ بھاگوت امرت وغیرہ وغیرہ ہیں۔

جب تالیف اور تصنیف کے کام سے فرصت ملی۔ پھر وہی ویراگ کا خیال آیا۔ اور برج کی پرکرما کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس جگہ بیٹھ جاتے دو دو دن وہاں بیٹھے رہتے۔ ایک دفعہ آپ نند گاؤں برسانا کے قریب آئے اور درخت کے سائے بیٹھ کر کرشن چندر کے لڑکپن کے کھیل کی زمین کا نظارہ دیکھنے لگے۔ پریم غالب آگیا۔ بیخود ہو گئے۔ تین روز تک وہاں پڑے رہے۔ کھانے پینے کا خیال تک نہ آیا۔ گاؤں میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ کہ دو سادھو آئے ہیں۔ نہ کچھ کھاتے ہیں۔ نہ پیتے ہیں۔ ایک امیر کے لڑکے کو ان کے کھانا کھلانے کا خیال پیدا ہوا۔ تھال لیکر پہنچا۔ اور مسکرا کر کہا۔ تم بھی عجیب آدمی ہو۔ تن توش والے ہو کر ناحق اس طرح پڑے رہتے ہو۔ اور نہیں تو سنسار کا اپکار ہی کرو۔ اور گاؤں کے نزدیک چل کر ٹھہرو۔ یہ بولے۔ جب تم کو ہمارا خیال پیدا ہوا تو پھر ہم کو بھی اپنے لئے کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ جس طاقت نے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک دیئے ہیں۔ آخر ان کا کچھ مقصد بھی ہوگا۔ یونہی تو نہیں دیئے۔

اس واقعہ کے بعد دونوں بھائیوں نے کسی ایک جگہ مشکل سے قیام کیا۔ جہاں جاتے بھجن کیرتن کرتے رہتے۔ اور لوگوں کو بھگتی مارگ کا اپدیش دیتے۔ یہ سوائے کمنڈل کوپین کے اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ سو

مایا چھایا ایک سی برلا جانے کوئے ؛ بھگتا کے پاچھے لگے سنمکھ بھاگے سوئے

دکھیا کی فریاد

المشہور

سپتاک ناجی سنکٹ موچن شری کرشن منتر

ترتیب حکیم ... جی وفا چناوری

شری کرشن گوبند مادھو مراری — اے رادھا رمن۔ شیام۔ بانکے بہاری

ہر دم جپت میری شرن ہوں تمہاری

اے دینوں کے رکھشک۔ اے دکھیوں کے حامی — سہارا ہے تو بے سہاروں کا سوامی

ترے در پہ آیا ہوں بن کر بھکاری ... شری کرشن گوبند۔ مادھو۔ مراری۔ اے رادھا رمن شیام بانکے بہاری

ترے در پہ داتا جو آیا سوالی — گیا لوٹ کر نہ کبھی کوئی خالی۔

ہے بخشش تیری بے پناہ رب باری ... — شری کرشن گوبند مادھو۔ مراری ...... الخ

اے ہر سکھ کے داتا۔ اے ہر دکھ کے ہرتا — تو ہی دین بندھو ہے دینوں کا بھرتا

میری طرف بھی ہو نظر ایک باری ... — شری کرشن۔ گوبند۔ مادھو۔ مراری۔ اے رادھا رمن الخ

نہیں کوئی دنیا میں میرا سہارا — بس اب رہ گیا آسرا اک تمہارا

مصیبت پڑی ہے میرے سر پہ بھاری ... — شری کرشن گوبند۔ مادھو۔ مراری .... الخ

بھنور میں پھنسی ہے مری آج نیا — نہیں کوئی تجھ بن ہے اس کا کھویا

کنارے لگا دو اسے گمٹ دھاری — شری کرشن۔ گوبند۔ مادھو۔ مراری .... الخ

گراہ نے گجیندر کو جیسے تھا پکڑا — یونہی داس کو سنکٹوں نے ہے جکڑا

چھڑا دو مجھے ان سے اے چکر دھاری — شری کرشن۔ گوبند۔ مادھو۔ مراری .... الخ

خطا پوش تم ہو۔ خطاوار میں ہوں — ترے ہر کرم کا سزاوار میں ہوں

خطائیں مری بخش دو آج ساری ... — شری کرشن۔ گوبند۔ مادھو۔ مراری .... الخ

بسو میری آنکھوں میں من میں سماؤ — کبھی چھوڑ مجھکو اکیلا نہ جاؤ

ہے رحمت کا چشمہ ترا عام جاری .... — شری کرشن۔ گوبند۔ مادھو۔ مراری .... الخ

جنم اور مرن کے نہ بندھن میں آؤں — سدا دھیان چرنوں میں تیرے لگاؤں

رہے نام کی تیرے ہر دم خماری — شری کرشن۔ گوبند۔ مادھو۔ مراری۔ ... الخ

اِتی شبھم بھوتو — وفا چناوری

شری گارڈ صاحب

موجودہ یگ کا ایک الوکک اودھوت جن کو بھگوان کے ساکھشات درشن ہوئے

(از قلم شری دینا ناتھ ڈوگل)

قسط ۱ آج سے لگ بھگ ستائیس سال پہلے موجودہ یگ کے اس مہان اور الوکک اودھوت کے ساتھ میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ انکی پہلی ملاقات نے ہی مجھ پر جادو کا اثر کر دیا تھا۔ لوگ انکو گارڈ صاحب کے نام سے پکارتے تھے۔ الوکک اودھوت کے اس الوکک اور انوکھے نام کے پیچھے جب میں نے انکے جیون کی الوکک اور ادبھت اور رہسیہ مئی گھٹنائیں سنیں۔ تو میں نے اسی روز ہی انہیں اپنا گورو دیو تسلیم کر لیا تھا۔ کیونکہ پربھو کے نام میں جیسا دیوانہ میں گورو چاہتا تھا۔ ویسے ہی مست الست گورو دیو مجھے اس وقت مل گئے تھے۔ لہٰذا اب موجودہ یگ کے اس الوکک اودھوت کا الوکک ہی جیون مختصراً ملاحظہ ہو۔

موجودہ یگ کے اس الوکک اودھوت کا اپنے والدین کیطرف سے رکھا ہوا سنساری نام شری ودھاوا رام تھا۔ آپ کا شبھ جنم آج سے لگ بھگ ایک صدی پہلے موجودہ صوبہ ہریانہ ضلع انبالہ تحصیل نارائن گڑھ کے ایک قدیمی اور تاریخی قصبہ ساڈھورہ میں ایک درمیانہ طبقہ کے سیٹھ پریوار میں شری مول چند جی کے گھر میں ہوا تھا۔ آپ نے ایف۔ اے تک تعلیم پائی تھی۔ ایف۔ اے کرانے کے بعد آپ کے پتا نے آپکو کھیتی کے کام میں لگانا چاہا۔ لیکن کھیتی کے کام میں آپ کا من نہ لگ سکا۔ اس کے بعد آپکو ایک دوکان بنا کر دی گئی۔ لیکن پربھو تو آپ سے کوئی اور کام ہی لینا چاہتے تھے۔ اس لئے دوکان کے کام میں بھی آپ اپنا من ٹھیک طرح نہ لگا سکے۔ کیونکہ آپ کا من تو پربھو کے چرن کملوں میں جڑا ہوا تھا۔ آپکے پتا شری مول چند جی نے جب آپکی ایسی حالت دیکھی تو سمجھ گئے اور کھیتی کا سارا کام اپنے دوسرے لڑکے شری جیوتی رام کو سونپ دیا۔ شری مول چند جی نے جب اپنے سب سے بڑے لڑکے شری ودھاوا رام کا من کسی سنسارک کے کام میں ٹھیک طرح نہ لگتا دیکھا تو انہوں نے انکی شادی کر دی لیکن آپکی شادی ہو جانے پر بھی آپ سنسارک موہ میں نہ پھنس سکے۔ ان کے اندر پربھو شری کرشن مہاراج جی کا سچا پیار ٹھاٹھیں مار رہا تھا لیکن گھر والے آپ کو سنسارک موہ جال میں پھنسانا چاہتے تھے۔ جب آپ نے اس موہ روپی جال کی تنیوں کو اپنے چاروں طرف پھیلتے ہوئے دیکھا تو دل کی پوری گہرائی سے پربھو سے پرارتھنا کرنے لگے کہ وہ انہیں اس موہ روپی جال میں نہ پھنسا کر اپنے چرن

کملوں کی اٹوٹ اور اوچل بھگتی پردان کریں۔ اس طرح آپ گرہست کے سارے دھندے اور دوکان کے کام کو بھی یہ امر مجبوری صرف بیرونی من سے چلا رہے تھے۔ لیکن در اصل آپ اپنے دل کی پوری گہرائی سے اس سارے موہ جال سے پوری طرح آزاد ہونا چاہتے تھے۔

پربھو نام کا کیرتن تو آپ اپنے دل کی پوری گہرائی سے کرتے لیکن دیگر سنساری سبھی کام صرف مجبوری کے تحت کسی نہ کسی طرح پورے کر رہے تھے یعنی آپ سنسار میں تو رہ رہے تھے لیکن سنسارک موہ مایا سے بالکل بے غرض تھے جیسے طرح پانی میں رہتے ہوئے بھی کمل کے پتے پر پانی نہیں ٹھہرتا۔ اسی طرح آپ سنسار میں رہ کر بھی سنسارک موہ مایا سے نرلیپ رہے۔ آخر کار اس طرح پربھو کو رجھاتے رجھاتے اور دم نتھا شم کے نیموں کا پالن کرتے کرتے آپ نے دوکان کے کام کو بھی چھوڑ دیا۔ اور پھر اپنے پریتم پربھو شری کرشن مہاراج کے بھجن کیرتن میں پوری طرح مصروف ہو گئے۔ جب آپ کے والدین نے آپکی ایسی حالت دیکھی تو کچھ دن کے بعد آپ کو کوئی نوکری کرنے کے لئے مجبور کرنے لگے۔ گھر والوں دوارا اس طرح مجبور کئے جانے پر آپ برما چلے گئے اور وہاں جا کر ریلوے کے محکمہ میں نوکری اختیار کر لی۔ آپ نے وہاں نوکری تو شروع کر دی لیکن پربھو کی نوکری کے آگے آپ کو یہ سنسارک نوکری بالکل تچھ دکھائی دینے لگی۔ آپ کا تن تو وہاں ریلوے وبھاگ میں نوکری دے رہا تھا۔ لیکن آپ کا من میراں کے گردھر گوپال کرشن میں اٹکا ہوا تھا۔ پربھو پریم میں وبھور ہوا آپکا من اس نوکری کے بندھن کو بھی توڑنے کا وچار کرنے لگا۔ کیونکہ نوکری میں وقت کی پابندی تو ضروری تھی۔ آخر کار آپ نے ایسی ہی مستی کی حالت میں ریلوے کی اس نوکری سے استعفیٰ دے دیا۔ اور اپنے دیش بھارت کے آبائی قصبہ ساڈھورا میں واپس آ گئے۔

یہاں آ کر آپ پھر پربھو کی بھگتی میں مگن ہو گئے۔ اور شریمد بھگوت گیتا کے پرتی آپ کا اٹوٹ وشواس اور اتساہ امڈ پڑا۔ دن رات آپ شری گیتا جی کے پاٹھ میں اور منن میں گزارنے لگے۔ شری گیتا جی کا ایک ایک شلوک آپ کے روم روم میں گھر کر گیا۔ آپ کے گھر والے آپکی ایسی اٹوٹ مستی کو دیکھ کر پھر موہ وش گھبرا گئے۔ اور آپ کو پھر کوئی اور نوکری کرنے کیلئے مجبور کرنے لگے۔ آخر کار گھر والوں کی طرف سے بہت مجبور کئے جانے پر آپ نے پھر نوکری کرنا مان لیا۔ اور آپ کو اپنے ہی دیش بھارت میں پھر ریلوے وبھاگ میں گارڈ کی نوکری مل گئی۔ ہر طرح کی ٹریننگ کے بعد آپکی ڈیوٹی بنارس سے اگلے اسٹیشن مغلسرائے سے لکھنؤ اور واپس لکھنؤ سے مغلسرائے تک گاڑی جانے کے لئے لگا دی گئی۔ آپ اس طرح ہر روز مسافروں سے بھری وہ گاڑی مقررہ وقت پر لے جانے لگے۔ آپکو عموماً صبح چار بجے مغل سرائے سے چلنا پڑتا تھا۔ اب یہ نوکری بھی ایسی ہی تھی۔ جسمیں وقت کی پابندی لازم تھی۔ لیکن پربھو کے نام میں رنگا ہوا ایسا مست الست دیوانہ بھلا کیسے وقت کے ایسے کٹھور بندھن میں ہمیشہ کے لئے بندھ سکتا تھا۔

آپ کا ہردیہ پھر ایسے کٹھور بندھن توڑ ڈالنے کے لئے ویاکل ہو اُٹھا۔ اور اپنے دل کی پوری گہرائی سے یہ سب بندھن توڑ ڈالنے کے لئے دن رات پربھو سے پرارتھنا کرنے لگے۔ بھگتی کی ایسی درڑھ اور اٹوٹ بھاونا کے نتیجے کے طور پر پورن ویراگیہ اور گیان آپ کے روم روم سے ٹپکنے لگا۔ نوکری کرتے ہوئے اور اپنی دھرم پتنی کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی یعنی گرہست میں پوری طرح رہتے ہوئے بھی آپ سنساری وشیوں میں لپائمان نہ ہوئے۔

ہوتے ہوتے اب آپ کی حالت ایسی ہوگئی کہ آپ سمادھی اوستھا میں جانے لگے۔ جب بھی آپ کو وقت ملتا اور آپ پربھو کے دھیان میں بیٹھتے۔ کچھ ہی لمحوں میں آپ سمادھی اوستھا میں چلے جاتے۔

سنہ ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ ایک روز آپ نے صبح چار بجے مغلسرائے سے ریل گاڑی لیکر لکھنؤ کیلئے چلنا تھا۔ اُس روز آپ رات کو ایک بجے ہی اُٹھکر رفع حاجت سے فارغ ہوکر اور سنان وغیرہ سے نپٹ کر ٹھیک دو بجے سندھیا پر بیٹھ گئے۔ تاکہ سندھیا سے فارغ ہوکر ٹھیک چار بجے گاڑی لے جاسکیں۔ لیکن پربھو کی اپار کرپا سے آپ اس روز سندھیا کے لئے آسن پر بیٹھتے ہی نروکلپ سمادھی اوستھا میں محو ہو گئے۔ پرمانند کی پراکاشٹھا کو پہنچ کر اس پرکار آنند ساگر میں ڈبکیاں لگاتے لگاتے آپ کو صبح کے آٹھ بج گئے۔ جبکہ آپ نے پربھات کے چار بجے ریل گاڑی لے جانی تھی۔

بھگتوں کے اُس سرتاج کی ایسی بے حد یکسوئی دیکھکر بھگوان کو اپنے بھگت راج کی لاج رکھنے کے لئے خود گارڈ کا روپ دھارن کر کے ریل گاڑی چلانی پڑی۔ لہٰذا ترلوکی ناتھ سرو شکتیمان اور گھٹ گھٹ انترجامی پربھو شری کرشن مہاراج جی نے ایسا ہی کیا۔ ٹھیک پربھات کے چار بجے اپنے بھگت راج شری ودھاو ارام کا بھیس دھارن کر کے سیٹی اور لال تتھا ہری جھنڈی ہاتھ میں لیکر گاڑی کے گارڈ والے ڈبے میں پہنچ گئے۔ اور گاڑی کو مغلسرائے سے لیکر لکھنؤ تک ہی پہنچا دیا۔

سمادھی کھلنے پر جب بھگت راج نے گھڑی پر وقت دیکھا تو صبح کے آٹھ بج چکے تھے۔ سمادھی کھلنے کے بعد آپ اُسی وقت سٹیشن پر دوڑے چلے گئے۔ اور اُس روز گاڑی نہ لے جاسکنے کیلئے اپنی مجبوری ظاہر کرنے لگے ریلوے کرمچاریوں نے جب آپ کے یہ الفاظ سُنے تو وہ خود حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے سامنے تو آج پراتہ ٹھیک چار بجے گاڑی لیکر گئے تھے۔ اور یہاں آپ نے اپنے دستخط بھی کئے تھے۔ تب آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ میں آج گاڑی لیکر نہیں گیا ہوں۔ اور سب سے زیادہ حیران کن ایک بات یہ بھی ہے کہ آپکو تو اس وقت لکھنؤ ہونا چاہیئے تھا۔ ہمیں تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ آپ وہاں سے اتنی جلدی یہاں واپس کیسے پہنچ گئے۔" بھگت راج نے ایک دفعہ پھر دوہرایا۔ کہ میں آج گاڑی لیکر

حقیقتاً ہی نہیں گیا ہوں۔ لیکن جب ریلوے کرمچاریوں دوارہ گمبھیرتا پوروک کہے ہوئے یہ شبد انہوں نے پھر سُنے۔ کہ "آپ واقعی آج چار بجے سویرے گاڑی کے ساتھ گئے ہیں۔ اور یہ رہے آپ کے دستخط"۔ تب آپکو فوراً احساس ہوگیا۔ کہ آج میرے بدلے میری گاڑی لے جانے والے میرے پران آدھار میرے پرانیش ترلوکی ناتھ سرو شکتیمان گھٹ گھٹ انتریامی پربھو شری کرشن مہاراج جی تھے۔ ایسا سمجھتے ہی اس اُلوکِک اودھوت کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ خوشی سے پاگل ہو اُٹھے اور مستی میں آکر جھومنے اور ناچنے لگ گئے۔ تب اُسی مستی کے عالم میں آپ نے ریلی کرمچاریوں کو یہ بھید بتایا۔ کہ آج میں ریل گاڑی حقیقت میں ہی نہیں لے گیا تھا۔ میرے بدلے گاڑی لے جانے کا کشٹ آج سوئم میرے پرم پوجنیہ مُرلی منوہر بانکے بہاری اور گردھر بنواری پربھو شری کرشن مہاراج جی کو کرنا پڑا ہے۔" ہائے! اُن کو آج میرے لئے کتنا کشٹ سہن کرنا پڑا ہے۔ یہ کہنا ہی تھا کہ پریم کے آنسوؤں کی ان کی آنکھوں سے جھڑی ہی لگ گئی۔ اس طرح پریم کے آنسو بہاتے بہاتے آپ پلیٹ فارم پر آ گئے۔ اور بڑی نمرتا۔ عاجزی و انکساری کے ساتھ دونو ہاتھ جوڑ کر رو رو کر پربھو سے کہنے لگے۔ کہ "میرے پران آدھار پربھو اس اپنی غلطی کے لئے آپ سے رو کر جوڑ معافی کا خواستگار ہوں۔ واقعی آپ کو آج میرے لئے بے حد کشٹ اٹھانا پڑا ہے"۔

بھگت جی کی اتنی نمرتا اور اُوٹ بھگتی بھاونا دیکھ کر ترلوکی ناتھ۔ مُرلی منوہر پربھو شری کرشن مہاراج جی نے وہاں ہی ساکھشات درشن دیکر اپنے اس اننت پیارے بھگت راج کو تسلّی دی۔ پربھو تو اپنی منوہر جھانکی اور چھبی دکھا کر ہیں انتردھان ہو گئے لیکن اُس بھگت راج اندر الوکِک اودھوت کی خوشی اپنے پربھو کا ساکھشات کار پاکر اور بھی بڑھ گئی۔ وہ اب پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ خوشی اور مستی میں آکر ناچنے لگ گئے۔ (باقی پھر)

تعریفی خط

از ہوشیارپور - مورخہ 25/10/75

شریمان جی نمسکار! آپکی ارسال کردہ کتب مل گئی ہیں۔ ابھی اُن میں سے ایک دو کتب ہی پڑھی ہیں۔ لوگوں کو صحیح راستہ پر لانے کے لیے آپ بہت اُپکار کا کام کر رہے ہیں۔ مبلغ بیس روپے 20 کا چیک ارسال ہے۔

این۔ ایس۔ کھلہ

(خریدار آدم نمبر 8767) ایڈیشنل سول اینڈ سیشن جج ہوشیارپور

اے نے نوازِ ازلی نغمہ طراز آجا

(شری نریندر ناتھ شرما۔ نریندر۔ ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس)

مسدود ہو گئی راہ۔ اے کارساز آجا
بندے کی رہبری کر۔ بندہ نواز۔ آجا

محوِ دعا ہوں کب سے ہیں در پہ سر بسجدہ
عرضِ نیاز سن لے۔ اے بے نیاز۔ آجا

کب علم و حکمتوں نے تیرا سراغ پایا
خوئے کرم سے کردے افشاء راز۔ آجا

لے کر دیا ہے دل کو۔ دنیا و دیں سے خالی
ویران دل ہیں میرے۔ روحِ نماز آجا

دم سے تیرے ہیں مادھو۔ رعنائیاں چمن میں
رخ سے نقاب الٹ کر۔ اے حسنِ ناز آجا

تارِ رباب دل ہے۔ خاموش اب الم سے
اک جنبشِ طرب دے۔ اے نے نواز آجا

کیفِ سرور بھر دے۔ تو غم نصیب دل میں
اے نے نوازِ ازلی۔ نغمہ طراز آجا

لاؤں جواز کیونکر رحمت کا تیری کیشو
مطلق مجاز ہے تو۔ خود بے جواز آجا

اعجازِ نگاہ سے بے خود بنا دے مجھ کو
مستانہ وار۔ نٹور۔ گیسو دراز آجا

موہن کسے بتاؤں۔ کافر کسے کہوں میں
آغوش وا ہے تیری۔ حق و مجاز آجا

ہے ناروا تمنا جز درد۔ عاشقی میں
خاموش رہ نریندر۔ خاموش۔ باز آجا

اوم

سنت دھرم داس جی عارف کامل

(از قلم ماسٹر فتح چند جی منگلانی)

شری ۱۰۸ سوامی دھرم داس جی کا جنم استھان گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ ہے۔ انکے پتا کا نام چودھری مایا رام مہتانی اور ماتا کا نام شریمتی دیوان بائی تھا۔ ان ہر دو کو سادھو مہاتما کی سیوا میں دلچسپی تھی۔ بڑے دھرماتما اور سادہ زندگی بسر کرنے والے تھے۔ ان کے ہاں چار لڑکے یکے بعد دیگرے پیدا ہو کر سُرگباش ہو گئے۔ دل بہت بے چین سا رہتا تھا۔ ایک دن قدرت کی مہربانی ہوئی۔ کانوں میں آواز آئی۔ کہ گڑھ مہاراجہ کے مغرب کی طرف آنند باغ ہے۔ وہاں پر سدّھ سادھو تشریف لائے ہیں۔ وہاں درشنوں کے لئے گئے۔ ماتا دیوان بائی نے خوب آدر ستکار سے سیوا کی۔ مہاتما جی نے خوش ہو کر فرمایا کوئی اچھیا ہو۔ تو بتاؤ۔ ماتا جی نے کہا۔ اور تو کچھ نہیں میرے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ چاروں سُرگباش ہو گئے۔ گھر سنتان نہیں۔ مہربانی فرما کر آشیرباد دیویں کہ لڑکا بڑی عمر والا ہو۔ حکم ہوا کہ تیرے اور چار لڑکے ہونگے مگر پہلا لڑکا ہمیں دینا ہوگا۔ ایشور کی کرپا سے لڑکا جب پیدا ہوا۔ اُس سے بہت محبت پیار ہو گیا۔ پیار حد سے زیادہ تھا۔ کچھ عرصہ گذرنے پر مہاتما جی نے پھر اُسی باغ میں ڈیرہ لگایا۔ جب ماتا پتا کو پتہ لگا کہ مہاتما جی آئے ہوئے ہیں۔ وہاں درشن کرنے سے مُنہ موڑنے لگے۔ موہ میں آ گئے۔ آخرکار مہاتما جی کے بُلانے پر باغ میں حاضر ہوئے۔ مہاتما جی نے کہا کہ وعدہ پورا کرو۔ اور لڑکے کو لے آؤ۔ جواب ملا کہ مہاراج لڑکے سے بہت پیار ہو گیا ہے۔ آپ اُس کے بدلے میں جو بھی حکم کریں سیوا کے لئے نقد رقم دے سکتے ہیں۔ چنانچہ مہاتما جی اپنی دکشنا لے کر راضی ہو گئے۔ بعد میں تین لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

سب سے چھوٹے لڑکے کا نام دھرم داس تھا۔ پندرہ برس کی عمر تھی۔ کہ ان کا چچا سُرگباش ہو گیا۔ داہ سنسکار کیلئے ان ہی کو منتخب کیا گیا۔ جب انہوں نے چتا کو آگ لگائی۔ تو اُنکے دل میں ویراگ پیدا ہو گیا۔ اور شمشان بھومی سے واپس گھر نہ گئے۔ تین چار سال اِدھر اُدھر جنگلوں میں عمر گذاری۔ اُنیس ۱۹ سال کی عُمر میں شری ۱۰۸ سوامی داس رام جی نے اِن کو اپنا چیلا بنایا اور ان کی بھٹکنا ختم ہوئی۔ والدین نے بہت کوششیں کیں کہ گرہستی بنے۔ مگر یہ اپنی دُھن میں لگے رہے۔

مندرجہ بالا آنند باغ کی بُنیاد شری ۱۰۸ سوامی جس رام جی نے ڈالی۔ وہ پہلے نواب بہاول پور کے پاس نوکر تھے۔ ریٹائر ہونے پر یہ باغ لگایا۔ اور وہیں ایشور بھگتی کرنے لگے۔ یہ مہاتما گلاب داسی پنتھ کے پیروکار تھے۔ جو کہ ویدانتی تھے۔ یہ زندہ گورو کو مانتے ہیں۔ ذات پات سے بالاتر ہیں۔ کوئی خاص

لباس نہیں۔ ان کے بعدہ شری ۱۰۸ سوامی داس رام جی نے سنیاس لیا۔ اور اس گدّی کے جانشین ہوئے۔ ان ہی سے شری ۱۰۸ سوامی دھرم داس جی نے گورو منتر لیا۔ اور کئی سال تک اُنکی سیوا میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ اُن کے ہمراہ پنجاب بندھ مختلف اطراف کی یاترا کے بعد سکندر آباد تحصیل شجاع آباد ضلع مُلتان استھان بنالیا۔ اور دھرم پرچار کرتے رہے۔ سمت ۱۹۷۲ بکرمی میں سرگباش ہوئے۔ آپ اردو پنجابی کے شاعر تھے۔ اُنہوں نے کئی پستکیں شائع کیں۔

پربھو سے پرارتھنا

پنڈت مدن موہن جی مالویہ

سب دیوِن کے دیو پربھو سب جگ کے آدھار
نِربل راکھو ہو ہے دھرم میں ونتے ہوں بارم بار
ست چت آنند گھن پربھو سرو شکتی آدھار
دھن بل جن بل دھرم بل دیجئے سُکھ سنسار
پاپ نِرنترتا دین تا اور واسنا پاپ
پربھو دیجئے سوادھینتا مٹے سکل سنتاپ
جا کے من پربھو تو بسیو سو ڈر کاں سو کھائے
سر جاوے سو جاوے پربھو کنتو دھرم نہیں جائے
اُٹھوں دھرم کے کام میں اُٹھوں دیس کے کاج
نِربندھو تو ہے نام ہے ناتھ رکھیئے لاج

تیری یاد

از قلم :- شری ۱۰۸ سوامی پری پُورنا نند جی مہاراج ، رشی کیش

جس نے ہی تیری یاد کو دِل میں بسا لیا
سوئے ہُوئے نصیب کو اُس نے جگا لیا

سودہ کیا اُسی نے ہی اِس جہاں میں خوب
دے کر خودی کو خود بس ہی خُدا کو پا لیا

دِن رات تھا پریشاں جس کی تلاش میں
مُرشد کی نظرِ کرم سے خود میں ہی پا لیا

دیتا اُسی کو دِلبر ہے دیدار رُوبرو
دِل کو فریبِ دُنیا سے جس نے ہٹا لیا

صدبار اُس کو کرتا ہے دِلبر بغل گیر!
آنکھوں سے اپنی جس نے دریا بہا لیا

بچھڑا ہُوا تھا صدیوں سے نہ معلوم ہے کہاں
رو رو کے دِل سے رُوٹھا یار منا لیا

روز و شب دیدار پُورن بخشش کی کیا کہوں؟
اب دِل کو میرے اُس نے ہے گھر بنا لیا

تعریفی خط

از مُقام مہادیو، ضلع منڈی۔ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۷۵ء

شری مان نندہ جی نمسکار۔ آپ کی ارسال کردہ کتب ملیں۔ جن کے پڑھنے سے از حد آنند پراپت ہُوا۔ اس قسم کی دھارمک پُستکیں گھر گھر پہنچانے کا جو کام آپ نے شروع کیا ہے، اُس کے لئے ہماری بھگوان سے پرارتھنا ہے کہ وہ آپ کو اور عزیز برہمانند کو زیادہ سے زیادہ روشنی دیں۔ تاکہ آپ دیش، دھرم اور قوم کی سیوا کر سکیں۔ دھرم پرچار پرکاش کے لیے اکیاون 51 روپے کا منی آرڈر ارسال ہے۔ وصول فرما دیں۔

خیر اندیش :- رام چندر۔ از مُقام مہادیو H.P.

خاص اوم دہلی کیلئے

ازقلم شری دوارکا ناتھ بیتہ
حاجب کشمیری

اوم نمہ شوائے

(۱) لیلا چیانی پرنے آئے ۔ شوائے نمہ اوم نما شوائے ۔ پُورا چیانی کرنے آئے شوائے نمہ اوم نماشوائے

(۲) برہمانہ پُچھک وپلاوان ۔ وشنو رُوپہ ژی زگہ پالان ۔ شِو رُوپہ سہارہ کارائے شوائے نمہ اوم نماشوائے

(۳) برشا واہن چھی شوبان ۔ بھُوشن واسک کیا لوبان ۔ کھوژاکمین رُتاوائے شوائے نمہ اوم نماشوائے

(۴) ڈیکس پیٹھ چندرمہ گاہ ماران ۔ بھسما بلت چھک یُوگ واران ۔ گنگا لیست منز جٹائے شوائے نمہ اوم نماشوائے

(۵) ترہیون تلتھ چھک ژی اُسہ دُون ۔ پاپ تے شاپ چھک ژی کاسہ دُون ۔ ناو چھیی کلیان کارائے شوائے نمہ اوم نماشوائے

(۶) ژی چھک دیون ہوندی دیو ۔ ژی چھک سارنی زیون زلیو ۔ اسہ پاپین کرزرہ اوپائے شوائے نمہ اوم نماشوائے

(۷) شِو شنکرہ چھک کلیان کاری ۔ پاپین ہُوند بخشن ہاری ۔ الوہ گرہ کردون چھک پرزائے شوائے نمہ اوم نماشوائے

(۸) شکھتی سدیا سیت چھیے ۔ اسہ کاس پاپ سیہ سُندر بھیے ۔ پُورہ کرسانہ منہ کامنائے شوائے نمہ اوم نماشوائے

(۹) برہما وشن چھی ژی گاران ۔ ساری دیوتا ژی ژھاران ۔ کُس وونت چیانی مایائے شوائے نمہ اوم نماشوائے

(۱۰) ہیرنچ دوہ اش کرہوی نسال ۔ ژی چھک سائین نیترن لال ۔ لگیو چیانی مایائے شوائے نمہ اوم نماشوائے

(۱۱) کرپورہ گورم نیت پرناؤ ۔ پارکھی کرہ ناؤ وت درناؤ ۔ اسہ چھیے چیانی آشائے شوائے نمہ اوم نماشوائے

(۱۲) شِو ژی بھولا بھنڈاری ۔ نیلہ کنٹھہ ژی چھک توپراری ۔ جئے جئے چیانی لیلائے شوائے نمہ اوم نماشوائے

(۱۳) حاجب پراران ورشنسی ۔ چھانس امرتہ ورشنسی ۔ آشاوان چھانہ دیلائے شوائے نمہ اوم نماشوائے

اوم شم

اوم

اوم

اردو ترجمہ

(اوم نمہ شوائے)

"شری دوارکا ناتھ رینہ حاجب کشمیری"

(۱) ہم آپکی لیلا پڑھتے اور آپکی پوجا کرنے آئے ہوئے ہیں۔ ہے شوجی آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔

(۲) برہما کے روپ میں آپ پیدا کرنے والے ہیں۔ وشنو روپ میں جگت کے پالن کرنے والے ہیں۔ اور شو روپ میں سنگھار کے کارن ہیں۔ ہے شنکر بھگوان آپ کو نمسکار ہو نمسکار ہو۔

(۳) آپ کو برشب (بیل) کی سواری شوبھا دیتی ہے۔ آپ کے گلے میں واسکی ناگ کا زیور دل کو موہ لیتا ہے۔ آپکے بائیں طرف شری ماتا اوما براجمان ہے۔ آپکو نمسکار ہو بار بار نمسکار ہو۔

(۴) آپ کے ماتھے پر چندرما دیوتا چمک رہا ہے۔ آپ بھسم لگا کر سمادھی میں یوگ دھارن کئے ہوئے ہیں۔ آپکی جٹاؤں میں گنگا جی نواس کئے رہتے ہے۔ آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔

(۵) آپ تربھون کے سوامی ہیں۔ اور بھگتوں کے پاپوں کو ناش کرنے والے ہیں۔ اسی لئے آپ کا نام کلیان کاری شنکر ہے۔ آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔

(۶) آپ دیوں کے دیو ہیں۔ آپ سب جیووں کی زندگی ہو۔ ہم پاپی لوگوں کا ادھار کرو۔ آپکو نمسکار ہو۔

(۷) ہے شو شنکر آپ کلیان کرنے والے ہیں۔ اور پاپیوں کو کھما کرنے والے ہیں۔ آپ پرجا کو انوگرہ کرنے والے ہیں۔ آپ کو نمسکار ہو نمسکار ہو۔

(۸) شکتی اور سدا یا آپکے ساتھ ساتھ ہے۔ ہم پاپیوں کو بیراج کا پھل نذر کرو۔ ہماری کامناؤں کو پورا کرو۔ آپکو نمسکار ہو

(۹) برہما جی اور وشنو جی آپ کی تلاش میں ہیں۔ سارے دیوتا آپکو ڈھونڈتے ہیں۔ آپکی مایا کو کسی نے نہیں جانا۔ آپ کو نمسکار ہو نمسکار ہو۔

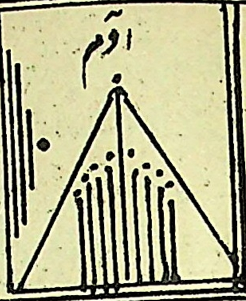
(۱۰) ہم شوراتری کے دن آپکی دعوت کرتے ہیں۔ آپ ہی ہماری آنکھوں کی روشنی ہیں۔ ہم آپکی مایا کے صدقے جائیں۔ آپکو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔

(۱۱) آپ ہمیں کرپورہ گورم کا پاٹھ ہمیشہ کراؤ۔ ہمیں پارتھی کراؤ اور ورت دھارن کرنے کی پریرنا دو۔ ہمیں صرف آپکی آشا ہے۔ آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔

(۱۲) ہے شوجی آپ بھولا بھنڈاری ہیں۔ آپ ہی نیل کنٹھ اور ترپراری ہیں۔ آپکی لیلا کو جے جے کار ہو۔ آپکو نمسکار ہو نمسکار ہو

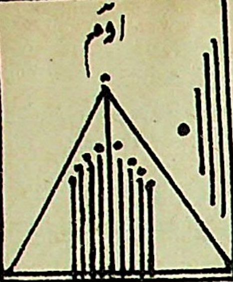
(۱۳) حاجب آپکے درشن کا منتظر ہے۔ آپکی امرت ورشا اور دیا کا آشا وان ہے۔ آپکو نمسکار ہو بار بار نمسکار ہو۔

—— اوم شم ——



پرا اور اپرا ودّیا

مہرشی شونک اور انگرا کی گفتگو



ایک دفعہ شونک بڑی شردھا کے ساتھ مہرشی انگرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ڈنڈوت بندنا کرنے کے بعد مودبانہ اُنکے سامنے بیٹھکر اُن سے یوں مخاطب ہوئے۔

شونکؔ۔ ہے بھگون۔ وہ کونسی وِدّیا ہے جسکے جان لینے پر یہ سب کچھ جان لیا جاتا ہے!

انگراؔ۔ بیٹے پیارے۔ دو ودّیائیں ہیں۔ ایک تو پرا وِدّیا ہے۔ اور دوسری اپرا ودّیا۔!

شونک۔ ہے بھگون۔ اِن ہر دو ودّیاؤں سے مجھکو آگاہ کیجئے۔

انگرا۔ رگ۔ وید۔ یجروید۔ سام وید۔ اتھروید۔ شکھیا۔ کلپ۔ ویاکرن۔ چھند اور جوتش یہ اپرا ودّیا ہے۔ اور پرا ودّیا وہ ہے۔ جس سے اُس اکشر برہم کا بودھ ہوتا ہے! شونکؔ۔ وہ اکشر برہم کیا ہے؟

انگرا۔ وہ جو ناقابل نظارہ ناقابل گرفت۔ اگوچر۔ بے رنگ و رُوپ آنکھ اور کان کے وِشئے سے بالاتر ہے۔ اور وہ جو جسم فرق سے رہت اننت سرب ویاپک۔ لامحدود سوکھشم اور چشم تصور سے دُور ہے۔ اور جو تمام کائینات کا منبع ہے۔ اُسے گیان وان پُرش سب جگہ ہی دیکھتے ہیں۔

شونکؔ۔ یہ جو مختلف قسم کی کائینات ہر جگہ دکھائی دیتی ہے۔ یہ برہم سے کیسے پیدا ہو جاتی ہے۔؟

انگراؔ۔ جیسے مکڑی جب چاہے اپنا جالا بناتی اور جب چاہے اُسے سمیٹ لیتی ہے۔ جیسے زمین سے نباتات اُگتی ہے جیسے زندہ انسان کے جسم سے بال اور روم پیدا ہوتے ہیں۔ ویسے ہی اکشر برہم سے یہ کائینات پیدا ہوتی ہے۔

شونکؔ۔ برہم سے اس کائینات کی پیدائش جس سلسلہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ برائے مہربانی اُس سلسلہ کو تفصیل وار بیان کیجئے!

انگراؔ۔ علم آفرنیش کائینات کا جو گیان ہے۔ اُس سے انسان لطیف سے بھی لطیف برہم کی شناسائی حاصل کر لیتا ہے۔ لطیف برہم کی اچھیا شکتی سے ستھولتا یعنی کثافت یا مادہ کی پیدائش ہوتی ہے۔ پھر اس کثافت سے اناج پیدا ہوتا ہے۔ اناج سے پران من ستیہ لوک اور کرم سے امرت پیدا ہوتا ہے۔ وہ جو سروگیہ یعنی علّام الغیب ہے۔ سب کو مساوی طور پر ایک سا جاننے والا ہے۔ جو سرب وِد ہے یعنی گھٹ گھٹ کا جاننے والا ہے۔ اُسی اکشر برہم سے یہ وشو ظہور میں آتا ہے۔

شونک۔ ہے بھگوان وہ ہستی لامحدود جو بنیاد کائنات ہے۔ کیسے جانی جاتی ہے۔

انگرا۔ جو شانت اور ایکاگر چت والے مہاتما لوگ جنگل میں رہتے ہوئے تپ اور شردھا کے ساتھ بھگوان کا دھیان کرتے ہیں۔ وہ سورج لوک کے راستے سے وہاں جاتے تھے۔ جہاں وہ غیر فانی اور لامحدود پرش قیام پذیر ہے۔

شونک۔ ہے بھگوان سورج کے راستے سے اس منزل حقیقی تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ کونسا ہے؟

انگرا۔ یہ سب سنسار ناشوان ہے۔ اس سنسار میں قائم بالذات اور غیر فانی شے کوئی بھی نہیں۔ اسلئے اس تمام سلسلہ سے ہمیں کیا مطلب۔ اس طرح کا ویراگ دھارن کرکے، تپ کو جاننے کیلئے ہاتھ میں سمدھا لیکر شروتری برہم نشٹھی گورو (عالم شخص برہم گیان میں ماہر گورو) کے پاس چلا جا سو پہنچ جاوے۔ تب وہ ودوان گورو اس شانت چت اور اندریوں کو دمن کرنے والے شاگرد کو اس برہم ودیا کا اپدیش کرتے ہیں جس سے اس قائم و دائم اور لافانی ہستی کا علم ہوتا ہے۔ اسی لافانی ہستی (اکشر پرش) سے پران یعنی قوت حیات پیدا ہوتی ہے۔ اسی سے من حواس۔ آکاش ہوا۔ آگ۔ پانی۔ اور زمین پیدا ہوتی ہے۔ اگنی اس کا مستک ہے۔ چاند اور سورج آنکھیں ہیں۔ اطراف کان ہیں۔ وید بانی ہے۔ وایو پران ہے۔ وشو ہردے ہے۔ اس کے چرنوں سے پرتھوی پیدا ہوئی ہے۔ وہ سب ذی روحوں کا روح رواں ہے۔ سب دیوتا اسی سے پیدا ہوئے ہیں۔ سادھیہ گن۔ منش پشو پکشی پران۔ اپان۔ جپ۔ تپ۔ شردھا۔ برہمچریہ اور ودھی یہ سب اسی سے پیدا ہوئے ہیں۔

شونک۔ یہ درشیمان جگت سب خیالی ہے اور متھیا ہے۔ صرف پرش آتما برہم ہی کیول ستیہ ہے۔ کیا ایسا ہی سمجھنا چاہیئے؟

انگرہ۔ نہیں یہ سارا جگت کرم اور تپ بذات خود پرش ہی ہے۔ برہم ہے۔ امرت ہے جو اس امرت میں چھپی ہوئی صداقت کو جانتا ہے۔ وہ جہالت کی بیخ کنی کر دیتا ہے۔

وہ برہم ذرہ ذرہ میں سمایا ہوا ہے۔ اس میں تمام کائنات اور تمام جیو مقیم ہیں۔ وہی لافانی خدا ہے۔ وہی زندگی ہے۔ وہی زبان اور وہی دل ہے۔ وہی ستیہ اور امرت ہے۔ اسی میں لین ہونے کی کوشش کرو۔

شونک۔ بھگون اس کو پانے کا کیا طریقہ ہے۔

انگرہ۔ اے عزیز! اپنشدوں کا اسلحہ عظیم لے کر آپاسنا سے تیز کیا ہوا تیر اس پر چڑھاؤ اور شردھا سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ اسے کھینچکر اکشر برہم روپی نشانہ پر چھوڑ دو۔

شونک۔ ہے بھگون وہ اپنشد مہا استر (اپنشد کی کڑی کمان) کیا ہے۔ وہ تیر کونسا ہے اور اس سے نشانہ کیسے کرنا چاہیئے؟

انگرا۔ پرنو (اونکار) ہی وہ دھنش ہے آتما ہی بان ہے اور وہ برہم ہی نشانہ ہے۔ چوکنا ہو کر اس نشانے کو بیدھنے کے لئے تیر کی طرح چست ہونا چاہیئے۔

جس میں دُنیا اور ما فہیا اور سب پرانوں کے ساتھ بنا ہُوا ہے۔ اس ایک آتما کو جانو۔ وہی امرت کا ہر چشمہ ہے۔ جو سرو گیہ اور سرو ودِ ہے۔ جسکی یہ مہما روئے ہستی پر ہے۔ وہی یہ آتما برہم پور آکاش میں مقیم ہے۔ وہی من اور پران کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں اور ایک دُنیا سے دوسری دنیا میں لیجاتا ہے۔ اس استھول جسم میں وہ دل کے اندر ہے۔ اُس کے گیان کو پراپت ہو کر شانت چت انسان اُس پرکاش مان آنند سروپ امرت کو ہر جگہ دیکھتے ہیں۔

اس ذات الہٰی کا دیدار ہونے پر دل کی بے قراری جاتی رہتی ہے تمام شکوک رفع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اعمال کے جنجال سے بھی چھوٹ جاتا ہے۔ وہ امرت برہم ہی آگے ہے۔ وہی پیچھے ہے۔ وہی دائیں ہے۔ وہی بائیں۔ وہی نیچے ہے۔ وہی اوپر الغرض یہ تمام کائنات برہم ہی برہم ہے۔ بقولیکہ ؎

تیرا جلوہ ہر جا عیاں دیکھتا ہوں
یہاں دیکھتا ہوں وہاں دیکھتا ہوں

شونک۔ اس برہم کے ساتھ اس جیو کا کیا تعلق ہے؟

انگرہ۔ یہ دونوں ہی خوبصورت پروں والے دو پرندوں کی طرح ایک ہی درخت کا بسیرا لئے ہوئے دو دوست ہیں۔ اُن میں سے ایک اُس درخت کے پھلوں کو کھاتا ہے۔ اور دوسرا کھاتا نہیں صرف دیکھتا ہے۔ جو کھاتا ہے وہ عاجز ہو کر بلبلائے مصیبت ہوتا ہے۔ وہی جب دوسرے کو ایشور (یہ شان و شوکت) میں پا کر اُسکی مہما کو دیکھتا ہے تب وہ بھی دکھوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ جگت کرتا ایش پُرش کو دیکھکر وہ پاپ پُن دونوں کو تیاگ کر اور نرنجن ہو کر حیات ابدی حاصل کر لیتا ہے۔

شونک۔ اُس ایش پُرش کو دیکھنے کا اُپائے کیا ہے؟

انگرہ۔ ست (سچائی) تپ (ریاضت) اور برہمچریہ دھارن کرنے والے پاک طینت یوگی اپنے باطن میں اُسے نورِ مجسم صورت میں دیکھتے ہیں۔ وہی آتما ہے۔ وہ لطیف سے لطیف ہے دور سے دور ہے۔ نزدیک سے نزدیک ہے۔ اور نورانی ہے۔ وہ دیکھنے والوں کی دل کی گہرائیوں میں چھپا رہتا ہے۔ وہ آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا۔ بانی یا دوسری اندریوں سے اور تپ یا کرم سے نہیں جانا جاتا۔ گیان کے پرساد سے باطن کے پاکیزہ ہونے میں اُس لافانی ہستی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ جیسے وہ جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ جو کچھ بھی ارادہ کرتا ہے اُس کے تمام ارادے پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے پُرش کی جو اُپاسنا کرتا ہے۔ وہ بندھن سے آزاد ہو کر امر پد کو پراپت کر لیتا ہے۔

شونک۔ رُوح کی حقیقت آشکار کرنے والے شاستروں کو ذہن نشین کر لینے سے کیا اس کی پراپتی نہیں ہو سکتی؟

انگرا۔ نہیں۔ یہ آتما مطالعہ کُتب۔ غور و فکر اور بہت کچھ سُننے سے بھی نہیں ملتا۔ بلکہ صرف اُسی کو ملتا ہے۔ جو اس میں ہمہ تن محو ہو جاتا ہے۔ اُسکے سامنے یہ آتما اپنا روپ پرگٹ کر دیتا ہے۔ جو شخص ہمت، استقلال، شردھا۔ سنیاس اور تیاگ کے ذریعے سے آتما کو پراپت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آتما اُسے اپنے دھام میں لے آتا ہے۔

شونک۔ جو کوئی آتم تتو کو پراپت کر لیتا ہے۔ اُسکی کیا حالت ہوتی ہے؟

انگرا۔ جو اُس پار برہم کو جان لیتا ہے۔ وہ برہم ہی ہو جاتا ہے۔ وہ شوک کو تر جاتا ہے۔ پاپ کو پار کر جاتا ہے۔ ہردہ گرنتھیوں سے ؤمکت ہو کر امرت ہو جاتا ہے۔ اور اُس کے خاندان میں بھی کوئی شخص برہم گیان سے عاری نہیں ہوتا۔"

"اوم شانتی شانتی شانتی اوم"

درشنائے بندۂ حق

برھم لین مہاتما شہنشاہ جی مہاراج

حق کے بندے کو رہا دُنیا سے کچھ کام نہیں
قید سے چھوٹ گیا۔ دانہ نہیں۔ دام نہیں

خواہشیں ساری مٹیں رنگ بیرنگ چڑھا
بے پئے مست ہُوا۔ ساقی نہیں جام نہیں

ننگ اور نام کی پرواہ نہیں اُس کو رہی
وہ بلا ذات[1] ہیں اب ذات نہیں نام نہیں

اُس محل پہ ہے چڑھا جس کا نہیں کچھ بھی نشاں
در نہیں کھڑکی نہیں۔ زینہ نہیں۔ بام نہیں

ہے سماں ایک سا سب ایسے بشر کو یارو
جلد اور دیر نہیں۔ صبح نہیں۔ شام نہیں

رام دُنیا کا نہیں۔ اس کی نظر میں یارو
رام[2] اب رام ہُوا۔ وہ تو رہا رام نہیں

سب میں رہ کر بھی فقط ملتا ہے وہ ایک[3] سے ہی
سب میں رہتا ہے مگر خاص نہیں عام نہیں

جسم تو رکھتا ہے پر فکر نہیں اس کا اُسے
دل تو رکھتا ہے مگر دال نہیں لام نہیں

سر پہ اُس کے ہے ہمیشہ ہی ہُما کا سایہ
ہے شہنشاہ وہ مگر مُلک نہیں دام نہیں

[1] ذات پاک۔ ذات الٰہی۔ نجات نند۔ [2] تمام۔ [3] یہاں ایک سے مُراد ایشور ہے۔"

یوگیراج شری اربندو گھوش کے یوگ کے متعلق خیالات

شری اربندو کی تصنیف

THOUGHTS ON YOGA

(مترجم. شری خیراتی رام جی پوری بی ایس سی)

جس یوگ کے راستے سے ہم یہاں منزل مقصود پر گامزن ہونا چاہتے ہیں. وہ دوسرے یوگ کے راستوں سے قدرے مختلف ہے۔ اس کا منشا صرف دنیاوی مایا واد سے بالاتر ہو کر صرف پرماتم تتو کا حصول ہی نہیں بلکہ پرماتم بھاؤ کے وگیان کو من بدھی. پران اور جیون میں ڈھالنا ہے یعنی کہ پرماتم تتو کو پرگٹ کر کے جڑ پرکرتی میں ذوِیہ جیون کا نرمان کرنا ہے۔ یہ منزل بہت ہی مشکل اور صبر آزما ہے جسے اصحاب کو تو یہ ناممکنات میں معلوم ہوتا ہے۔ عام ناواقف اور جسم کی نشوونما میں ہی مشغول دنیادار تو اس کی ہستی سے ہی منکر ہیں. اور اس کے حصول میں گوں ناگوں قسم کی رکاوٹیں ڈالنے میں کوشاں ہیں. آپ خود بھی ملاحظہ کریں گے کہ آپ کا من. پران اور شریر اس راستہ پر چلنے میں کس قدر مزاحم ہوتے ہیں: اگر آپ اس کے حصول کے لئے مصمم ارادہ کریں تمام رکاوٹوں کو عبور کرنے کا مادہ خود اعتمادی. سابقہ و گزشتہ تمام مشکلات سے کنارہ کشی اور مستقبل کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کیلئے تیار ہو سکیں تو ہو سکتا ہے. کہ اس حقیقت ازلی و ابدی سے آپ ہمکنار ہو سکیں۔

اس یوگ سادھنا میں کوئی خاص ایسے قواعد و ضوابط نہیں. اور نہ ہی کوئی منتر یا تنتر ہیں. اس طریق یوگ کی شروعات سادھنا کرنے والے کے اس ارادہ مصمم سے ہوتی ہے۔ آتم دھیان ہونے اور اس جیوتی سروپ پرماتم تت کی طرف بڑھنے سے جو ہمارے اندر بھی ہے۔ اور اوپر بھی ہے. اس کے سامنے اپنا آپ کھول دینے (شرناگتی) اور جو جو خیالات اور احساسات اس میں رکاوٹ بن سکتے ہیں. ان کو آہستہ آہستہ ترک کر دینے میں ہے۔ بالفاظ دیگر شردھا. وشواس اٹل ارادہ حصول منزل اور مکمل آتم سمرپن ہی اس کے حاصل کرنے کی کنجی ہے۔

اگر یہاں کسی شے کا پرچار یا نشر یہ کرنا ہے تو وہ وگیان ہی ہے. یعنی اس عالم فانی میں صرف من اور بدھی بلکہ سب شریر اور جڑ پرکرتی میں اس پرماتما کی شکتی کو جگا دینا ہے. جس سے سب کچھ درخشاں اور جگمگا اٹھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اہم بھاؤ (اہنکار) کو دنیا کے لوازمات. عیش و عشرت و خود غرضی کے

زیر اثر تمام بد کرداری کے لئے کھلا چھوڑ دینا ہے۔ اور آزادی کا مطلب بے لگامی نہیں۔ بلکہ ایک ایسی دُنیا کے طریق کار کو بنانا ہے۔ کہ ہم نے وہی کام کرنا ہے جو بھگوان ہم سے کروانا چاہتے ہیں۔ اور ہم نے دُنیا میں ایک ایسے ماحول کو پیدا کرنا ہے۔ جس سے یہ ظہور پذیر ہو کر اس نظام میں تمام تحریک کا حقیقی ماخذ بھگوان کی اِچھیا ہی ہے۔ اور اسمیں کوئی تغیر و تبدل انسانی خواہشات اور خود غرضی، خود نمائی یا خود ستائی سے ممکن نہیں۔ اس وگیان (سائنس) کے یگ میں سادھنا کرنے والے کو جو کام کرنا ہوتا ہے۔ وہ اس کا اپنا نہیں۔ بلکہ بھگوان کا ہے۔ بحیثیت ہمارا یوگ ہمارے لئے بلکہ بھگوان کیلئے رہے۔ اس میں ہماری شخصیت یا انفرادیت یا اہنکار کی آمیزش نہیں بلکہ اس قادرِ مطلق کے عالی نظام کا جزو ہے۔ ہماری تکمیل انفرادیت خواہشات و انسانیت کوئی ہمارے اہم بھاؤ کا ارتقاء نہیں بلکہ یہ سب ہمارے لئے بلکہ بھگوان کے لئے رہے۔

یوگ کے معنے صرف بھگوان کی پراپتی ہی نہیں بلکہ اندرونی اور بیرونی طور پر جیون کا ایسا مکمل ارتقاء اور تبدل ہے جس سے بھگوان کی شکتی کا ظہور اور انکے نظام کا ایک انگ بن سکیں اس کیلئے بیرونی و اندرونی شدھی اور سداچار کی ضرورت ہے۔ جو کہ کٹھن تپ اور کرشن چندرائن برت سے بھی بہت مشکل اور ریاضت طلب ہے۔ اور یہ یوگ مارگ دوسرے یوگ مارگوں سے بالاتر اور زیادہ محنت طلب ہے۔ اس لئے اس مارگ پر کوئی ایسا شخص پاؤں نہ رکھے جب تک وہ اس حق الیقین کو نہ پہنچ جاوے کہ یہ اُسکی انتر آتما کی پکار ہے۔ اور وہ ایسی ریاضت کے لئے کمربستہ ہے۔

سابقہ یوگوں میں اُس آتما کے انوبھو کی کھوج تھی جو اس پرم آتما سے غیر منقسم ہے۔ اور کہ ہماری انسانی فطرت اس میں کسی قسم کی رُکاوٹ نہ ہو سکے۔ اس سے سوبھاؤ اور فطرت کے لوازمات تبدیل کرنے کی سعی کی جاتی تھی۔ کئی تو صرف سدھیاں حاصل کرنے کی دوڑ میں مشغول تھے کہ لوگوں کو کرامات دکھا کر قائل کر سکیں وہ دُنیا کو نیا جیون نئے خیالات دینے اور سکھی بنانے کی طرف سے بالکل لاپرواہ اور بے نیاز تھے۔

آدمی کی چیتن پرکرتی کا نمائندہ تو من ہی ہے۔ اور اسکی بودھ شکتی (عقلِ سلیم) کو اس پرم شکتی سے ملنے کیلئے اوپر اُٹھنا ہوگا اور اُس پرم چیتن شکتی کو من۔ پران۔ اور جسم خاکی میں اُتارنا ہوگا۔ تب ہی درمیانی رُکاوٹیں دُور ہونگی۔ اسی سے پورا پرکرتی مکمل طور پر اپنا پرکرتی کو اوپر اٹھا کر گیان کی شکتی سے اُسے ایک دیوی شکتی بنانے کے لئے موزوں بن سکیگی۔ ہماری پرتھوی ماں ترقی کی موزوں جگہ ہے۔ اور من بدھی پران وگیان پرماتم تتو اس میں ہی پوشیدہ طور پر بسے ہوئے ہیں۔ مگر دُنیا کے نظام اُفرنیش میں سب سے پہلے اجسام عنصری بنتے ہیں۔ بعد ازاں اُن میں پران مِل کر حرکت اور زندگی کے دیگر آثار پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اُن سے نباتات اور حیوانات بنتے ہیں پھر ان میں من کے شامل ہونے سے منش بنتا ہے۔ اب کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ من اور بدھی سے پرے جو وگیان ہے۔ اُس کو حاصل کرکے وگیان سے بھرپور منش عالم سنسار میں بسے اور شانتی کا بول بالا ہو۔

آتم انوبھو کے لئے اتنا ہی کافی نہیں کہ جیو پرکرتی (مادی اشیاء) سے کنارہ کشی کرے بلکہ یہ ضروری ہے کہ اُس کا جو مادی اشیا سے لگاؤ (آسکتی) ہے اُس پر قابو پایا جاسکے اور اس پر بھاگوتی شکتی کی سرن لے سکے۔

مادی شکتیوں کو جو قانونِ قدرت کے ہمیشہ متحرک پایا جاتا ہے۔ ماتا سمجھنا درست نہیں یہ صرف سنسار کی ارتقا کے لئے مامور ہیں۔ جیسا کہ منو الجھیانی پران الجھیانی یا دیہہ الجھیانی آتما پرماتما نہیں مگر وہ آتما پرماتما سے ہی ہے۔ ویسے ہی پرکرتی کا کھیل بھگونت شکتی ماتا نہیں۔ گو اس کے پیچھے اس ماتا کا ہاتھ ہے۔ جو اس کے تمام کاروبار کا نگہبان ہے۔ پر وہ ماتا کوئی اودیا کی شکتی نہیں بلکہ بھگوان کی اِچھیا شکتی۔ جوتی۔ پرا پرکرتی ہے۔ جس سے ہم مکتی اور زندگی کے تکمیل کی کامنا کرسکتے ہیں۔

اپنے آپ میں حقیقت ہونے کا احساس۔ شانت۔ آزاد۔ تینوں گنوں (ساتوک راجس تامس) کے کرموں سے الگ ہونا ہی مکتی کا سادھن ہے۔ اور انہی خیالات کو من۔ بدھی اور پرانوں میں لانا ہوگا۔ اگر اس میں کچھ کامیابی ہوگئی۔ تو دنیاوی بیشتر تکالیف سے خلاصی پالی۔

مگر یہ شانتی سم بھاؤ (ہر ایک کو سمان دیکھنا) شکتی اور آنند تو اس ایشوری شکتی کے آنے کا اولین قدم ہے۔ اس سے پرے ایک ایسا گیان ہے ایک ایسی ستچالن شکتی ہے۔ ایک ایسا ہمیشہ رہنے والا آنند ہے جس کا عام حالات میں خاص ساتوک گن میں بھی ہونا مشکل ہے۔ کیونکہ وہ بھگوت گن ہے سب سے پہلے شانتی سمتا اور مکتی ضروری ہیں۔ سادھن کی خامیوں کے ایام میں اُس شکتی کو اُتارنا ممکن ہی نہیں

اگر اس پرماتم تتو اور اس حقیقت کے شناخت کا احساس نہ ہوتا ہو تو اُسکے حصول کی کوشش بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ ہر ایک لوک کا اپنا انوبھو ہے اور ہر لوک کا ستیہ بھی ایسا نہیں۔ مگر ایک ایسی حقیقت بھی ہے۔ جو کسی بھی لوک میں نہیں یہ نمثیل واسنا اور اہنکار ان سے۔ منوئے اور پران سے کی سنتا کتھے۔ ان کے بغیر تو منش بے جان معلوم دیگا۔ مگر جب ہم اس لوک سے ترقی کرکے اوپر جاتے ہیں تو واسنا اور اہنکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی۔ بلکہ وہ ست سنکلپ اور آتم انوبھو کے لئے گہرائی کا سامان بنتے ہیں۔ یہاں ہمیشہ دیوی اور اسُری طاقتوں کا سنگرام ہوتا رہتا ہے۔ مگر جوں جوں ہم ترقی کرتے ہیں آسُری (شیطانی) طاقتیں کمزور ہوجاتی ہیں اور بھگوان کے وگیان کے انوبھو میں آکر ان کی قوت۔ اہمیت۔ اور جگہ ہی تبدیل ہوجاتی ہے۔ نرگن یا بھی ہیں ویکت ظاہر) اور اویکت (پوشیدہ) کا بھید معدوم ہوکر دونوں ایک ہی روپ بن جاتے ہیں۔ جس کو یہ پر گیا (بدھی) محسوس نہیں ہوئی۔ وہ اس پرم تتو کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ انسان کا من ایسا ہے کہ وہ اپنے انوبھوؤں کو سامنے رکھکر چھانٹنے لگتا ہے۔ اور جیسے وہ آسان اور اپنی طبیعت اور فطرت کے مطابق سمجھتا ہے۔ اپنے آپکو اُس سانچے میں ڈھالنے کی

کوشش کرتا ہے۔ مگر وہ مرتبہ تو اُس کا بھرم (وہم) ہی ہے۔ اور حقیقت سے بعید ہوتا ہے۔ دراصل اُوپر چڑھنے کے لئے ایک ایک قدم مضبوطی سے رکھ کر آہستہ آہستہ ترقی کر کے انسان منزل پر پہنچتا ہے نہ کہ چھلانگ لگا کر۔ وشیوں والی ادنیٰ پرکرتی اور رکاوٹوں پریشانیوں کو نظر انداز کرنا بہت بڑی نادانی ہے۔ گو اس پر قابو پانا ضروری ہے۔ بلکہ ان رکاوٹوں کو دُور کرنے کی تجاویز پر ہی تمام وقت صرف کرنا بھی فراست سے بعید ہے۔ اصل میں تو اُس تتوگیان کو اپنے آپ میں اُتارنا ہے۔ اگر اس انتظار میں رہیں کہ پہلے ادنیٰ قسم کے خیالات مکمل طور پر ختم ہو جائیں پھر تتوگیان کا دخل ہو۔ تو تمام عمر اسی انتظار میں صرف ہو جائیگی۔ یہ صحیح ہے کہ جتنی ادنیٰ پرکرتی شدھ ہوگی اتنا ہی تتوگیان کا سورج جلد پرکاش دیگا۔ مگر یہ حقیقت اس سے بھی بالاتر ہے کہ جتنا اُس گیان کا پرکاش ہوگا۔ اُتنی ہی جلدی ادنیٰ پرکرتی کمزور اور بے اثر ہوتی جائیگی۔ ایک ہی بار واسناؤں کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ پر تو سادھنا سے کافی عرصہ کے بعد ممکن ہوتا ہے۔ سادھنا میں چت کی شدھی اور تتوگیان کی آمد ساتھ ساتھ ہی چلتے ہیں۔ مگر شردّھا وشواس اور استقلال ضروری و لابدی ہیں۔ کسی سد بھاؤ (اچھی اور نرمل بھاونا) کا من میں تب تک قیام نہیں ہوتا۔ جب تک کہ انسان کی بودھ شکتی (عقل سلیم) دیوی نہیں بن جاتی۔ اور یہ سادھنا سے کافی وقت لگا کر حاصل ہوتی ہے۔ جب یہ جیو اُس شکتی سے ناواقف ہوتا ہے تو سادھنا کے وقت وہ دویہ شکتی خفیہ طور پر کام کرتی رہتی ہے۔ اور انسان اپنی نا سمجھی سے نالاں رہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جو مجھے روشنی ملی تھی۔ وہ پھر غائب ہو گئی۔ مگر کچھ منزل کرنے کے بعد اُسے اس بات کا حق الیقین ہو جاتا ہے کہ وہ روشنی غائب نہیں ہوئی۔ بلکہ دائم و قائم ہے۔

شانتا اور بے پناہ شانتی (تسکین قلب و رُوح) مون (خاموشی) درونی و بیرونی) کا جو ریاضت کیش کو احساس ہوتا ہے۔ وہی آتما ہی شانت برہم ہے۔ یوگ کی کئی حالتوں کو منتہائے مقصود یہ آتما یا شانت برہم ہی مانا گیا ہے۔ مگر ہمارے یوگ میں اس شانت برہم کو حاصل کر کے جیو کا اس بھگوت چیتن کو پانا جسے ہم دویہ کرن یعنی دیوی بھاؤ پراپت کرنا کہتے ہیں۔ صرف پہلا قدم ہے۔

سد آتما (رُوح الروح لطیف) کے دو روپ ہیں۔ ایک آتما اور ایک انتر آتما اس دوسرے روپ کو ہر دے پرش یا چیتن پرش کہتے ہیں۔ اس کا احساس سادھنا کرنے والوں کو ایک یا دونوں حالتوں میں ہو سکتا ہے۔ ان میں فرق یہ ہے کہ آتما تو تمام کائینات میں وِیاپک معلوم ہوتا ہے۔ اور انتر آتما انفرادی شخصیت کے تن پران اور شریر میں سمایا ہوا انوبھو میں آتا ہے۔ جب اوّل میں اسکا انوبھو ہوتا ہے تو اسے سب اشیائے سے علیحدہ اپنے آپ میں قائم و دائم اور سنسار میں نہ سکت (مشتمل) سمجھتا ہے۔ ہنکی تمثیل ناریل کا خشک پھل ہے۔ مگر انتر آتما کا انوبھو بالکل مختلف احساسات کا حامل ہے۔ اس میں انتر آتما کا بھگوان سے وحدانیت (ایک اکار ہونا) مسی کا آنشرہ (توکل) اور اُسی کی شرناگتی ہوتی ہے۔ اور نیچ قسم کی پرکرتی (دُنیاوی لذات و لوازمات) کی بجائے سد آتما کرن سد پران آتما اور سد شریر آتما کو

ڈھونڈ کر نکالنے کی قوت (شکتی) کا حصول ہوتا ہے۔ اس یوگ میں ان دونوں اقسام کے انوبھو کی ضرورت ہے۔ "میں" (اہم بھاؤ) یعنی اہنکار۔ اس پرکرتی کی معمولی سی ساخت ہے۔ اور اسکے ہمراہ النسک پران کے ووہار اور عناصر کی ساخت بھی شامل ہیں۔ اس میں بیرونی اشیا کا علم اور انفرادیت میں کام آنے والے کرموں کا مرکوز کرنا ہے۔ جب سدا آتما مل جاتا ہے۔ تو اہنکار کا کام مکمل ہوجاتا ہے۔ پھر اصلی انفرادیت نہ ہونے سے وہ اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔ تینوں گُن جب شُدھ اور نرمل ہوجاتے ہیں تو اُن میں دیوی شکتی جھلکتی ہے۔ ساتوک سے جیوتی (اُجالا) یعنی نرمل آتم تیج۔ راجس سے تپ یعنی شانتی میں پرچنڈ۔ دویہ شکتی (قوتِ اعلیٰ کارکردگی) و تامس سے شم یعنی ہر ایک میں غیر انفرادیت (سم بھاؤ) اور شانتی وشو برہمانڈ (کائنات) میں تینوں شکتیاں برسرِ پیکار رہتی ہیں اور انہی کے تحت سب نظام خلق ہے سرشٹی۔ ستتھی اور سنگھار (آفرینش بقا و فنا) جو جو کچھ پیدا ہوتا ہے۔ کچھ وقت تک وہ کر فنا کو پورا ہوتا ہے۔ اگر سنگھار شکتی (قوتِ فنا) نہ ہو تو اس کا مطلب ایسی کائنات سے ہوگا جس کا کچھ خاتمہ نہ ہو۔ بلکہ وہ ہمیشہ تبدیل ہوتی رہے۔ اگیان میں رہتے ہوئے ترقی کے لئے فنا ضروری ہے۔ مگر گیان میں (پرماتما کا علم عظیم) میں حقیقت حق کا اپنی ہی دویہ سرشٹی (کائنات روحانی) میں اشکال کا خود بخود تبدیل ہونا ہی خاصۂ قدرت ہے۔"

——— (اوم شم) ———

اِک شرط ذرا سی

شری آنند کپور ایم۔ اے۔ کے آرٹسٹ دلی 5

اللہ۔ ایشور کہ یزدان　　دُور نہیں تجھ سے بھگوان
لیکن ہے اِک شرط ذرا سی　　پہلے اپنی ذات پہچان
ہنستا۔ روتا رہیگا تب تک　　جب تک رہیگا تو انجان
اُٹھ کہ پگڑی آپ بنا لے　　کیوں سویا ہے لمبی تان
بھُول کے اپنی اصلیت کو　　بن بیٹھا ہے تو انسان
تیری اپنی کِرنی کا نتیجہ　　تیرے سامنے ہے نادان
آ بتاؤں تجھ کو نسخہ　　گھونٹ گھاٹ کر کپڑ چھان
شوقِ معرفت اور ریاضت　　کرتا ہے منزل آسان
یہ مانا کہ تو ہے آنند　　کر لے آپ اپنا کلیان
لیکن ہے اک شرط ذرا سی　　پہلے اپنی ذات پہچان

(مسلسل)

جوگ ساگر

(حضرت غلام جیلانی صاحبؒ)

(مرسلہ پنڈت ہربنس لال جی شرما نکودر)

م۔ مکت مارگ نوں آ چھیتی ولاں کاہتاں پیر پسار ناہیں
پیچھے بیت گئی جہڑی بیتیی سی اگے واسطے کریں اُدھار ناہیں
نہ جیا کاہناں نوں حیران ہوویں چرن دھار کھنڈے اُتے مار ناہیں
جکڑ بند سنسار دیاں کاہتاں او انہاں وچ وڈ عمر گذار ناہیں
پکڑی وڑے جد چھاتی وچ پیارے باہر نکلے اوہ چھال مار ناہیں
غلام جیلانی شاہا بیڑی کاغذاں دی چڑھ لنگھے سمندروں پار ناہیں

کتھا۔ میرے پریمی سجنو! آپ کو معلوم ہے کہ مکتی کیا ہے؟ نجات خلاصی۔ بندھن سے چھٹکارا۔ جنم مرن کی قید سے رستگاری اور جسم کی خواہشات سے رہائی۔ یہ تمام مکتی کے صحیح معنے ہیں۔ بعض بے خبر بے حسی اور بے حواسی کو مکتی کہتے ہیں۔ اور کوئی پتھر کی طرح بے حس و حرکت ہونے کو مکتی سمجھتا ہے اور کوئی بوند پانی کی پانی میں مل گئی اسکی مکتی تصور کرتا ہے۔ یہ سب غلط ہے۔ مکتی سنسکرت کا لفظ ہے جسکے معنی ہیں آزاد شدہ یا پرواز کرتا ہوا۔ اور سنتوں نے یہی معنی صحیح سمجھے ہیں۔ اب فرض کرو کہ ایک شخص اس سنسار میں ہے۔ نہ اسے مرنے کا غم ہے۔ نہ جیتے رہنے کی خواہش ہے۔ اور کبھی بدلہ یا جزا کیلئے نیک اعمال نہیں کرتا۔ ہر وقت رنج و راحت سے بری ہے۔ ہر حالت میں خوش ہے۔ تو یہ شخص جیون مکت ہے۔ کیونکہ یہ شخص سنسار کو تماشا گاہ تصور کرتا ہے۔ بعض بے خبر ہرشیوں نے گھر بار زن و فرزند مال و دولت کے تیاگ کرنے کو مکتی سے تعبیر کیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ راجہ جنک۔ راجہ گوپی چند سری رامچندر جی مہاراج۔ شری کرشن چندر جی مہاراج اور اور بہت سے ایسے راجے گذر چکے ہیں جو جیون مکت تھے۔ اور یہ سب دعوے سے کہا کرتے تھے۔ کہ اُپنشدوں کے سمجھنے کا مادہ برہمنوں میں تھا ہی نہیں۔ یہ صرف کھشتریوں کی میراث ہے۔ جب برہمن ان راجاؤں کے پاس چیلہ ہونے کی حیثیت میں حاضر ہوتے تو یہ راجگان ان کو علم تصوف یعنی وید کی اُپنشدوں کے اسرار باطنی جو کہ علم جوگ کے متعلق ہوتے تھے سمجھا دیتے تھے۔ سوامی شنکر آچاریہ برہمن تھے۔ وہ اپنی کتاب شاریرک بھاشیہ میں لکھتے ہیں کہ وید کی اُپنشدوں کو جو کچھ کھشتری سمجھتے ہیں۔ ہم براہمن نہیں سمجھ سکتے۔ اور اب کبھی

آپ اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں تو براہمن کرم کانڈی یعنی دھرم کے ظاہری احکام ہی پر چلنے والے ملیں گے یہ ان کی پدری میراث ہے۔ اور اسکے دیکھنے والے اور لوگ کم ہوتے ہیں۔ اور گیان کانڈی اصل میں آیکہ اب بھی کھشتری لوگ ہی ملینگے کیونکہ گیانی کے لئے سیر چشمی الوالعزمی وسیع خیالی اور دریا دلی کیضرورت ہے مُکت یا جیون مکت لوگ سنسار میں پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ کوئی چیز کبھی الوپ نہیں ہوئی۔ نہ ہوگی اور نہ ہو سکتی ہے۔ یہ لوگوں کی محض خام خیالی ہے۔ کہ تمام نیک کام اور نیک کام کرنے والے پُرش پچھلے ہی زمانہ میں ہو گذرے ہیں۔ بلکہ اس زمانہ کے لوگ ان نیک لوگوں کو بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں مہا پُرش تو بہت ہیں۔ مگر ان کو پہچاننے والے بہت ہی کم لوگ ہیں کیونکہ لوگوں میں یقین کی کمی بہت پیدا ہوگئی۔ مہا پُرش تو! گذری ہوئی بات کا غم کرنا کہ افسوس ایسا ہوتا یا ایسا نہ ہوتا۔ اور آنے والے وقت کی اُمید سے کہ ایسا ہو اور ایسا نہ ہو انسان کا دل ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔ اور غم پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اگر یہ دونو چیزیں دل سے نکال دیں۔ اور دل سے ان کو دور ہٹ جائیں تو کوئی کشٹ باقی نہ رہیگا۔ جیسا کہ کمھار کا چکر جب تک گھومتا ہے۔ بہت سے برتن بنتے رہتے ہیں۔ جب ٹھہر گیا تو بس ہوگئی۔

جس شخص کا دل پریشان ہے۔ وہ کوئی کام کرے یا نہ کرے۔ سب کام کرتا ہے اور خواہ وہ بیکار ہی بیٹھا ہو۔ کام کرنے کی تھکاوٹ یا کشٹ اُسے معلوم ہوتی رہتی ہے جس طرح کوئی شخص سپنے میں کوئیں کے اندر گرا ہو۔ تو سپنے میں اسکی تکلیف اُٹھاتا ہے۔ خواہ وہ لیٹا ہوا ہی ہے۔ جو شخص کچھوے کی طرح اپنے انگ چاروں طرف سے سمیٹ لیتا ہے اور اندریوں کو وشیوں سے روک لیتا ہے۔ وہ گیانی ہے۔

ہری کرشن چندر جی مہاراج کا بچن ہے کہ اے ارجن جس کی اندریاں وش میں نہیں۔ اس سے دھیان کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا چت قائم نہیں۔ اسکو مکتی پراپت نہیں ہوتی۔ اے ارجن جس شخص کی اندریاں وشیوں کے آدھین ہیں۔ وہ من کو بھی ساتھ لے جاتی ہیں جیسے ناؤ کو ہوا کھینچ کر لے جاتی ہے۔ اس لئے وشیوں کو وش میں کرو۔

ارجن نے پوچھا۔ کہ اے ہری کرشن جی۔ جو پُرش پاپوں کی اچھیا نہیں کرتا اس کو کون بے سمجھ پُرش کے نیائیں پاپ میں لگا دیتا ہے۔ کرشن جی مہاراج نے کہا۔ کہ وہ کام کرودھ ہیں جو رجوگن برتی سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بڑے پاپی ہیں۔ موکش مارگ میں ان کو دشمن جانو! جیسے دھوئیں سے آگ اور میل سے درپن اور آنول سے بچہ ڈھکا ہوتا ہے۔ ایسے ہی گیان اگیان سے چھپا ہوا ہے۔ اے ارجن! اس ترشنا کام نے گیانیوں کا گیان گھیرا ہوا ہے۔ اور کہ چت (کسی وقت) آگ کی نیائیں ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ ساری اندریاں من اور بدھی اس کام کے استھان کہلاتے ہیں۔ یہ کام اندریوں میں باس کر کے من کو موہ لیتا ہے۔

اے ارجن! تم موہ جانے سے پہلے ہی ساری اندریوں کو روک کر اس پاپی کام دیو کو جیتو کیونکہ یہ شاستر اور گورو اُپدیش دونوں کا ناشک ہے۔

میرے پریمی سجنو! اس بات کو خوب یاد رکھو کہ مکتی کی دولت تب ہی حاصل ہوتی ہے۔ جب باسنا اور ترشنا کا تیاگ ہو، سنتوش اور بچار کو دھیان کر کے سنسار کے سب وِشیوں سے نیتر بند کر لیئے جائیں جب تک من اور اندریاں وشیوں کیطرف دوڑتی ہیں۔ ایسی ہیں جیسی جال میں پنچھی پھنسا ہے۔ جو وشیوں کی قید سے آزاد ہو گیا۔ وہ سدا ہی مُکت ہے۔ من اور اندریاں وشیوں کی طرف دوڑنے والی مشین کی طرح ہیں کہ جبتک اس کا پہیا گھومتا رہے کچھ نہ کچھ بناتا رہتا ہے۔ جب ٹھہر گیا تو کچھ نہیں بناتا۔ ایسے ہی جب من پرماتما کی یاد میں مگن ہو جائے تو پھر کوئی خواہش پیدا نہیں ہوتی۔

درشٹانت:۔ ملک مالوہ میں ایک راجہ تھا۔ جو اپنے کرم دھرم کا پکا تھا۔ پرنتو برہم ودیا کے نہ جاننے سے اس کو آتما کا گیان نہ تھا۔ اور اس کی رانی مہاتماؤں کے ست سنگ کے پرتاپ سے برہم ودیا میں بڑی چتر اور یوگ ابھیاس سے بھرپور تھی۔ سدا ہی اندریوں اور من کو روک کر برہم کے سروپ میں مگن اور جیتن رہتی تھی۔ مایا اور اودّیا اور شُدھتا اور برہم کے بھید کو مہاتماؤں کے اُپدیش سے بھلی پرکار سے سمجھ لیا تھا۔

ایک دن اس کے راجہ نے اسکی طرف دیکھا اور پوچھا کہ اے رانی! میں تم کو سدا ہی آنندت دیکھتا ہوں۔ کبھی کسی سے بھی تم کو اُداس نہیں پاتا۔ اس کا کیا کارن ہے؟ رانی نے نمرتائی سے جواب دیا۔ کہ اے راجن میں ابھوگیا کو بھوگتی رہتی ہوں اور اسنگ کا سنگ کرتی ہوں۔ جو دیکھا نہیں جاتا۔ اُسے دیکھتی ہوں۔ اور جو آنند دو جہاں کی نعمتوں میں بھی نہیں ہے۔ وہ آنند مجھکو پراپت ہے۔ یعنی میں اپنی خودی کو کھا چکی ہوں۔ س

چاہ گئی چنتا گئی من بھیا بے پرواہ جن کو کچھ نہ چاہیئے سوئی شہنشاہ

اور پرم برہم جو ترلوکی کے سب اُپادھیوں سے الگ ہے۔ میں اُس پرماتما کا سنگ کرتی ہوں اور اور پرماتما نرا کار نرنکار ہے اور کسی کو دکھائی نہیں دیتا۔ میں اُسکو گیان کے نیتروں سے دیکھتی ہوں۔ اس لئے پرم آنند مجھکو پراپت ہے۔ اور میں سدا ہی آنندت رہتی ہوں۔ راجہ نے یہ سُن کر جو برہم ودیا سے ناواقف تھا۔ رانی کی بات کو ست نہ جانا۔ راجہ نے اپنی استری سے کہا کہ تو باؤلی ہو گئی ہے جو ایسی باتیں کرتی ہے۔ تیرے بچنوں کو کون مانے گا۔ اسنگ کا سنگ کیونکر ہو سکتا ہے اور کوئی اپنی خودی کو کیسے کھا سکتا ہے۔ اور جو چیز آنکھ سے نظر نہ آوے۔ اُسے کوئی کس طرح دیکھے؟ رانی نے سوچا کہ راجہ کو آتما کا گیان نہیں ہے۔ اس لئے مجھکو باؤلی کہا۔ یہ سمجھکر رانی چُپ ہو گئی۔ پرنتو رانی کو اس وقت سے یہ فکر ہوا کہ کسی ڈھب سے راجہ کو پورن آتما کا گیان ہو جائے رانی ہر وقت

اسی سوچ میں رہنے لگے اور مہاتماؤں کی سنگت سے راجہ کو برہم ودیا کی باتیں سُنواتی رہی۔ اسی پرکار بہت دن بیت گئے تو پھر بھی راجہ کو گیان نہ ہوا۔ مگر کچھ کچھ من کا میل گھٹنے لگا۔ اور ویراگ پیدا ہوتا راج کے سب پدارتھوں کی محبت دل سے دور ہو کر یہ خیال پیدا ہوا کہ رات کو جب رانی اور داسی وغیرہ نیند میں بے خود ہو جائیں تو میں گھر سے نکل چلوں اور کسی جنگل میں جا کر تپسیا کروں۔ اگر دن کو جاتا ہوں تو مجھے کوئی جانے نہ دیگا۔ چند دن اسی خیال میں رہا اور ایک رات موقعہ پا کر گھر سے چل نکلا۔ اور جنگل کی راہ لی۔ رانی بڑی بدھی مان تھی اور رات دن چیتن (ہوشیار) رہتی تھی اس نے راجہ کو اکیلے جنگل کیطرف جاتے ہوئے دیکھا اور جوگ کے بل سے راجہ کے من کی بات کو جان گئی کہ راجہ کو ویراگ اُتپن ہو گیا ہے۔ راج کے سب پدارتھوں کو تیاگ کر تپ کرنے کے لئے جنگل کو جا رہا ہے۔ اب تو راجہ کا چلے جانا ہی اچھا ہے۔ پھر دیکھا جائیگا۔ راج کا کام خود کرنے لگی۔ راجہ اپنے دیس سے دور جا کر۔ ایک جنگل میں جھونپڑی بنا کر بیٹھ گیا۔ اور بھجن تپ کرنے لگا۔ جب کچھ مدت بیت ہو گئی تو رانی نے جوگ کے بل سے۔ اپنا شریر چھوڑ کر ایک رشی کا روپ دھارا۔ جنگل میں اُس جگہ پہنچی جہاں راجہ بیٹھا تپ کر رہا تھا۔ راجہ اسکو سچا رکھیشر جان کر اپنے آسن سے اُٹھا اور تعظیم کی اور اُسے ادب سے بٹھایا اور پوچھا کہ آپ کا آنا کس طرح ہوا؟ اور کیا نام ہے؟ رکھیشر نے اُتر دیا کہ راجن میرا نام کمبھ ہے اور تیرے اُپدیش کے لئے آیا ہوں۔ یہ سُن کر راجہ کو یقین ہو گیا اور کہا اے بھگون! اپنے داس پر آپنے بڑی کرپا کی۔ آپکے درشن سے میں بڑا خوش ہوں۔ کمبھ نے کہا کہ اے راجن! تم اپنا سب راج اور اُتم ست سنگ اور گورو مہاتما اور اچھی گیان وان رانی کو چھوڑ کر بن میں کیوں آئے ہو؟ میں خوب جانتا ہوں کہ تمہاری استری بڑی چتر اور برہم کو جاننے والی ہے اور مہاتما تمہارے نگر میں موجود ہیں۔ تم نے ست سنگ کو چھوڑ کر بن میں باس کیا ہے۔ راجن تم اپنے سروپ میں جاگو! میں نے ایک دفعہ برہما جی سے سوال کیا تھا کہ مذہبی رسومات اچھی ہیں یا گیان؟ برہما جی نے جواب دیا کہ گیان پانے سے کوئی دکھ نہیں رہتا۔ سرب آنند کا گیان آنند ہے۔ پرنتو اگیانی کو مذہبی رسومات ہی اچھی ہیں۔ ان کے کرنے سے انسان پاپ کرموں سے بچ رہتا ہے۔ کیونکہ پاپ کرنے سے انسان نرک کو جاتا ہے۔ اور شبھ کرم کرنے سے سورگ پراپت ہوتا ہے۔ اگرچہ مذہبی رسومات کے بجا لانے سے معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ مگر نرک سے انسان آزاد ہو کر آخر سورگ میں چلا جاتا ہے۔ جیسے کمبل سے ریشمی پوشاک اچھی ہے۔ اگر ریشمی پوشاک نہ ملے تو کمبل ہی بھلا ہے۔ ایسے ہی گیان ریشمی پوشاک کی مانند ہے اور مذہبی رسومات کمبل کے برابر ہیں۔ صرف مذہبی رسومات میں پڑے رہنے سے چت کو شانتی نہیں ہوتی۔ ہے راجن! تم اس گڑھے میں کیوں پڑ گئے ہو؟ آگے تم راج باشی تھے۔ یہ تم نے کیا کیا کہ اگیان کے وس میں ہو کر مورکھتا میں آ پڑے۔ جبتک تم

کو ظاہری عبادت کے عوض ثواب ملنے کا خیال ہے۔ تب تک بھول میں رہو گے۔ تم کو چاہیئے کہ بلا خواہش عوض یا ثواب اپنے سروپ یعنی آتما میں جاگو۔ بلا خواہش ہونا ہی مکتی ہے۔ اور خواہش ہی بپڑنا قید ہے۔ خواہش دو طرح کی ہے۔ (۱) ملین واسنا (بری خواہش) اور (۲) شدھ واسنا۔ ملین واسنا میں لوہے کے طوق اور بیڑیاں اور شدھ واسنا والے شخص کو سونے کے جڑاؤ طوق و زنجیر پہنائے جائیں گے۔ جب تو واسناؤ کا تیاگ کرے گا۔ تب تجھ کو مکت پدارتھ پراپت ہوگی۔ مثال کے طور پر ایک حکایت ہے۔ کہ۔

ایک شکاری جس کا کام ہاتھی پکڑنے کا تھا۔ بن میں ہستی (ہاتھی)　پکڑنے کو گیا۔ اسکو جنگل میں دو ہاتھی سوتے ہوئے ملے اس نے لوہے کے بھاری سنگلوں سے انہیں باندھ دیا اور آپ برکش پر چڑھ گیا۔ اب ان ہاتھیوں کو جب جاگ آئی۔ بل کرکے سنگل توڑ ڈالے۔ ہے راجن! پھر وہ ہاتھی اور جگہ جا کر سو گئے وہی شکاری درخت سے اترا زمین میں بہت گڑھا کھود کر اس پر پتلی پتلی لکڑیاں ڈالیں اور اوپر مٹی پھیلا کر اس نے اس پر کاغذوں کی ہتھنی بنا کر کھڑی کر دی۔ جب وہ ہاتھی نیند سے جاگے تو گھاس وغیرہ کھاتے اور کودتے پھرتے اس ہتھنی کی طرف آئے۔ ایک ہاتھی اس ہتھنی کی طرف بڑھا۔

دوسرے نے منع کیا۔ کہ در اصل یہ ہتھنی نہیں ہے۔ بلکہ شکاری کی مکاری ہے اور تم کام وش ہو کر شکاری کے پھندے میں پھنس جاؤ گے۔ مگر اس نے کہا نہ مانا۔ ہتھنی کی طرف بڑھا اور گڑھے میں گر گیا۔ دوسرا ہاتھی وہاں سے فوراً بھاگ گیا۔ ہے راجن! وہی بار تا (مثال) تمہاری ہوئی پہلے تم اگیان روپی لوہے کے سنگل میں جکڑے ہوئے تھے۔ مہاتماؤں اور تمہاری استری کے پوتر بچنوں سے تم کو بیراگ پیدا ہوا اور تمہارا ہتھنی روپی تن موہ کے سنگل کو توڑ کر ویراگ کے تن بن میں چلا آیا پھر تو تم (ایک بندھن سے چھوٹے تو) مورکھتائی سے دوسرے یعنی تپ اور بھجن کے گڑھے میں گر پڑے۔ ہے راجن! ایک گڑھے سے نکل کر دوسرے بندھن میں پھنس جانا بدھی والوں کا کام نہیں۔ یہ باتیں سن کر راجہ اداس ہو گیا۔ اور بولا۔ کہ ہے مہاتما! میں آپ کا داس ہوں اور آپ میرے گورو ہیں مجھکو گیان کا اپدیش فرمائیں۔ کمبھ نے کہا جب تک تم کشٹین کا تیاگ نہ کرو گے۔ تب تک ہم اپدیش نہ کرینگے۔ راجہ بولا کہ میں نے راج پاٹ محل مندر ہر چیز کو تو پہلے ہی تیاگ دیا ہے۔ اب یہ میرا شریر ہے۔ اسے بھی اگنی میں جلاتا ہوں۔ یہ کہکر لکڑیاں جمع کیں اور آگ لگا کر اس میں کودنے ہی کو تھا کہ رشی کمبھ نے کہا کہ شریر تمہارا نہیں۔ یہ تو پرماتما کی مایا ہے۔ اور پانچ تتوں کا بنا ہوا ہے۔ راجہ نے کہا کہ ہے مہاتما اس سے زیادہ جو وستو میرے پاس ہو وہ بتاؤ میں تیاگ دوں! کمبھ نے جواب دیا۔ کہ ہے راجن تم نے اہنکار یعنی خودی کو تیاگا ہی نہیں اور اس جسم کو اپنا آپا جان رکھا ہے۔ جب اس کو تیاگ دو گے تو تم کو آتم پد کی پراپتی ہوگی۔ یہ بات سنکر راجہ کو گیان ہو گیا۔ اور اہنکار کو تیاگ کر سمادھی میں بیٹھ گیا۔ اور برہم گیان دھیان میں ایسا لولین ہوا کہ شریر کی بھی شدھ نہ رہی

رجب گھڑا شراب کا ام الٹ پیا دیچ گنگ　؛　ذات ورن سب مٹ گیا بھیا گنگ کا گنگ

بولو ست نام - ہری اوم - ہری اوم ہری اوم

نورِ الٰہی

نتیجۂ فکر :- منشی جے چند پریم جرنلسٹ ۔ کانپور

اِک تماشے کے سوا کیا ہے شبابِ زندگی
زندگی کہتے ہیں جس کو، ہے سرابِ زندگی

موت کیا ہے اِنقلاب ہوش ہے کچھ بھی نہیں
زیست کیا ہے عارضی سا جوش ہے کچھ بھی نہیں

کاشی اور کعبہ میں اُس کو ڈھونڈتے ہو کس لئے
اپنے ہی دل میں اگر ہو دیکھنا تو دیکھیے

رُوح کہتے ہیں جسے، وہ نور ہے، وہ نور ہے
دل ہے سینے میں تو دل میں آتما مستور ہے

میں حقیقت آشنا ہوں، نور کا طالب ہوں میں
کب خدا سے ہوں جدا، یک جان دو قالب ہوں میں

میرے دِل کے تیرہ خانے کا اندھیرا دور کر
اے خدا! تو اپنے جلووں سے اِسے پُر نور کر

پریم جب سے پریم کی دنیا میں ہوں آباد میں
شادماں ہوں اور ہر حالت میں ہوں دِلشاد میں

باوا صُوفی شاہ صاحب

از قلم :- ماسٹر فتح چند مِکلانی

آپ کا شُبھ نام صُوفی جلال الدین تھا اور سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جنم استھان ننگلی مُتصل امرتسر تھا۔ بی، اے تک تعلیم حاصِل کر کے محکمہ اِنکم ٹیکس پنجاب کے ہیڈ کلرک بنے۔ دماغ میں بچپن سے ہی رُوحانی خیالات موجزن تھے۔ اِس لئے مُرشدِ کامل کی تلاش کرنے لگے۔ چُنانچہ وقت آنے پر مُرشدِ کامل پیچی سرکار باوا مالن شاہ مست قلندر کے درشن علاقہ مزنگ لاہور میں ہو گئے۔ آپ وہاں مُختلف علاقہ جات سے گھُومنے کے بعد کبھی کبھی تشریف لاتے تو دِن رات راگ رنگ کی محفل گرم رہتی۔ اور کافی دُور دُور سے مُلتان، دہلی، گجُرات کے قوال پہنچکر قوالیاں گاتے۔ جناب باوا صُوفی صاحب جب دفتر سے فارغ ہوتے تو اُن کے درشن کرتے اور ست سنگ کا لابھ اُٹھا کر بعد میں گھر تشریف لے جاتے۔ جیب میں جو کچھ ہوتا، مُرشد صاحب کے سر سے وار کر قوال کو دے دیتے۔ چُنانچہ ایک دِن سالم ماہ کی تنخواہ قربان کر دی۔ کپڑے اُتار دیئے اور وہیں جسم پر خاک لگالی۔ تو اِس پر جناب باوا مالن شاہ نے فرمایا کہ یہاں بیٹھنا ہے تو پہلے گھر سے خیرات لے کر آؤ۔ چُنانچہ گھر سے خیرات لائے۔ دفتر جانا بند۔ دفتر کے افسروں کو جب پتہ چلا تو اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر، موٹر کار میں بِٹھا کر دفتر لے گئے اور حساب کتاب کئی دِن سمجھتے رہے۔

اُن کو پنجابی شاعری کا شرُوع سے شوق تھا۔ جو ابتدائی درجہ فقیری حاصِل کرنے پر پنجابی نظمیں لکھیں۔ چند شعر مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اپنے مُرشد سے مخاطب ہو کر عرض کی :—

شہدا ڈھڈ کوہن میری جان پے گیا!

مَیں ہزارے داساں دالی۔ کیتی اِس نے بے حالی
دونویں ہتھ دھو کے مینوں کھان پے گیا

میری ذات ہے سی اعلیٰ۔ میرا بول ہے سی بالا
ڈھڈ خالیاں داخانی وِی رُلان پے گیا

مینوں کیتا اِس وکھ، پلّے چھڈیا نہ ککھ۔
کیتا ڈھڈ نے مُنہ کالا۔ کی شیطان پے گیا

باوا ڈھڈ کوں رکھ۔ ایہہ شیطان پے گیا

بھاو ارتھ :- یہ بے حیا پیٹ کی بھوک میری جان کو عذاب لگ گیا ہے۔ اپنی پوری طاقت سے مجھے کھانے کو دوڑتا ہے۔ میں (آتما) اپنے شدھ سَت چِت آنند سروپ میں مست تھا لیکن اِس پیٹ کی جھڑ(ا)ئی نے مجھے حال سے بے حال کر دیا ہے۔

ڈِھڈ بمعنی پیٹ ہے۔ باقی ارتھ صاف ہی ہیں۔

اِس طرح کی کئی پنجابی نظمیں انہوں نے قلمبند کیں۔ وہ فارسی بھی جانتے تھے۔ انہوں نے فارسی کی نظمیں بھی لکھیں۔

۱- اب اُردو کی شاعری ملاحظہ فرمائیے۔

جس طرح پہن لیا ہے اِسے اُتار کے پھینک
جامۂ ہستی کے ٹکڑے بنا سنوار کے پھینک

تیرے کس کام ہے یہ گندہ لباسِ ہستی
یہ بلائے تو ہے بلا کی مانند خار کے پھینک

خراب حال کیا اِس نے اچھے اچھوں کو
سیاہ مار ہے، یہ نفسِ مار، مار کے پھینک

بس یہی غیر ہے مجرم سے بنائے مجرم کو
کرے خدا سے جدا جو سرِ بازار کے پھینک

جھوٹ ہے جھوٹ کوئی نقل اِس کو لاکھ کرے
ایک دو روز کی ہے بات یہ شمار کے پھینک

یہ قسم کھا کے دعا کرتی ہے صوفی
شاہ مالن کے تو قدموں پہ وار وار کے پھینک

۲- اپنے مرشد سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں :-

تجھ سے رہ آئے خدا سے رہے رہے نہ رہے
مُشت بھر خاک بلا سے رہے رہے نہ رہے

تو سیاہ فام ہے اللہ کی تو کچھ پوچھیو نہ
رہے ذرا سے، ذرا سے رہے رہے نہ رہے

اعلیٰ حضرت جناب بادا مالن شاہ کے درشن راقم نے اپنی آنکھوں سے کئے۔ جو بھی دنیادار اُن کے دروازہ پر گیا، اپنی مراد حاصل کر کے لوٹا۔ عالم باعمل تھے۔ اُن کی خدمت میں ہندو، سکھ مسلم، جو بھی ایشور پراپتی کے لئے تشریف لاتا، تو اُن کو مختصر الفاظ میں یہ سمجھاتے کہ ہر مذہب کے رہبر نے اپنی اپنی پُستک گیتا، دربار صاحب، قرآن شریف میں نصائح بصورت احکام درج کر رکھے ہیں۔ جب تک اُن کی تعمیل نہیں ہوگی، خدا کا ملنا مشکل ہے۔

اپنے وطن شریف موضع ننگلی، ضلع امرتسر ہر سال ہولی کے موقع پر آٹھ دن میلہ لگا رہتا تھا۔ صبح شام رات بھر راگ رنگ اور قوالیاں ہوتی تھیں۔ ہندو مسلمان ہزاروں کی تعداد میں شامل ہوتے تھے۔ جو نظارہ وہاں دیکھا، کسی جگہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا ہے۔ اور نہ ہوگا۔ جہاں کوئی بیٹھا ہے وہاں ہی اُس کے پاس اُن کے ہندو سکھ سیوکوں نے سکھوں اور ہندوؤں کو میٹھی لسّی پیش کی۔ اِسی طرح اُن کے مسلمان سیوکوں نے

مسلمانوں کو ہر چیز مہیا کی۔ کسی کو مانگنے کی ضرورت نہ رہتی کہ پیاس لگی ہے۔ کہاں جا کر پینا ہوگا۔ بغیر مانگے لسی چاء حاضر۔ کھانا کھانے کے وقت ہر دو مذہب کے لوگوں کو وہیں جہاں کوئی بیٹھا ہے، کھانا مل جاتا تھا۔ ہندو مسلمان پاس پاس بیٹھے رہتے۔ ایک دوسرے میں کوئی بھید نہ تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ بھروسہ ایمان ہے۔ ادب سیوا سلوک ایک قسم کی نماز ہے۔ درگذر کا نام روزہ اور آزمائشی اسباب کا نام رمضان ہے۔ کوئی اپنا ہے نہ بیگانہ سانس بھی اپنے نہیں ―― "چھیڑو جانے تے وگ جانے" جیسے بکریاں چرانے والا مالک (ایالی) بکریوں بھیڑوں کو جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی رہبر کامل مل گیا تو تمہیں بری طرف جانے نہیں دیگا اگر تمہارا من تمہیں برے کرموں کی طرف لے جاتا ہے، تو اپنے گورو، اپنے مرشد کو یاد کرو۔ برا کرم ہو نہیں سکے گا۔

راقم نے باوا صاحب کی مہربانی سے ایسے ایسے نظارے دیکھے، جن کو بیان کرنے کی طاقت زبان میں نہیں پاکستان میں عدلانہ تحصیل چینوٹ ضلع جھنگ کے سکول میں ٹیچر تھا۔ شوق پیدا ہوا کہ ایک بجے دوپہر رخصت کے بعد اپنے دو ساتھیوں شری پیر آنند طبلہ ماسٹر، شری مولچند جی گگلانی ہارمونیم ماسٹر کو لے کر باوا صاحب کے دربار پر کچھ قوالی سنا آئیں۔ جب دربار پر گئے، آپ کڑکتی دھوپ میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم بھی دھوپ میں بیٹھ گئے۔ پانچ سات منٹ بعد حکم ہوا کہ شوق پورا کریں۔ چنانچہ راگ شروع ہوا۔ ادھر غضب کی گرمی، ہارمونیم ماسٹر تو ایک ہاتھ سے باجہ بجاتا، دوسرے ہاتھ سے پسینہ پونچھتا طبلہ ماسٹر بیچارا پسینہ سے تربتر۔ بھجن ختم ہونے کے بعد فرمایا۔ کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ بارش ہو جائے؟ ہم نے کہا۔ مہاراج! گرمی بہت ہے۔ دھوپ برداشت نہیں ہوتی۔ فرمایا۔ اچھا دوسرا بھجن شروع کرو۔ چنانچہ دوسرا بھجن شروع کیا گیا اور اس کے ختم ہونے سے پیشتر ہی سیاہ بادل آسمان پر چھا گئے اور اس قدر موسلا دھار بارش ہوئی کہ ہمیں پھر التجا کرنی پڑی کہ کافی بارش ہو گئی ہے۔ اب بند ہونی چاہیے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنا کام جاری کریں۔ بارش جانے اور بارش والا جانے بھجن شروع کیا۔ بھجن ختم ہونے سے پہلے بارش بند ہو گئی۔

باوا مالن شاہ صاحب نے اپنے ایک پیروکار کو جسکو کہ پھانسی کا حکم ہو چکا تھا اور اس کی ماں نے آٹھ دن چینوٹ شہر کی پہاڑی پر سردی کے دن رات ایک کپڑے میں بغرض تپ گزارے۔ باوا صاحب نے فرمایا کہ جاؤ پھانسی کی موت نہیں مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ بری ہو گیا۔

ان کی خوراک بالکل سادہ ہوتی تھی۔ دودھ گھی کو انہوں نے پاس نہیں آنے دیا۔ فرماتے تھے کہ دودھ گھی دنیاداروں کے لیے ہے۔ اگر ہمنے یہ استعمال کرنا تھا تو اس لائن پر سوار نہیں ہونا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے، بندہ کو اپنے ساتھ لیکر ایک المونیم (سلور) کا برتن اٹھا کر چل پڑے۔ راجباہ کے کنارے پر آک کے پودے کھڑے تھے۔ بندہ کو فرمایا کہ یہ ہماری بھینسیں ہیں۔ بغیر کھائے پیئے دودھ دیتی ہیں۔ دودھ ٹپکاتے ٹپکاتے جب ڈیڑھ، دو چھٹانک ہو گیا، منہ لگایا اور پی گئے۔ پاس ہی آدھ میل پر میدان تھا۔ وہاں تمے کے پودے کافی پھل لیے ہوئے تھے۔ فرمایا، فتح چند لوگوں کو رات بھر خربوزوں کی رکھوالی کرنی پڑتی ہے ہم تو رکھوالی کے بغیر ہی خربوزے کھاتے ہیں۔ کیا چاقو ہے؟ بندہ نے کہا۔ ہاں جی! یہ چاقو حاضر ہے۔ دربار کی طرف چلتے بھی رہے اور تمے کو جو کہ کافی زرد رنگ کا پکا ہوا اور سخت کڑوا تھا، لیکر خربوزہ کی طرح کھانا شروع کیا اور دیکھتے دیکھتے ختم کر دیا۔ گویا بھگوان شو کی طرح ان کو زہر اور امرت یکساں تھے۔ ایسے فقیروں کی مہما کا ورنن کرنا امر محال ہے۔ بولو گورو دیو کی جے۔ مہاپرشوں کی جے

ساقی سے خطاب

مستانہ کلام

(پنجابی نظم)

جگدگرو شری باوا صوفی شاہ صاحب مست قلندر مالن شاہی
منڈی بہاؤالدین (پاکستان) مرسلہ ماسٹر فتح چند مگلانی - بہادر گڑھ

آج دِن ہے موج بہار والا - خوب گھوٹ کے بھنگ پلا ساقی
ایسی گھوٹنی گھوٹ کہ گُٹ کردے - اُتے مست متوالا بنا ساقی

چارے مغز بادام اِلائچیاں تے زعفران مِصری سونف پا ساقی
تھوڑی جہی اجوائن وِچ گھت کے تے رگڑے نال ترکیب لگا ساقی

صافی صبر دے نال پُن چھان کرکے، مَیل گرد غُبار گنوا ساقی
دُوتی مار مُنگدا پھرے کِکھ چُگدا، سبھو ہوش حواس بُھلا ساقی

لبالب پیمانے نُوں پُر کرکے نال شوق دے ہتھ اُٹھا ساقی
نیناں نال پھر نین مِلا کے تے میرے دست پیالہ پھڑا ساقی

مالن شاہ قلندر دا نام لے کے دیواں حیدری نعرہ سُنا ساقی
بسم اللہ کرکے مُنہ دے نال لاواں، جاواں پی بِن ڈیک لگا ساقی

پھر کے اِک دما کرڑا بعد اُس دے، دُو تِن چار پنج دم لوا ساقی
آوے اکھیاں وِچ سرور تاں پھر گُفتگو دا آوے مزا ساقی

مُلاں مولوی جانن کی سار اسدی نیتی رمز درویشاں نے پا ساقی
حرف دُوئی والا دِلوں دُور کرکے دے وے حق دی بات سُنا ساقی

صُوفی جہاں تائیں اِکوار جے کر دیویں عِشق دی پینگ جُھٹا ساقی
واللہ کرن تعریف تے کہن ہردم، مرحبا ساقی، مرحبا ساقی

یوگ

از قلم :- پنڈت حویلی رام جی بھاردواج

یوگ سنسکرت کا شبد ہے۔ جس کے کوش کے آدھار پر بیسیوں معنی ہیں اور اس کے ساتھ اور شبد جوڑ کر تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں معنوں میں اس کا پریوگ ہو سکتا ہے۔ سادھارن روپ سے یہ ہی جان لینا کافی ہے کہ دو یا زیادہ اشیا یا زیادہ کے ملنے کا نام یوگ ہے۔ چونکہ ان کو باہمی ملنا ہے لہذا ان میں کسی نہ کسی طرح کی یکسانیت ہونی لابدی ہے۔ شرتیوں کے بعد سمرتیوں میں کھٹ شاستروں کا اپنا مہتو پورن ستھان ہے یا یوں کہہ لینے میں بھی کوئی ہرج نہ ہوگا کہ فلسفے کے یہ گرنتھ آدتی ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام یوگ شاستر ہے۔ جس کے قابل مصنف پتنجلی رشی ہوئے ہیں۔ اس شاستر کی رچنا سوتروں میں ہوئی ہے اور ان کی ویاکھیا انیک ودوانوں نے فرمائی ہے۔ در اصل انہوں نے نہایت مختصر، سادہ، اور عام فہم شبدوں میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ مگر موخرین نے اپنے اپنے تجربوں اور ابھیاس کے مطابق اس کو بہت ہی وسعت دی ہے۔ شاستر کی ابتدا فرماتے ہوئے انہوں نے اپنے منتہائے مقصود کو دو لفظوں یعنی "چت ورتی نرودھا ارتی یوگا" میں ہی بیان فرما دیا۔ لیکن اس کی ویاکھیا کرنے والوں کو کئی ضخیم پستکیں رچنی ضروری ہو گئیں۔ اسی طرح یوگ کے اشٹ انگوں کے متعلق انہوں نے صرف تمہیدی الفاظ میں ہی بیان کو محدود رکھا۔ لیکن وہ شبد ہندی کے اس مقولہ سے "گاگر میں ساگر" کے مترادف ہیں۔ مثال کے طور پر آسن کو انہوں نے صرف چند لفظوں میں بیان کر کے محدود کر دیا کہ جس طریق نشست سے یوگ کا طالب بہ آرام دیر تک بیٹھ سکے اور اس سے اس کو اکتاہٹ اور تھکاوٹ کم ہو۔ لیکن بعد کے یوگیوں نے اس کو چوراسی آسنوں تک پہنچا دیا۔ ان محققوں کو یہ جان کر تعجب ہوا کہ چرندے اور پرندے جس طرح بیٹھتے ہیں اس سے نہ صرف تھکاوٹ ہی دور ہوتی ہے بلکہ اس سے ان کو صحت اور طاقت بھی بہم پہنچتی ہے۔ بنا بریں انہوں نے میور آسن، سرپ آسن، متسیہ آسن وغیرہ وغیرہ کی اختراع کی۔ جیسا کہ عوام الناس کا خیال ہے یوگ شاستر کے مولف کا منتہائے مقصود محض آتما اور پرماتما کو ملا دینا نہیں۔ بلکہ منتری یا ممکشو کو سمادھی اوستھا کو گت کرانا یا اس میں یکتائے کرنا بھی ہے۔ یوگ کے ساتھ انیک شبدوں کو جوڑ کر گیانیوں اور ودوانوں نے ان کو یکجا کر دیا ہے۔ مثلاً (۱) کرم یوگ، (۲) بھگتی یوگ (۳) گیان یوگ (۴) پریم یوگ (۵) ہٹھ یوگ اور (۶) یوگ آسن

وغیرہ وغیرہ ۔ لیکن آتما کے ساکھشاتکار کے لئے یا پرماتما کی پراپتی کے لئے ابتدائی لکھے تین یوگ ہی زیادہ مشہور اور پرسدھ ہیں ۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ مہرشی پتنجلی نے یوگ کا مطلب بتایا ہے چت کی ورتیوں کا نرودھ ۔ نرودھ کیا ہے ، چت اتھوا من کو قابو کرنا ، بے جان بنا دینا یا اُس کو بھڑکنے سے قطعاً روک دینا وغیرہ وغیرہ ۔ فارسی اور عربی میں اسی من کی ورتیوں کو نفسِ امارہ کہتے ہیں اور اس سلسلے میں اُردو کا ایک شعر ہے ؎

بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

غرضیکہ دُنیا کی طاقتور چیزوں یا جانوروں پر غلبہ پالینا اتنا مشکل نہیں جتنا اس من یا چت کو قابو کرنا ہے ۔ گیتاجی میں ارجن نے بھی بھگوان شری کرشن چندر سے استدعا کی کہ مہاراج ! یہ من بڑا ہی چنچل ہے ۔ اس کا قابو کرنا ناممکن معلوم ہوتا ہے ۔ اس کا جواب بھگوان نے صرف یہی دیا کہ من کو ابھیاس اور ویراگ سے قابو میں کیا جا سکتا ہے ۔ مگر گیتا کا یہ ذاتی مضمون نہیں تھا بلکہ ایک ضمنی سوال تھا ۔ جس کا بھگوان نے مختصراً جواب دے دیا ۔ پرنتو یوگ شاستر کو تو لوگ یوگ ابھیاس کا شاستر ہی مانتے ہیں ۔ اس میں پتنجلی بھگوان نے یوگ کو اشٹانگ بتایا ہے ۔ یعنی اس کے آٹھ انگ ہیں ۔ جو اس طرح سے ہیں :- (۱) یم (۲) نیم (۳) آسن (۴) پرانایام (۵) پرتیاہار (۶) دھارنا (۷) دھیان اور (۸) سمادھی ۔

ان میں سے ابتدائی پانچ باہری انگ ہیں اور موخر الذکر تین اندرونی ۔ انھیں کے ذریعہ سادھنا میں کشلتا پراپت ہوتی ہے ۔ بیرونی انگوں کا چونکہ اجزائے جسمانی سے سیدھا تعلق ہوتا ہے ۔ لہذا ان کو باہری انگ کہتے ہیں اور باقی تینوں کا آدھار صرف من ، بدھی ، چت اور اہنکار ہیں ۔ لہذا وہ ابھیینتری انگ کہلاتے ہیں ۔

یم یعنی برائیوں کا پورن تیاگ ۔ اس کو پانچ حصوں میں منقسم کیا گیا ہے ۔ (۱) اہنسا اتھوا کسی پرانی کو کبھی بھی دکھ نہ دینا یا کسی کو شریر ، بانی اور من سے نہ دکھانا ۔ اور جس طرح بھی ہو سکے سب کو ہر پرکار سے سکھی اور پرسن کرنے کی کوشش کرنا (۲) ستیہ یعنی جھوٹ نہ بولنا (۳) استیے یعنی چوری نہ کرنا (۴) برہم چریہ یعنی اپنے ویریہ کو ہر پرکار کے دوشوں سے سرکھشت رکھنا ۔ اور (۵) اپرگرہ ۔ خانگی اور دینی کاروبار کے لئے بڑی محنت اور دیانتداری سے کمائی کرنا ۔ ان کے اپنانے سے منش کو پورنتا پراپت ہوتی ہے اور اس کا من ہر قسم کے پاپوں سے مبرا ہو جاتا ہے ۔

اب نیم بھی پانچ ہیں ۔ (۱) شوچ یعنی پوترتا نہ صرف باہر کی جسمانی بلکہ من ، بدھی ، چت اور اہنکار کی بھی ۔ (۲) سنتوش ۔ (۳) تپ (۴) سوادھیائے ۔ اس کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے (۱) بلحاظ لفظی معنی اس کا مطلب ہے کہ سو یعنی اپنا آپ ادھیائے یعنی مطالعہ کرنا یا جاننا اور دوسرے دھرم گرنتھوں اور شرتی سمرتی آدی کا ادھین کرنا اور (۵) "ایشور پرنیدھان" یعنی اپنے آپ کو ایک کٹھ پتلی یا جنتر سمجھ کر جس کے چالک یا کرتا دھرتا بھگوان ہیں ، شانتی پورک سدا شرناگت ہو کر وچرن کرنا ۔

(۳) آسن :- بھگوت پراپتی کے لئے ایسی نشست اختیار کرنا جس سے سکھ پورک بیٹھا جا سکے آسن کہلاتا ہے ۔

(۴) پرانایام اتھوا پران کی ورزش :۔ اس کے تین روپ ہیں۔ پورک یعنی ہوا کا بھرنا۔ کمبھک یعنی ہوا کا ٹھہرانا۔ اور ریچک یعنی اس ہوا کو باہر نکالنا۔

(۵) پرتیاہار :۔ اندریوں کا اپنے وشیوں سے اُلٹا اتھوا وِمکھ ہونا یا انترمکھ ہو جانا ہی پرتیاہار ہے۔

(۶) دھارنا :۔ چِت کو دُوسرے وشیوں سے ہٹا کر اپنے دھیئے میں جوڑنا ہی دھارنا ہے۔

(۷) دھیان :۔ اپنی دھارنا کے انوسار مَن کو اَڈول اور مسلسل جوڑے رکھنے کا نام دھیان ہے۔

(۸) سمادھی :۔ جب ممکشو اپنے دھیئے میں مسلسل دھیان سے اس قابل ہو جاتا ہے کہ اُس کو اپنے تن بدن کی بھی خبر نہیں رہتی، وہ سمادھی اوستھا کہلاتی ہے۔

اُوپر بیان کئے ہوئے یوگ کے انگوں کو عمل میں لانے کا نام ہٹھ یوگ ہے۔ اِن ہٹھ یوگیوں نے اپنے انوبھو اور تجربات سے نئی نئی معلومات حاصل کر کے کئی طریقے ایجاد کئے ہیں۔ مثلاً آسن کی سیدھی سادھی صُورت کو چوراسی حالتوں میں درشایا۔ اسی طرح پرانایام کے ساتھ نیتی، دھوتی، نیولی اور وسطی کرم وغیرہ کی اختراعات کیں۔

یوگ ابھیاس کی راہ میں رُکاوٹیں

کہا جاتا ہے کہ یوگی کے راستے میں سِدھیاں بھی بہت بڑی رُکاوٹ ڈالتی ہیں۔ بنا بریں یوگ درشن میں کہا گیا ہے کہ سادھک کو ہمیشہ اِن سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ وجہ یہ کہ جب ممکشو اِن سِدھیوں سے ہمکنار ہو جاتا ہے تو اُسے ایشور پراپتی یا مکتی ملنی ناممکن ہو جاتی ہے۔ یہ سِدھیاں حسب ذیل آٹھ ناموں اور گُنوں سے موسُوم کی گئی ہیں۔

(۱) انیما :۔ یوگی انو یعنی چھوٹے سے چھوٹا اتھوا انو برابر ہو سکتا ہے۔ (۲) مہما :۔ یوگی چاہے تو پہاڑ کے سمان بڑا بن سکتا ہے۔ (۳) لگھما :۔ یوگی چاہنے پر رُوئی سے بھی ہلکا ہو جاتا ہے۔ (۴) پراپتی :۔ یوگی جو چیز چاہے منگوا سکتا ہے یا پراپت کر سکتا ہے۔ (۵) پراکامیہ :۔ یوگ کی شکتی بادھا رہت ہو جاتی ہے۔ (۶) وشتو :۔ یوگی سب جیووں کو وشی بھوت کر سکتا ہے۔ (۷) ایشتو :۔ یوگی سب بھوتک پدارتھوں پر ادھیکار جما سکتا ہے۔ (۸) یتر کاما وساِتو :۔ اس کی جو بھی خواہش ہو پُوری ہو جاتی ہے۔

ہٹھ یوگ سنسار سے مِٹ نہیں گیا۔ لیکن آج کا وا تاورن اس کے انوکُول نہیں ہے۔ اپوترتا اور کھان پان میں بد پرہیزی اور اشُدھی وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن سے بنا ماحول یکسوئی کے لئے بادھک ہے۔ اپنی اپنی رُچی کے انوسار ہر منش کرم یوگ، بھگتی یوگ اور گیان یوگ سے بھی مُکتی یا پربھو پراپتی کر سکتا ہے۔ گیتا، رامائن اور مہابھارت ان کے حصُول کے لیئے نعمت ہائے غیر مترکہ ہیں۔ بھگتی یوگ کے لئے شریمد بھاگوت پُران اور رامائن بالخصُوص بڑی لابھدایک ہیں۔ کیونکہ اُن کا سمجھنا زیادہ آسان ہے۔ لیکن گیتا گیان کو تو کُل دُنیا نے ہی اپنایا ہے۔

نوٹ :۔ خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ جو کہ پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے تاکہ جلدی تعمیل ہو سکے۔ "مینجر"

گیان یوگ

کماری رمانندہ ایم۔ اے (سنسکرت)

رسالہ اوم میں شائع ہونے والا کماری رمانندہ کا یہ پہلا مضمون ہے۔ دراصل یہ ایک ہندی لیکھ کا اُردو رُوپانتر ہے۔ ہندی لیکھوں کو اُردو جامہ پہنانے کی ہماری اِس کوشش کو "اوم" پریمی پسند کرینگے یہ امید رکھ کر ہم آئندہ بھی اِس طرح کے نئے نئے بلند پایہ ہندی لیکھ عام فہم اُردو زبان میں تبدیل کر کے شائع کرتے رہیں گے۔
— ایڈیٹر

اِس مایا موہ رُوپی سنسار سے وِرکت منش اُس سچدانند سوروپ پرماتما میں لین ہو جانا چاہتا ہے جسے پراپت کر لینے کے بعد پھر کوئی دُکھ، کلیش اور سنتاپ باقی نہیں رہ جاتا۔ دراصل دُنیا کے تمام عیش و آرام اور ساز و سامان حاصل کر کے بھی اِنسان کی پریشانی دُور نہیں ہوتی۔ بلکہ اِنہیں بھوگوں کی وجہ سے جب اُسے تکلیفات اُٹھانی پڑتی ہیں تو اِن کی حقیقت پہچان کر وہ پشیمان ہو جاتا ہے۔ تب اُسے ویراگ ہوتا ہے۔ اور اُسے صرف یہی خواہش دامنگیر رہتی ہے کہ وہ دُکھ رُوپی سنسار سے چھٹکارہ پاکر پرماتما کی شرن گرہن کرے۔ جو دُکھ ساگر میں ڈوبتے ہُوئے پرانیوں کا ایک ہی سہارا ہے۔

لیکن جس پرماتما کے سنکلپ سے ساری کائنات ظہور میں آتی ہے اور جو اپنی ہی ادبھُت مایا شکتی سے ڈھکا رہتا ہے، اُس سچدانند سوروپ پربرہم پرماتما کو کیسے پراپت کیا جائے جبکہ :—

"न तत्र चक्षुर्गच्छति, न वाग्गच्छति, न मनो, न विद्मो न विजानीमो, यथैतदनुशिष्यादन्यदेव तद्विदितादथो अविदितादधि ।"

بھگوتی شُرتی (اُپنشد) کا کہنا ہے کہ اُس برہم تک آنکھ، زبان وغیرہ اِندریوں اور من کی پہنچ نہیں ہے۔ وہ پربرہم پرماتما اِن سب سے بہت پرے ہے۔ تب اُس پرمیشور کو کیسے جانا جائے؟ اِس جگیاسا پر آگے فرمایا ہے کہ سچدانند سوروپ پربرہم پرماتما کا ہر وقت لگاتار چنتن کرتے کرتے شردھا پُوروک اُس کی یاد میں مشغول رہتے ہُوئے نرمل ہردے اور وِشُدھ بُدھی سے اُسے پراپت کیا جا سکتا ہے۔

" नैव वाचा न मनसा प्राप्तुं शक्यो न चक्षुणा ।
अस्तीति ब्रुवतोऽन्यत्र कथं उपलभ्यते ॥ "

وہ پربرہم پرماتما کرم اندریوں، گیان اندریوں اور انتہ کرن دوارا پراپت نہیں کیا جا سکتا۔ اُسے تو ایسا نشچے کرنے پر ہی جانا جا سکتا ہے کہ "وہ ہے"۔ مطلب یہ کہ پہلے تو اُس کی ہستی میں پکا وشواس کیا جائے۔ پھر اُسے پراپت کرنے کے لئے درڑھ سنکلپ کیا جائے۔ تبھی اُسے پایا جا سکتا ہے۔ اِس کے علاوہ اور کسی بھی طرح اُسے پراپت نہیں کیا جا سکتا۔

جب منش اپنے من اور اندریوں کو قابو میں رکھ کر پرماتما کو پراپت کرنے کے علاوہ دیگر سبھی کامناؤں کا تیاگ کر دیتا ہے تو وہ سچدانند سروپ پرماتما کے درشن اپنے ہردے میں ہی کر لیتا ہے اور پھر وہ اُنہیں کبھی نہیں بھولتا۔ تب سبھی طرح کے شوک اور موہ سے چھوٹ کر وہ امر ہو جاتا ہے اور اُسے جنم مرن کے بندھنوں سے رہائی حاصل ہو جاتی ہے۔

आत्मानं रथिनं विद्धि शरीरं रथमेव तु ।
बुद्धिं तु सारथिं विद्धि मनः प्रग्रहमेव च ॥

اگر منش اپنا کلیان چاہتا ہے تو اُسے اپنے شریر، اندریوں، من اور بدّھی کو قابو میں رکھنا پڑے گا۔ اِس بارے میں ایک بڑا ہی سُندر رُوپک اُپنشد میں آیا ہے۔ منش شریر کو ایک رتھ، جیو آتما کو اُس رتھ کا سوامی، بدّھی کو سارتھی اور من کو لگام سمجھنا چاہیئے۔ یُوں سمجھو کہ اندریاں ہی اِس شریر رُوپی رتھ میں جُتے ہوئے چنچل گھوڑے ہیں جو وشے بھوگ رُوپی راستوں پر بھاگتے ہیں۔ اندریوں کا وشے بھوگوں کی طرف رُخ کرنا ایک قدرتی بات معلوم پڑتی ہے۔ لیکن کوئی اندری کسی وشے میں تبھی آسکت ہوتی ہے جب کہ من اُس کے بھوگ کا چنتن کرتا ہے۔ اِسلئے جیو آتما کو وویک بدّھی سے کام لیتے ہوئے من کو وشے بھوگوں کے چنتن سے باز رکھنا چاہیئے۔ پھر شریر اور اندریوں پر کنٹرول رکھنے میں بھی زیادہ دقّت پیش نہیں آتی۔

شریر اور اندریوں سے من بلوان ہے۔ من کی نسبت بدّھی شریشٹھ ہے۔ اور بدّھی سے زیادہ شریشٹھ جیو آتما ہے اور اُس سے بڑھ کر ہے ایشور کی پرکرتی۔ لیکن اِن سب سے مہان اور شریشٹھ پرم پُرش پرماتما ہیں۔ اُنہی کو پراپت کر کے جیو آتما پرم گتی کو پہنچتا ہے۔

यच्छेद्वाङ्मनसी प्राज्ञस्तद्यच्छेज्ज्ञान आत्मनि ।
ज्ञानमात्मनि महति नियच्छेत्तद्यच्छेच्छान्त आत्मनि ॥

بدّھیمان منش کو چاہیئے کہ وہ زبان وغیرہ اندریوں کو باہری وشیوں سے ہٹا کر من میں ولین کر دے، من کو گیان سوروپ بدّھی میں اور بدّھی کو اپنے آتما میں ملا دے۔ ارتھات آتم چنتن کرتے کرتے ایسی سِتھتی میں پہنچ جائے جہاں سوائے آتم تتو کے اور کسی چیز کی یاد بھی باقی نہیں رہ جاتی۔ اُس کے بعد اپنی ہستی کے خیال کو بھی

سچدانند سوروپ پرماتما کے ساتھ مِلا کر سنسار بندھن سے مُکت ہو جائے ۔

यस्तु विज्ञानवान् भवति समनस्कः सदा शुचिः ।
स तु तत्पदमाप्नोति यस्माद् भूयो न जायते ॥

پرماتما کا چنتن کرتے کرتے وِشُدھ آتما گیان یوگ کے دوارا اُس پرم پَد کو پراپت ہوتا ہے کہ جہاں پہنچکر پھر وہ دُکھ رُوپی سنسار میں واپس نہیں آتا ۔

विद्यां चाविद्यां च यस्तद्वेदोभयँ सह ।
अविद्यया मृत्युं तीर्त्वा विद्ययामृतमश्नुते ॥

شُرتی بھگوتی نے پرماتما کی پراپتی کے لئے گیان اور کرم دونوں سادھن اپنانے کی آگیا دی ہے ۔ منش کے لئے ضروری ہے کہ اپنے کلیان کی خاطر وہ یگیہ، دان اور تپ اِتیادی شاستری کرموں کو نشکام بھاؤ سے کرتا رہے ۔ ان کرموں کا شردھا پُوروک انُوشٹھان کرنے سے اُس کے انتہ کرن کی شُدھی ہو گی ۔ تبھی وہ برہم تتّو کے شَرون، مَنن اور ندھیاسن رُوپی گیان دوارا پرماتما کا ساکھشاتکار کرنے کے قابل ہو سکے گا ۔ جو لوگ صرف وید شاستر پڑھکر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اُنہیں پرماتما کا گیان ہو گیا ہے، اِس لئے اب اُنہیں کرم کرنے کی ضرورت نہیں رہی، وہ بڑی بھُول کرتے ہیں ۔ بہت کچھ پڑھ سُن کر پرماتما کے بارے میں جو اَنُومان گیان حاصِل ہوتا ہے اُسی کا ابھیمان کر کے اگر کوئی کرتویہ کرموں کا تیاگ کر دیتا ہے تو اُسے برہم تتّو کا اصلی گیان کبھی پراپت نہیں ہو سکتا ۔ لیکن جو لوگ دُنیاوی اور شاستری کرموں میں ہی لگے رہتے ہیں اور وویک، ویراگیہ اِتیادی گیان پراپتی کے سادھنوں کا انُوشٹھان نہیں کرتے وہ بھی پرماتما کو پانے سے وَنچت ہی رہ جاتے ہیں ۔

اِس لئے گیان اور کرم کے رہسیہ کو اچھی طرح سمجھ کر جو منش دونوں کا ایک ساتھ انُوشٹھان کرتا ہے، اُسی کو پرماتما کا ساکھشاتکار رُوپی سِدھی پراپت ہوتی ہے ۔ اپنے انُوبھو دوارا برہم تتّو کا یتھارتھ گیان ہونے پر جیو آتما سبھی بندھنوں سے مُکت ہو جاتا ہے ۔ پھر اُسے جنم مرتیو کا بھئے نہیں ستاتا ۔

नायमात्मा प्रवचनेन लभ्यो न मेधया न बहुना श्रुतेन ।
यमेवैष वृणुते तेन लभ्यस्तस्यैष आत्मा विवृणुते तनूँ स्वाम् ॥

پربرہم پرماتما نہ تو بہت پڑھنے سُننے سے اور نہ زبردست بحث مباحثوں سے پراپت کیا جا سکتا ہے ۔ دراصل وہ تو اُسی کو پراپت ہوتا ہے جسے وہ چاہتا ہے ۔ اور وہ اُسی کو چاہتا ہے جسے اُسے پراپت کرنے کے سوا دُوسری کوئی کامنا نہیں ہوتی ۔ (اوم شم)

رسالہ اوم بابت ماہ دسمبر ۱۹۷۵ء کے صفحہ ۶۵ پر شایع ہوئی چٹھی کا

شری ۱۰۸ سوامی شاشوت آنند جی مہاراج

کی طرف سے جواب

از بھگوان بھون، رشی کیش — مورخہ ۲۹/۱۱/۷۵

پیارے نندہ جی! وسترت پتر پڑھا۔ پڑھ کر خوب آنند ساگر میں ڈبکیاں لگائیں — گورکھ جتی نے برہمانند کو پالیا۔ برہمانند "اوم" کے روپ میں اپنی مہما کو پرگٹ کرنے کے علین ہوگیہ ہے۔ اس میں گورکھ جتی کے جیون بھر کی محنت کی سپھلتا سدھ ہوتی ہے۔ گرہستھ آشرم میں رہ کر تیاگ اور تپ کا جیون جس پرکار آپ کا سارا پریوار بسر کر رہا ہے۔ اور جس پرکار آپ نے لیکھنی دوارا جن کلیان کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے، اب اس کشتی کا پتوار آپ کی شاریرک اوستھا کے انوروپ یوگیہ ہاتھوں میں آگیا ہے۔ پربھو اس کے پھل کو آپ کے تیاگ پرائن جیون میں ہی پھلی بھوت کر کے سرب کو اُس کی سگندھی اور ادبھت رس کا آسوادن کرنے کا بل بخشنے۔ میری شبھ کامنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ عزیز پر پربھو کی کرپا ہے۔ یوگیہ، محنتی، آگیاکاری اور تپسوی تتھا ستت سیوی اور سنیہی اور نمر سوبھاؤ کا ہے۔ اوشیہ ہی سپھلتا اس کے چرنوں کی داسی بنے گی۔ ایسی پورن آشا ہے۔

آپ کا شیش جیون نش چنتا اور آتمانند آسوادن کے لئے سوستھ رہے، یہی ہاردک کامنا ہے۔ اپنے سنگورو کے نام کو آپ نے خوب چمکایا ہے۔ ایسا ہی عزیز برہمانند بھی چمکا دیگا۔ پربھو اس کو سامرتھ پردان کرے۔

ان شبدوں کے ساتھ اور چند اپہاروں کے ساتھ

آپ کا اپنا آپ

شاشوت آنند تیرتھ

از چرچ روڈ، سول لائن لدھیانہ۔ مورخہ ۴/۱۲/۷۵

پرم آدرنیہ نندہ جی۔ سادر پرنام! — اوم کی اشاعت میں قابل قدر اور قابل تعریف اضافہ ہونے کا نوٹ بعنوان "بدھائی" پرچہ ماہ دسمبر ۱۹۷۵ء میں پڑھ کر بیحد خوشی ہوئی۔ شری برہمانند جی نے تو اوم کے پرمول کو بدھائی دی ہے لیکن حقیقت میں بدھائی کے پاتر آپ دونوں باپ بیٹا ہیں جنہوں نے ایک طرح سے اپنا تن من اور دھن ہی پیارے اوم کو بھینٹ کر دیا ہے۔ آپ دونوں کی لگن، دھرم پریم، قربانی اور شبھ بھاوناؤں کا ہی یہ نیک ثمر ہے۔ بھگوان سے پرارتھنا ہے کہ عزیز برہمانند کو پرمیشور عرصہ دراز تک اس ادبھت سیوا کرانے کے لیے دیرگھ آیو پردان کریں۔ اور آپ کا بھی سایہ اس پر قایم رہے۔ ایسے حالات میں اور ایسے وقت میں دھرم پرچار کے رسالہ کا اس طرح سے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرنا ایک معجزہ ہی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ آپ دونوں کی سمرپن بھاونا ہے۔ میں آپ دونوں کو ہاردک ودھائی پیش کرتا ہوں۔

کانشی رام چاولہ

از شملہ - مورخہ 13-12-75

آدرنیہ نندہ جی - جے ہند! میں اسی سال رسالہ "آدم" کا خریدار بنا ہوں - جہاں مجھے رسالہ آدم کے دھارمک و انتہاسک مضامین کے پڑھنے سے آنند ملا ہے وہاں پر "بالمیکی رامائن حصہ اول" کے ادھین سے جو دلی مسرت حاصل ہوئی ہے اس کا بیان کرنا میری قلمی طاقت سے باہر ہے - اسے ایکدفعہ پڑھنے پر اکتفا نہ ہوئی، تب اس سال نوراتروں کے دوران دوبارہ اسے پڑھ کر آنند میں غوطے لگاتا رہا - اور میں اس بات کا بیتابی سے منتظر تھا کہ بالمیکی رامائن حصہ دوئیم کے شایع ہونے پر بھگوان کے گنوں و کارہائے نمایاں سے روحانی خوراک کی پراپتی کر کے اپنے جیون کو سپھل بناؤں گا - لیکن اس کی اشاعت میں دن پرتی دن تاخیر ہو جانے کے کارن رامائن کے سچے پریمیوں کو ٹھیس لگ رہی ہے - لہذا اب جو آپ کی طرف سے اسے ۳۱ جنوری ۱۹۷۶ء کو شایع کئے جانے کا اعلان ہوا ہے اسے پوری طرح عملی جامہ پہنا کر رامائن کے سچے شردھالوؤں کو بے بہا نعمت سے لطف اندوز ہونے کا سنہری موقعہ پردان کر کے بھاگی بنیں -

آپ کا شبھ چنتک :-
بخشی پرتاپ سنگھ
وائیس چیرمین :- نیشنل سیونگز سٹیٹ ایڈوائزری بورڈ
ہماچل پردیش - شملہ ۲
خریدار نمبر 8413

مدّاح سب ہیں تیرے

مدّاح سب ہیں تیرے جو ہیں زبان والے
سنتے ہیں نغمے تیرے یاں جو ہیں کان والے

کرتے ہیں تیرے در پہ جو سلطنت کو قرباں
دل کے غنی ہیں کیسے یہ آستان والے

بندے ہیں خاکِ در کے سجدے میں سر جھکے ہیں
تو قیری شان والے جاہ و نشان والے

مندر و مسجدوں میں وہ خا صکر نہیں ہے
کیوں شور و غل مچاتے ہیں ٹن ٹن اذان والے

دل میں تیرے نہاں ہے کیوں ڈھونڈتا نہیں تو
باہر نہیں ملے گا آہ و فغان والے

مرسلہ رائیصاحب ملک راج جی چڈھا - کلکتہ

رسالہ "اوم" دہلی کا

دھرم پرچار پرکاشن

"اوم" پریمیوں کی سہایتا سے "دھرم پرچار پرکاشن" کے انترگت گذشتہ چار سال کے دوران ہم رسالہ اوم کے سالانہ خریداروں کی سیوا میں اٹھارہ ۱۸ پستکیں مفت بھینٹ کر چکے ہیں۔ سنہ ۱۹۷۵ء میں مندرجہ ذیل پستکیں شایع کی گئیں۔

۱۔ بالمیکی رامائن حصہ اوّل (تین ۳ ایڈیشن)
۲۔ شریمد بھگوت گیتا کا سنکھشپت پاٹھ (دو ۲ ایڈیشن)
۳۔ گوبند اپدیش (دو ۲ ایڈیشن)
۴۔ یوگ ابھیاس اور گایتری جاپ (دو ۲ ایڈیشن)

ان دنوں نئے بننے والے رسالہ اوم کے سالانہ خریداروں کو ہم مندرجہ بالا چاروں پستکیں مفت بھینٹ کر رہے ہیں اور فروری سنہ ۱۹۷۶ء میں "بالمیکی رامائن" حصہ دوئم خاص رعایتی قیمت پر بھینٹ کرینگے۔ جس کا اعلان صفحہ نمبر 200 پر کیا گیا ہے۔

"اپنشد"

"بالمیکی رامائن" حصہ دوئم شایع کرنے کے بعد ہمارا ارادہ اپنشد شایع کرنے کا ہے۔ اس کے متعلق اپنے مفصل پروگرام کا اعلان ہم رسالہ اوم کے کسی آیندہ شمارہ میں کرینگے۔ ناظرین انتظار فرماویں۔

جن دھرم پریمی دان ویر سجنوں نے دھرم پرچار پرکاشن کے لیے ہمیں مورخہ 8/9/75 سے 16/12/75 تک رقوم ارسال فرمائیں، اُن کے شبھ نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) میسرز سنت لال اندرسین شملہ
(۲) شری چتر سنگھ سانگوان سرائے اورنگ آباد
(۳) میسرز سلوچ برادرس "P" لمیٹڈ دہلی ۶
(۴) شری بی، ڈی شرما، کپور تھلہ
(۵) لالہ گوردت چند جی ایرول جبلپور
(۶) شری ہنس راج جی کھنہ دہلی
(۷) میسرز سنت لال اینڈ کمپنی وارانسی
(۸) شری ہری کرشن سرینگر
(۹) کیپٹن لکشمی چند جی، انبالہ سٹی
(۱۰) شری چتر سنگھ جی سانگوان نیجار پور
(۱۱) شری دیپک پوری جالندھر
(۱۲) شری اے۔ پی۔ بگا نئی دہلی
(۱۳) شری گنگا رام پلٹا دہلی
(۱۴) گپت دان مالویہ نگر
(۱۵) میسرز موہن لال ہرکرشن لال سبیل دہلی
(۱۶) شری دینا ناتھ ڈوگل منی مزرعہ
(۱۷) شری شو دیال پنجابی دلپت پور
(۱۸) گپت دان دہلی
(۱۹) میسرز کانو رام اینڈ سنز بھوبنیشور
(۲۰) پنڈت ست پال بھاردواج جالندھر
(۲۱) شری امیں چند ایڈوکیٹ شملہ
(۲۲) شری لبھو رام جی پربھاکر ہردوار
(۲۳) شری منوہر لال مہندی رتہ امرتسر
(۲۴) رائے صاحب ملکھراج جی چڈھا کلکتہ

(۲۵) میسرز ارجن داس مدن لال جیند
(۲۶) شری اوم پرکاش گوئل
(۲۷) ڈاکٹر کندن لال جی دہلی
(۲۸) شری امیر چند جی چاولہ دہلی
(۲۹) شری پدم ناتھ جی مودگل بدووال
(۳۰) شری خیراتی لال جی نندہ پھلور
(۳۱) شری سکھ نند جی
(۳۲) دیوان سوہن لال جی مہند پور
(۳۳) گپت دان (کوٹہ راجستھان)
(۳۴) شری ایم - آر - متل
(۳۵) شری دیارام اگروال
(۳۶) شری جگدیش چند کھنی لدھیانہ
(۳۷) شری جھانگی رام جی داہودہ
(۳۸) شری پیارا لال جی لدھیانہ
(۳۹) شری جوگیندر سنگھ جی مالک منڈی
(۴۰) شری رام سروپ پارتن گرسانہ
(۴۱) بھگت جگن ناتھ جی مظفر نگر
(۴۲) شری نگینہ لال جی جین دہلی
(۴۳) شری اوم پرکاش جی دہلی
(۴۴) لالہ منگت رام جی مہاجن مالک سپر بلاک کمپنی نئی دہلی
(۴۵) میسرز رام چند اینڈ سنز منڈی (H.P.)
(۴۶) میسرز چیت رام امر چند جی سود سولن
(۴۷) شری منشی رام نگر یجیہ علی گڑھ
(۴۸) پنڈت لکھپت رائے جی جالندھر
(۴۹) پنڈت رام سرن داس جی اکھنور
(۵۰) میجر آر - ایل - چوپڑہ ڈیرہ دون
(۵۱) ڈاکٹر وشیشر ناتھ جی چڈھا ایم، ڈی، کلکتہ
(۵۲) گپت دان جوحن خاص نئی دہلی
(۵۳) شری چندو لال سونی پھگواڑہ
(۵۴) چوہدری ہوشیار سنگھ بڈھا بڑ
(۵۵) شری نارائن داس شاستی جوالا گڑھ (H.P.)
(۵۶) شری آر - ایل - مگن
(۵۷) شری اوم پرکاش کوشک دہلی
(۵۸) شری ایم - این - کول
(۵۹) شری دھنی رام راجپوت بھوگروال
(۶۰) شری آر - جے - ریواڑی
(۶۱) شری ملکھی رام پٹواری
(۶۲) پنڈت چھجو رام شرما لدھیانہ
(۶۳) شری بھگوان داس جی بلبھ گڑھ

گیان درشٹی

از قلم شری امیر چند جی چاولہ دہلی

جسے اگیان کے کارن نہ اب تک ڈھونڈ پایا ہے
جو دیکھیں گیان درشٹی سے تو کن کن میں سمایا ہے
اودیا الٹ پن سے ہی تو دیہہ کو مان بیٹھا ہیں
جو دیکھیں گیان درپن میں یہ تجھ چیتن کا سایہ ہے
سپن، جاگرت، سشپتی ہیں تو تینوں کال کا ساکشی
تیرے پھرنے سے ہی سارا جگت درشٹی میں آیا ہے
کرم، من اور بانی سے کرو جب ستیہ کو دھارن
مرم آتم کے انوبھو کا گورو جی نے بتایا ہے
ستائیں گے تجھے تب تک یہ تینوں تاپ پردیسی
ہے جب تک گیان سے وچیت سروپ اپنا بھلایا ہے

بالمیکی رامائن (سنکھشپت)

(حصہ دوم)

بالمیکی رامائن کے دوسرے (آخری) حصہ کی لکھائی چھپائی کا کام تسلی بخش ڈھنگ سے ہو رہا ہے۔ اور لگ بھگ ایک تہائی کام جنوری ۱۹۷۶ء کے پہلے ہفتہ تک مکمل ہو جانے کی امید ہے۔ اس کے بعد سالنامہ "یوگ انک" کے کام سے فراغت مل جانے پر ہم بالمیکی رامائن کے دوسرے حصہ کی لکھائی چھپائی کی طرف پوری توجہ دے سکیں گے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ بقایا کام ایک ماہ کے اندر مکمل کر لیا جائے اور ہماری یہ کوشش ہو گی کہ اسے فروری ۱۹۷۶ء میں شائع کر دیا جائے۔

رسالہ "اوم" کے جن خریداروں نے دوسرے حصہ کی خاص رعایتی قیمت ہمیں پیشگی ارسال کر دی ہے ان کی سیوا میں اسے بذریعہ رجسٹری بھیجا جائے گا اور ڈاک میں گم ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہو گا۔ اس لئے نہ پہنچنے کی صورت میں ہمیں شکایت لکھنے سے پیشتر وہ چند روز مزید انتظار کر لیں۔

بالمیکی رامائن حصہ دوم کی قیمت بیس 20/- روپے مقرر ہو گی۔ لیکن رسالہ اوم کے سالانہ خریداروں کی سیوا میں یہ حصہ رعایتی قیمت بارہ 12/- روپے علاوہ دو 2/- روپے ڈاکخرچ کل مبلغ چودہ 14/- روپے کے لئے بذریعہ وی۔ پی ارسال کیا جائیگا یہ رعایت صرف ماہ فروری ۱۹۷۶ء تک دی جائے گی۔ یکم مارچ ۱۹۷۶ء سے اس رعایتی قیمت میں دو 2/- روپے کا اضافہ ہو جائے گا۔ اس لئے جو سجن رسالہ اوم کے سالانہ خریدار بننے کا ارادہ رکھتے ہوں انھیں اپنا چندہ جلد ہی بھیج دینا چاہیئے۔ تاکہ وہ بھی موجودہ رعایت سے مستفید ہو سکیں۔

منیجر

ضروری نویدن

رسالہ "اوم" کی اشاعت اور ترقی کا انحصار سالانہ چندہ کے طور پر حاصل ہونے والی آمدن پر ہی ہے۔ دیگر رسالہ جات کی طرح نہ تو ہمیں کاروباری اشتہارات سے کوئی خاص آمدن ہو رہی ہے اور نہ کتابوں کے بیوپار سے کمائی کی گئی ہے۔ اس رسالہ کی پشت پر کوئی مذہبی ٹرسٹ یا سبھا سوسائٹی بھی نہیں ہے جہاں سے دان کے روپ میں موٹی رقمیں دھرم پرچار کے لئے حاصل ہوتی ہوں۔ یہ رسالہ تو اوم "پریمیوں کی شبھ کامناؤں کے بل بوطے پر ہی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ پھر بھی چونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ "اوم" کے کچھ پریمی تھوڑی آمدن ہونے کے سبب یکمشت پورا چندہ ادا کرنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے ہماری یہ خواہش ہے کہ ایسے تمام سجنوں کو مناسب سہولیت دی جائے۔ مالی مشکلات کے باعث اگر آپ سالانہ چندہ چھبیس روپے ادا کرنے میں پریشانی کا احساس کرتے ہوں تو آپ ہمیں لکھیں۔ ہم آپ کو چندہ میں خاص رعایت بھی دینگے اور اسے دو قسطوں میں لینے کے لئے بھی تیار ہوں گے۔ یہ رسالہ آپ کا ہے اور اس کے سوا دھیائے کا تا زندگی آپکو پورا حق ہے۔ اگر آپ اس کی پوری قیمت ادا کرنے کے ناقابل ہوں، تو بھی اس رسالہ پر آپ کا حق بدستور قائم رہیگا۔ آپ یقین جانیے آپ کے چندہ کی نسبت ہم آپکی سرپرستی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ —— منیجر